بسم اللہ الرحمن الرحیم

چہرے اور ہاتھوں کا پردہ

شرعی حیثیت اور شبہات کا ازالہ

تالیف

فضیلۃ الشیخ علی بن عبداللہ النمي حفظہ اللہ تعالیٰ

تقدیم

فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین حفظہ اللہ تعالیٰ

تقدیم وتفہیم

عبداللہ ناصر رحمانی

مکتبہ عبداللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام

سلسلہ احیاء منہج السلف (۱۹)

الطبعة : الثانية

انتاج : مکتبہ عبد اللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام، فرع (۱)

رئيس المكتبة : فضیلۃ الشیخ/ علی بن عبد اللہ النعمی حفظہ اللہ تعالیٰ

مدير المكتبة : فضیلۃ الشیخ/ عبد اللہ ناصر الرحمانی حفظہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ عبد اللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام

ہیڈ آفس : 103۔ڈی۔او۔ایچ۔ایس فیز II ملیر کینٹ کراچی۔

ملنے کا پتہ : جامع مسجد الراشدی موسیٰ لین لیاری کراچی۔فون: 0331 0300-3996630

برائے رابطہ : سعد بن عبد العزیز موبائل: 0300-2310189

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
مقدمہ (عبداللہ ناصر الرحمانی) طبع ثانی	11
مقدمہ (عبداللہ ناصر الرحمانی)	16
مقدمہ (فضیلۃ الشیخ العلامہ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین)	26
مقدمہ از مؤلف	27
اس موضوع پر لکھنے کا سبب	31
رسالہ کی اہمیت	33
مہمّ رسالہ	34
رسالہ کا اسلوب	35
رسالہ کا منہج	35
رسالہ کی تشکیل اور تخطیط	36
تمہید	39
پہلا ادب	39
دوسرا ادب	40
تیسرا ادب	40
چوتھا ادب	44
پانچواں ادب	45
چھٹا ادب	46
ساتواں ادب	46
آٹھواں ادب	48

عنوان	صفحہ
نواں ادب	49
دسواں ادب	50
پہلا باب ان شبہات کا بیان، جو چہرے کے پردے کے وجوب پر اٹھائے گئے ہیں	69
پہلی فصل (ان شبہات کا بیان جو معترضین نے وجوبِ حجاب کے دلائل پر وارد کیے ہیں)	70
پہلا شبہ	70
حجاب کی تفسیر، رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے:	72
کپڑے اتار رکھنے کی تفسیر:	78
دوسرا شبہ	91
تیسرا شبہ	97
چوتھا شبہ	98
الخمار کی تفسیر اور صورت:	99
"الجلباب" کی تفسیر اور صفت	103
(الخمار) دوپٹہ اور (الجلباب) اوڑھنی ایک ساتھ	106
پانچواں شبہ	107
دوسری فصل (بے پردگی کے قائل حضرات اپنے موقف کیلئے جن شبہات کا سہارا لیتے ہیں، ان میں سے ہر شبہ کے تعلق سے کچھ جواب طلب امور کی وضاحت ضروری ہے، جنہیں اس فصل میں بیان کیا جاتا ہے)	114
چھٹا شبہ	114

تیسری فصل (ان شبہات کا بیان جو آیاتِ حجاب میں قلتِ فہم کی بناء پر پیدا ہوئے)	117
ساتواں شبہ	117
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر:	118
آٹھواں شبہ	124
نواں شبہ	126
دسواں شبہ	127
چوتھی فصل (اُن شبہات کا بیان جو ایسی احادیث پر مشتمل ہیں جن کی تصحیح میں تساہل کارفرما ہے)	129
گیارھواں شبہ	130
بارھواں شبہ	134
تیرھواں شبہ	137
چودھواں شبہ	138
پندرھواں شبہ	139
سولھواں شبہ	140
سترھواں شبہ	140
اٹھارواں شبہ	141
انیسواں شبہ	142
بیسواں شبہ	144

پانچویں فصل (ایسے شبہات سے استدلال، جو کسی عذرِ شرعی کی بناء پر محلِ نزاع سے خارج ہوجاتے ہیں)	146
پہلی فرع:	146
اکیسواں شبہ	146
بائیسواں شبہ	147
دوسری فرع:	147
تئیسواں شبہ	148
تیسری فرع:	149
چوبیسواں شبہ	149
چھٹی فصل (ایسے شبہات جو کسی احتمال کے پیدا ہونے کی وجہ سے قابلِ استدلال نہیں رہتے)	152
پچیسواں شبہ	152
چھبیسواں شبہ	165
ساتویں فصل (ایسے شبہات کا بیان جو غلط استنباطات پر مبنی ہیں)	169
ستائیسواں شبہ	169
اٹھائیسواں شبہ	172

عنوان	صفحہ
آٹھویں فصل (ان شبہات کے بیان میں، جن میں مذکور بعض اشیاء یا مسمیات کی حقیقت کے تعین یا فہم میں لوگ وہم کا شکار ہو گئے)	176
انتیسواں شبہ	177
تیسواں شبہ	178
اکتیسواں شبہ	178
بتیسواں شبہ	179
تینتیسواں شبہ	180
نویں فصل (رائے اور تقلید کی بناء پر استدلال)	182
چونتیسواں شبہ	183
چند اہم فوائد	193
دسویں فصل (ایسے شبہات سے استدلال جو کسی طرح بھی ان کے مؤقف پر دلالت نہیں کرتے)	197
پینتیسواں شبہ	197
چھتیسواں شبہ	206
سینتیسواں شبہ	207
اڑتیسواں شبہ	210
انتالیسواں شبہ	212
چالیسواں شبہ	213

عنوان	صفحہ
اکتالیسواں شبہ	215
بیالیسواں شبہ	216
تینتالیسواں شبہ	217
چوالیسواں شبہ	218
گیارھویں فصل (کچھ عقلی شبہات جو نا قابل تسلیم ہیں)	221
پینتالیسواں شبہ	221
چھیالیسواں شبہ	222
سینتالیسواں شبہ	223
اڑتالیسواں شبہ	223
بارھویں فصل (ایسے شبہات جو باطل قسم کے اعتراضات پر قائم ہیں)	224
دوسرا باب ان شبہات کا بیان، جو ہاتھوں کے پردے کے وجوب پر اٹھائے گئے ہیں	230
پہلی فصل (ایسے شبہات کا بیان، جن کی سند ہی ضعیف ہے)	233
پہلا شبہ	233
دوسرا شبہ	234
دوسری فصل (ایسے شبہات کا بیان، جو محلِ نزاع ہی سے خارج ہے)	235
پہلی فرع:	235

تیسرا شبہ	235
چوتھا شبہ	236
دوسری فرع	237
پانچواں شبہ	237
چھٹا شبہ	239
تیسری فرع:	241
ساتواں شبہ	241
تیسری فصل (ایسے شبہات کا بیان، جو ردی اور فاسد قسم کے استنباطات پر قائم ہیں)	243
آٹھواں شبہ	243
نواں شبہ	243
دسواں شبہ	244
خاتمہ	245
مصادر و مراجع	248

مقدمۂ طبعِ ثانی

عبداللہ ناصر الرحمانی

الحمد للہ رب العالمين والصلاۃ والسلام علی أشرف الأنبياء والمرسلين وعلی آله وأصحابه وأهل طاعته إلی يوم الدين، أما بعد

ہماری کتاب (چہرے اور ہاتھوں کا پردہ) کا دوسرا ایڈیشن پیش خدمت ہے، پہلے ایڈیشن کو اللہ تعالیٰ نے بڑی پذیرائی سے نوازا، چنانچہ کتاب شایع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ نکل گئی، اب دوستوں کے اصرار پر اسے دوبارہ شایع کیا جارہا ہے، ہم نے اس نئے ایڈیشن میں کتاب کا اردو عربی فونٹ تبدیل کر کے سابقہ اخطاء کا ازالہ کردیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت مزید بڑھ جائے گی، فللہ الحمد والمنة.

کتاب اپنی تیاری کے آخری مراحل میں تھی کہ روزنامہ امت میں شایع شدہ ایک ہولناک خبر بجلی بن کر گری، یہ خبر اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک فیصلہ پر مشتمل ہے۔

شہ سرخی ملاحظہ ہو:

عورتوں کے ہاتھ، چہرے اور پاؤں کا پردہ مستحب قرار

معاشرتی خطرے پر واجب ہوتا ہے (اسلامی نظریاتی کونسل)

(خبر کی تفصیل یوں ہے:)

اسلامی نظریاتی کونسل نے عورتوں کے ہاتھ، چہرے اور پاؤں کا پردہ مستحب قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہاتھ، چہرے اور پاؤں کا پردہ واجب نہیں، مستحب ہے، اسلامی نظریاتی کونسل کا اجلاس مولانا محمد خان شیرانی کی زیر صدارت اسلام آباد میں ہوا، اجلاس میں شرعی

پردہ کے احکام سے متعلق امور زیرِ غور آئے، مولانا محمد خان شیرانی نے کہا کہ ہاتھ، چہرے اور پاؤں کا پردہ واجب نہیں، مستحب ہے، اگر خاتون کو معاشرتی طور پر کوئی خطرہ محسوس ہو تو یہ واجب ہو جاتا ہے۔ (روزنامہ امت کراچی ۲۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء)

اسلامی نظریاتی کونسل کا یہ فیصلہ نہ صرف یہ کہ قرآن وحدیث کے دلائل کے خلاف ہے، بلکہ غیرت وعفاف پر مبنی اسلامی اقدار پر ضربِ کاری کے مترادف ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پوری طرح مغربی ذہنیت جو انتہائی بدبودار ہے کی عکاسی وترجمانی کر رہا ہے، نیز شریعت کے مقاصدِ عفت وتقویٰ کو بری طرح پامال کر رہا ہے، یہ بات معلوم ہے کہ مغربی معاشرہ ایک کینسر زدہ معاشرہ ہے، جس کے اخلاقیات وسلوکیات کا دیوالیہ پن ہر طرح کے تعفن میں لپٹا ہوا ہے، جس شخص کی قوت شامہ ذرا سا بھی کام کرتی ہو وہ اس متعفن معاشرہ کی سڑاند محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

عورت کے چہرے سے پردہ اتارنے کی تحریک، اس دور کی پیداوار نہیں ہے، قطعی نہیں، بلکہ اس کے تانے بانے، مدینہ منورہ میں یہودیوں کی تحریک سے جا ملتے ہیں، چنانچہ ابن ہشام نے بنوقینقاع کے یہودیوں کی جلاوطنی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہودی اس مسلمان خاتون کے چہرے کا پردہ ہٹانا چاہتے تھے جو ایک یہودی سے سامان خریدنے گئی تھی، اس خاتون نے پردہ ہٹانے سے انکار کر دیا تھا، پھر ان کا ردعمل جو بھی ہوا وہ مسلمانوں کی غیرت بھڑکانے کا سبب بن گیا اور پھر فوری طور پہ مدینہ منورہ سے ان کی جلاوطنی عمل میں آئی۔

ہم اسلامی نظریاتی کونسل کے اس فیصلے کی بھرپور مذمت کرتے ہیں، انہیں ہوش کے ناخن لینے اور اللہ تعالیٰ کا خوف اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں، آخر کس قرینے کے تحت

آپ نے عورت کے پردہ کے تعلق سے کتاب وسنت میں جابجا وارد صیغۂ امر کو حقیقی معنیٰ (وجوب) سے پھیر کر استحباب کی طرف منتقل کر دیا ہے اور عورت کیلئے اجنبی مردوں کے سامنے (خواہ وہ جیسے بھی کردار کے حامل ہوں) چہرہ کھلا رکھنے کو ایک قانونی شکل دے دی ہے، کیا یہ استحلالِ معصیت نہیں ہے؟ کیا آپ ان شرعی وعیدوں سے آگاہ نہیں ہیں جو ان قضاۃ کے حق میں وارد ہوئی ہیں جو کتاب وسنت کے خلاف قانون سازی کرتے ہیں، پھر معاشرتی خطرہ ہو تو چہرہ ڈھانپنے کا وجوب، اور خطرہ نہ ہو تو اس وجوب کا ساقط ہو جانا، یہ فرق کس دلیل سے اخذ کیا گیا ہے؟ کیا خطرہ کی گھڑی بتا کر آتی ہے؟ کیا اس کا معنی یہ ہے کہ ایک عورت کھلے منہ گھر سے نکلے، مرد اس کے چہرے کا نظارہ کریں اور جب وہ خطرہ بن کر اس پر مسلط ہو جائیں تو پھر وہ خاتون پردہ کر لے، ایں چہ بو العجبی است

ہم اپنی اس مختصر سی تحریر کے ذریعے اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان سے مخاطب ہو کر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے، وقت ایک قیمتی متاع ہے، جسے ایسے لوگوں پر جو منفی خصومت اور چرب زبانی کے ذریعے شبہات کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں، برباد کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے، البتہ ہم اپنی مسلمان بہنوں سے ضرور مخاطب ہونگے کہ وہ ان فتوؤں اور فیصلوں سے مکمل پہلوتہی برتیں اور کتاب وسنت کے پاکیزہ احکام اپنے سینوں سے لگائے اپنی پاکدامنی اور حشمت ووقار کی حفاظت کریں، روزنامہ امت کی مذکورہ خبر کا صحیح محل اور مقام ردی کی ٹوکری ہے۔

آخر میں خواتین کے تمام اولیاء الامور خواہ وہ باپ ہوں، بھائی ہوں یا شوہر، سب سے یہ سوال ہے کہ کیا آپ کیلئے اجنبی مردوں کے سامنے اپنی خواتین کے چہرے کو ننگا رکھنے کی دیاثت قابلِ قبول ہے؟ ہم سمجھتے ہیں اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل بہت سے ارکان اپنی

خواتین کیلئے، اپنا تجویز کردہ یہ سیاہ فیصلہ قطعاً پسند نہ کریں گے کہ ان کے گھروں کی بہو بیٹیاں یا بہنیں، کھلے منہ گھر سے باہر نکلیں اور اجنبی مردوں سے مختلط ہوں، تو پھر دوسروں کی خواتین کیلئے دیانت پر مبنی اس فیصلے کی کیا توجیہ کریں گے؟؟ (أليس منكم رجل رشيد)

غیرت وحمیت اور شرم وحیاء ہماری انتہائی قیمتی متاع ہے، اگر اسے کھودیا تو دین کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے گا، آیئے مذکورہ کونسل کے مذکورہ فیصلے کو ٹھکراتے ہوئے دینی غیرت وحمیت کا ثبوت پیش کریں، اس مردِ حق کی طرح جس کا غیرت مندانہ کردار، صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی تاریخ کے سینہ میں محفوظ ہے اور چودھویں کے چاند کی طرح چمک دمک رہا ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن احمد فرماتے ہیں: میں قاضی موسیٰ بن اسحٰق کی مجلس میں موجود تھا، ایک عورت حاضر ہوتی ہے، جس کے ولی نے اس کے شوہر پر پانچ سو دینار مہر کا دعویٰ دائر کیا، شوہر نے اس دعویٰ کا انکار کیا، قاضی نے کچھ گواہ طلب کئے، جن کا گواہی دینے کیلئے عورت کے چہرے کو دیکھنا ضروری تھا، شوہر بولا: میری بیوی جس مہر کا دعویٰ کررہی ہے میں اس کے ادا کرنے کا اقرار کرتا ہوں، لہذا یہ گواہوں کے سامنے اپنا چہرہ نہ کھولے۔ عورت کو واپس بیٹھا دیا گیا اور اسے اس کے خاوند کے اقرار کی خبر دے دی گئی، جس پر اس خاتون نے کہا: میں اپنا حق مہر، اپنے شوہر کو ہبہ کرتی ہوں اور اسے دنیا وآخرت میں بری قرار دیتی ہوں۔ (کہ اس نے اجنبی مردوں کے سامنے مجھے چہرہ ننگا کرنے کی ضلالت اور ذلالت سے بچا کر ایک عظیم تکریم بخشی اور میرا سر فخر سے بلند کردیا)

قاضی عش عش کر اٹھا اور کہا: اس واقعہ کو ہمیشہ کیلئے مکارم الاخلاق میں تحریر کردیا جائے۔ (تاریخ بغداد: ۱۳/ ۵۳)

عصرِ حاضر کے چند کبار علماء کے فتاویٰ جات پیش خدمت ہیں:

سعودی کبار علماء کی کمیٹی کا فتوی:

(يجب على المرأة ستر وجهها و كفيها عن الرجال الأجانب)

(فتاوى اللجنة: ۱۷/۱۵۳)

عورت پر اجنبی مردوں سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپے رکھنا واجب ہے۔

مفتی اعظم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کا فتوی:

(احتجاب المرأة المسلمة عن الرجال الأجانب وتغطية وجهها أمر واجب دل على وجوبه الكتاب والسنة واجماع السلف الصالح)

(مجموع فتاوى: ۵/۲۳۶)

مسلم خاتون کا اجنبی مردوں سے پردہ کرنا اور اپنے چہرے کو ڈھانپے رکھنا ایک امرِ واجب ہے، اس کے وجوب پر قرآن، حدیث اور سلف صالحین کا اجماع دال ہے۔

فقیہ الأمة فضیلۃ الشیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا فتوی:

(النصوص الشرعية والمعقولات العقلية كلها تدل على وجوب ستر المرأة وجهها) (دروس وفتاوى في الحرم المكي، ص۲۷۳)

تمام شرعی دلائل اور عقلی شہادتیں عورت کے چہرے کے پردے کے وجوب پر دال ہیں۔

آخر میں اس کتاب کی طباعت کے حوالے سے تمام معاونین ومساہمین کا شکر گزار ہوں اور جزائے خیر کیلئے دعا گو بھی، اللہ تعالیٰ اس کتاب کی منفعت وافادیت کو عام فرمائے اور ہماری آخرت کا توشہ بنادے۔ وصلى الله على نبينا محمد وبارك وسلم.

تقدیم

عبداللہ ناصر الرحمانی

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین وعلی آلہ وأصحابہ وأھل طاعتہ إلی یوم الدین،أما بعد

زیرنظر رسالہ دراصل ایک عربی رسالے کی تفہیم وترجمانی ہے،عربی رسالہ ہمارے فاضل دوست فضیلۃ الشیخ /علی بن عبداللہ النمی ﷾ کی تصنیف لطیف ہے، جسے انہوں نے (الشھاب فی کشف الشبھات عن الحجاب) کے نام سے موسوم فرمایا ہے،اس نام سے رسالہ کا موضوع واضح ہوجاتا ہے،یعنی مسلم خاتون کے پردے کے حوالے سے جو،کچھ لوگوں نے چہرے اور ہاتھوں کے کھلا رکھنے کے جواز کا قول اختیار کیا ہے،جو شرعاً، اخلاقاً وعقلاً باطل وناقابلِ فہم ہے،ان لوگوں نے اپنے مؤقف کے اثبات کیلئے کچھ دلائل کا سہارا لیا ہے۔

مؤلف ﷾ نے ان دلائل کو محض شبہات قرار دیا ہے اور ان کا علمی رد فرمایا ہے۔

رسالۂ ھذا کے بالاستیعاب مطالعہ سے واضح ہوگا کہ مؤلف ﷾ کا تعاقب انتہائی قوی اور ادلۂ کتاب وسنت وآثارِ سلف سے مزین ومبرہن ہے۔

اللہ رب العزت کا ہم پر احسانِ عظیم ہے کہ اس نے رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت کے ذریعہ،ہم پر اپنا دین مکمل فرمادیا،ارشاد ہوتا ہے:

[اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۭ][1]

یعنی: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا ہے اور تم پر (دین کی صورت میں) اپنی نعمت تمام فرمادی اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند فرمالیا۔

چونکہ دین مکمل ہوچکا ہے،لھذا اللہ تعالیٰ نے مکمل دین میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے:

[یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَاۗفَّةً ۠][2]

یعنی: اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ۔

جب ہم تکمیل دین کی بات کریں گے تو اس تکمیل سے مراد کسی خاص شعبہ کی تکمیل نہیں ہوگی، بلکہ تمام شعبوں میں دین کو کامل واکمل ماننا پڑے گا،لھذا ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارا دین تمام شعبہ جات، مثلاً: عقائد، اعمال، اخلاقیات،سلوکیات، سیاسیات، معاملات اور معاشیات وغیرہ میں مکمل ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں ہے۔

اخلاقیات کی دین میں بڑی اہمیت ہے، بلکہ رسولِ کریم ﷺ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجے گئے،اور اعلیٰ مکارمِ اخلاق پر فائز ہونا آپ کا خصوصی وصف ہے:

[وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝][3]

مکارمِ اخلاق میں ’’حیاء‘‘ ایک عظیم خصلت کے طور پر شمار ہوتی ہے،احادیث میں کہیں تو یوں فرمایا گیا ہے:(الحیاء من الإیمان)اور کہیں یہ الفاظ وارد ہیں: (والحیاء

---

[1] المائدۃ:۳

[2] البقرۃ:۲۰۸

[3] القلم:۴

شعبة من الإيمان) رسول اللہ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ میں یہ وصف نمایاں طور پر مذکور ہے: (کان رسول الله ﷺ أشد حياء من العذراء في خدرها) یعنی: رسول اللہ ﷺ اس کنواری عورت سے بھی زیادہ باحیاء تھے جو اپنے پردے میں ڈھکی چھپی ہوتی ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ایک عورت کس قدر حیاء کی محتاج ہے، اسی لئے ہر عام وخاص کی زبان سے یہ جملہ سننے کو ملتا ہے کہ حیاء عورت کا زیور ہے۔

ایک خاتون کے باحیاء وحشمت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ان تمام شرعی واخلاقی حدود کو تھامے رکھے جو اسے مواقعِ فتنہ وتہمہ سے دور رکھیں، اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ان امور میں چہرہ کا ڈھانپنا سرِفہرست ہوگا؛ کیونکہ چہرہ کا حسن وجمال سب سے بڑھ کر فتنہ کی برانگیختگی کا سبب بنتا ہے۔

صحابیات رضوان اللہ علیہن اجمعین جو حشمت وحیاء کی سب سے اونچی چوٹی پر فائز تھیں، پردہ کے معاملے کی حساسیت کو خوب جانتی تھیں، آیئے ایک حدیث پڑھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تھا: (من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة) یعنی: جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنے کپڑے کو ٹخنے سے نیچے گھسیٹے گا، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کو سن کر سوال کرتی ہیں:

(فكيف يصنع النساء بذيولهن؟)

یعنی: کپڑا لٹکانے کے تعلق سے عورتوں کیلئے کیا حکم ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(يرخينه شبرا، قالت اذن تنكشف أقدامهن قال يرخين ذراعا

لا يزدن عليه)

یعنی: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتیں اپنا کپڑا اپنے پاؤں سے بالشت بھر نیچے رکھا کریں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اس طرح تو ان کے پاؤں کے ننگا ہونے کا خدشہ ہے؟ فرمایا: ایک ہاتھ کے بقدر نیچے رکھ لیا کریں، اس سے زیادہ نہیں۔

اس حدیث سے تو پاؤں کے ڈھانپنے کا وجوب ظاہر ہو رہا ہے، حالانکہ پاؤں فتنہ پیدا کرنے کا باعث نہیں ہوتے، تو پھر چہرہ ڈھانپنے کا حکم کس قدر مؤکد اور محکم ہوگا، جبکہ چہرہ کا معاملہ، پاؤں کی بنسبت بہت اونچا اور اہم ہے۔

صحابیات کا تقویٰ، ورع اور منصبِ حیاء پر فائز ہونا بھی اس حدیث سے مفہوم ہو رہا ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے پاؤں سے ایک بالشت کپڑا نیچے لٹکانے کا مشورہ دیا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پاؤں کے ظاہر ہونے کے خدشہ کا اظہار کیا، تب رسول اللہ ﷺ نے ایک ہاتھ نیچے لٹکانے کا امر ارشاد فرمایا۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ اس حدیث پر تعلیق قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: صحابیات کو اس بات کا علم تھا کہ عورت کیلئے اپنے پاؤں ڈھانپنا ضروری ہے، حالانکہ پاؤں، چہرے اور ہاتھوں کی بنسبت کم فتنہ کا باعث ہوتے ہیں، تو ادنیٰ چیز کا حکم بیان کرکے، اس سے اعلیٰ چیز کے حکم کی طرف توجہ مبذول کی گئی ہے، اگر چہرے اور ہاتھوں کا پردہ ضروری نہیں ہے تو شریعت کی حکمت متناقض ومتضاد معلوم ہوتی ہے کہ جو چیز باعثِ فتنہ نہیں ہے اسے تو ڈھانپنے کا حکم دے دیا اور جو چیز بہت زیادہ موجبِ فتنہ قرار پاتی ہے اسے کھلا رکھنے کی اجازت دے دی۔؟؟؟

ہم ایک اور حدیث پر غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو عید کی نماز ادا کرنے کیلئے عیدگاہ حاضر ہونے کا حکم دیا، اور یہاں تک تاکید فرمائی کہ جو عورت شرعی عذر کی بناء پر نماز ادا نہیں کرسکتی، وہ بھی ضرور حاضر ہو، نماز نہ پڑھے لیکن مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوجائے۔

خواتین نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ہم میں سے کچھ عورتیں ایسی ہیں جن کے پاس جلباب (یعنی وہ اوڑھنی جو عورت کے جسم کو ڈھانپ لیتی ہے) نہیں ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چاہیئے کہ اس کی بہن یا سہیلی اسے اپنی اوڑھنی دے دے۔[1] (بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس کی بہن کے پاس ایک ہی اوڑھنی ہو تو دونوں اسی ایک اوڑھنی میں لپٹ کر آجائیں۔)

اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ صحابیات جلباب (اوڑھنی) کے ساتھ گھروں سے باہر نکلا کرتی تھیں، اور اگر اوڑھنی میسر نہ ہوتی تو گھروں سے نہ نکلتیں، اسی لئے جب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو عیدگاہ حاضر ہونے کا حکم دیا تو عورتوں نے اوڑھنی نہ ہونے کا اشکال پیش کردیا۔ جواب میں رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ کوئی حرج نہیں جلباب کے بغیر ہی آجاؤ۔ (حاشا وکلا)

بلکہ اس اشکال کا حل یہ پیش فرمایا کہ اپنی بہن وغیرہ سے اوڑھنی مستعار لیکر اس سے پردہ کرکے آؤ، اس کے بغیر آنے کی اجازت نہیں دی۔

اب سوچنے کا مقام ہے کہ عیدگاہ میں آنا ایک مشروع بلکہ مامور بہ عمل ہے، مردوں کیلئے بھی اور عورتوں کیلئے بھی، تو جب رسول اللہ ﷺ نے ایک مشروع و مامور بہ عمل میں بغیر

[1] بخاری ومسلم

جلباب کے نکلنے کی اجازت نہیں دی، تو غیر مشروع وغیر مامور بہ اعمال کیلئے بغیر جلباب نکلنے کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟؟؟

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ جلباب اوڑھنے کا عمل ایک ایسا عمل ہے جو چہرہ، گردن، گریبان اور سینہ تمام کو ڈھانپنے کو شامل ہے، جیسا کہ ابوعبیدہ السلمانی فرماتے ہیں کہ مومن عورتیں، جلباب اس طرح اوڑھتی ہیں کہ اسے سر پہ ڈال کر لٹکا لیتی ہیں، آنکھوں کے علاوہ کوئی چیز ظاہر نہیں ہو پاتی، آنکھیں یا ایک آنکھ اس لئے ظاہر کرنی پڑتی ہے تاکہ راستہ دیکھ پائیں۔

رسول اللہ ﷺ کا مرد کو اپنی منگیتر کو دیکھنے کی اجازت سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے محرم عورتوں کو نقاب کرنے اور دستانے استعمال کرنے سے کیوں منع فرمایا؟ جبکہ ام المؤمنین فرماتی ہیں: بحالتِ احرام ہمارے چہرے کھلے ہوتے لیکن جب کسی اجنبی مرد کی آہٹ محسوس ہوتی تو ہم اپنی چادروں سے اپنے چہرے چھپا لیا کرتی تھیں۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

زیر نظر رسالہ اپنے اختصار کے باوجود دلائل وبراہین سے مالا مال ہے، ہر سطر سے مؤلف حفظہ اللہ کا اخلاص مترشح ہے، ہم اپنے مقدمہ کو طول دے کر آپ کے اور اس علمی رسالہ کے مابین زیادہ حائل نہیں رہنا چاہتے، بنظرِ انصاف اس کے بغور مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں، خاص طور پہ ترکِ حجاب کے تعلق سے پیش کئے جانے والے شبہات کا رد انتہائی علمی ومنہجی انداز سے سامنے آئے گا۔

رسالہ کے آغاز میں کچھ اہم امور بطورِ مقدمہ مذکور ہیں، اس کے بعد بطورِ تمہید دس انتہائی قیمتی آداب کا ذکر ہے، جو ایک مسلم خاتون کا لازمی اثاثہ ہیں، ہم اپنی ہر بہن اور بیٹی

کو ان آداب سے آراستہ وپیراستہ ہونے کی دعوت دیں گے۔

یہ رسالہ دو ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں چہرے کے پردے کے وجوب کا بیان ہے اور جو لوگ چہرہ ڈھانپنے کے وجوب کے قائل نہیں ہیں ان کے شبہات کا رد ہے، یہ رد بارہ فصول پر محیط ہے۔

جبکہ دوسرا باب ہاتھوں کے پردے کے وجوب کے تعلق سے قائم کیا گیا ہے، اور اس حوالے سے کچھ لوگوں کے شبہات کا نہایت علمی رد ہے، یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔

رسالہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ تمام ادلہ کی تخریج کردی گئی ہے۔ جو اس کے حواشی میں موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد اپنی امت کیلئے سب سے خطرناک اور نقصان دہ فتنہ، عورت کو قرار دیا ہے، آج کے اس پرفتن دور میں عورت کس قدر شرعی حجاب کی محتاج ہے، کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی بیویوں اور جملہ صحابیات کو پردہ کا حکم دیا حالانکہ باہر معاشرہ میں ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما ودیگر پاک باز صحابہ ہوا کرتے تھے، تو آج کے دور میں جبکہ بے حیائی کا ایک طوفانِ بدتمیزی بپا ہے، شیطان اور اس کے چیلوں کی پرفتن دعوتیں اپنے شباب پر ہیں، تو ایک عفت مآب بہن کیلئے کس قدر اپنی حشمت وحیاء کی حفاظت ضروری قرار پائے گی۔

فتنوں کے دور میں تو رسول اللہ ﷺ نے مردوں کیلئے بھی گھر کی چاردیواری کو کافی قرار دیا ہے، تو ایک خاتون کیلئے کس قدر ضروری ہوگا؟

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو اپنے پروردگار کے چہرے کے سب سے

زیادہ قریب قرار دیا ہے جو اپنے گھر کے سب سے زیادہ باپردہ حصہ میں رہتی ہے۔[1]

اسی لئے ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے انتقال کے بعد اپنے گھر میں محصور ہوگئیں، حتی کہ حج یا عمرہ کیلئے بھی نہیں نکلیں، جب ان سے اس بارہ میں پوچھا گیا تو فرمایا: میں حج اور عمرہ کر چکی ہوں، میرے رب نے مجھے اپنے گھر میں ٹکے رہنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا اب میں گھر سے صرف جنازہ کی صورت ہی میں نکلوں گی۔

آخر میں ان مردوں کو نصیحت کریں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے باپ، شوہر یا بھائی کی صورت میں عورتوں کا اولیاء الامور بنایا ہے کہ وہ اپنے ماتحت عورتوں کے حجاب کے تعلق سے شرعی غیرت وحمیت کا مظاہرہ کریں (ہر شخص راعی ہے اور ہر راعی سے اس کی رعیت کے بارہ میں باز پرس ہوگی)

لیکن افسوس اکثر مقامات پر صورتِ حال اس کے برعکس دکھائی دیتی ہے، ایک نہایت تکلیف دہ اور اذیت ناک موقف کی طرف اشارہ کرتا ہوں:

اکثر شادی بیاہ کے موقع پر اجنبی مرد، جن کے ہاتھوں میں تصویر کشی کے آلات اور ویڈیو کیمرے ہوتے ہیں، انہیں عورتوں کے پنڈال میں کئی گھنٹوں کیلئے چھوڑ دیا جاتا ہے، اور وہ محض تصویر کشی کی حجت کے تحت دلہن سمیت ہر عورت کو ہر زاویئے سے دیکھتے اور ان کی تصویریں بناتے ہیں، یہ کس قدر شرمناک صورتحال ہے؟ مردوں کی غیرت وحمیت کہاں گئی؟ اس تمام موقف کا کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟

اپنی خواتین کو اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ کرنے کا

[1] صحیح ابن خزیمہ وابن حبان

تصویر کشی جیسے حرام فعل کے ارتکاب کا

اس حرام فعل کیلئے پیسے کے ضیاع کا

پھر شادی کے تمام شرکاء گھنٹوں اس ویڈیو فلم کو بصد شوق دیکھتے ہیں، اس تمام وقت کے ضیاع کا۔

یہ مسئولیت انتہائی خطرناک ہے۔ ہمیں روزِ قیامت اپنے پروردگار کو اپنی زندگی کے ایک ایک لحظہ کا حساب دینا ہے، بہت غور وفکر کی ضرورت ہے۔

آخر میں ہم مؤلف فضیلۃ الشیخ /علی بن عبداللہ النمی حفظہ اللہ کے علم وعمل اور اخلاص میں اضافہ کیلئے دعا گو ہیں اور اس تفہیم وترجمانی میں، جن جن ساتھیوں کا تعاون رہا ان سب کے علم وعمل میں ترقی کیلئے بھی دعا گو ہیں، نیز اس رسالہ کی طباعت کے سلسلہ میں جملہ معاونین ومساہمین کے اجرِ عظیم کیلئے بھی دست بدعا ہیں۔

اللہ تعالی اس رسالہ کے نفع کو عام فرمادے، اور ہمارے وہ تمام امور جو شرعی غیرت وحمیت کے منافی ہیں، جو عذابِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہیں، کے تعلق سے ہماری مکمل اصلاح فرمادے۔ وما توفيقي الا بالله، عليه توكلت وإليه أنيب وصلى الله على نبينا محمد وبارك وسلم.

سعودی کبار علماء کی کمیٹی کا فتوی:

(يجب على المرأة ستر وجهها و كفيها عن الرجال الأجانب)

(فتاوى اللجنة: ١٧/١٥٣)

عورت پر اجنبی مردوں سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپے رکھنا واجب ہے۔

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کا فتوی:

(احتجاب المرأة المسلمة عن الرجال الأجانب وتغطية وجهها أمر واجب دل على وجوبه الكتاب والسنة واجماع السلف الصالح)

(مجموع فتاوى: ٥/٢٣٦)

مسلم خاتون کا اجنبی مردوں سے پردہ کرنا اور اپنے چہرے کو ڈھانپے رکھنا ایک امرِ واجب ہے، اس کے وجوب پر قرآن، حدیث اور سلف صالحین کا اجماع دال ہے۔

فضیلۃ الشیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا فتوی:

(النصوص الشرعية والمعقولات العقلية كلها تدل على وجوب ستر المرأة وجهها) (دروس وفتاوى فى الحرم المكي، ص٢٧٣)

تمام شرعی دلائل اور عقلی شہادتیں عورت کے چہرے کے پردے کے وجوب پر دال ہیں۔

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ العلامہ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو اپنے کمال میں یکتا وتنہا ہے، جو ہر شریک اور مثیل سے پاک اور بلند ہے، اور درود وسلام نازل ہوں ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی جملہ آل واصحاب پر۔

امابعد:

میں نے اس رسالہ کا جسے ہمارے بھائی الشیخ/علی بن عبداللہ النمی حفظہ اللہ نے تصنیف فرمایا ہے، بغور مطالعہ کیا ہے، اس رسالہ کا مشمول ومضمون، ان شبہات کا قلع قمع کرنا ہے، جن کے ساتھ وہ لوگ پوری طرح چمٹے ہوئے ہیں جو عورت کو کھلے چہرے باہر نکلنے کی دعوت دیتے ہیں، جن کی یہ کوشش ہے کہ مسلمان خاتون کو اس کی محفوظ پناہ گاہ (گھر) سے بلا پردہ باہر نکالیں اور بلا پردہ لوگوں کے سامنے کھڑا کردیں، اس دعوت سے ان کا مقصود صرف اپنی بہیمی خواہشات وشہوات کی تسکین ہے۔

کتاب کے مؤلف وفقہ اللہ تعالی نے ان تمام استدلالات، خواہ آیاتِ قرآنیہ ہوں یا احادیثِ رسول ﷺ ہوں یا ائمہ کے آثار واقوال ہوں کا خوب تتبع کرکے، ان کی تفنید وتردید فرمادی ہے اور ان تمام دلائل سے ان کے وجہ استدلال کو باطل قرار دیا ہے، اور اس تمام عمل میں ایسے اختصار کے پہلو کو ملحوظ رکھا ہے، جو مخل فی الفہم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اس کوشش پر بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کے علم سے لوگوں کو نفع پہنچائے۔ واللہ اعلم وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین
رکن افتاء کمیٹی (ریٹائرڈ)

(۱۱/۱۱/۱۴۲۹ھ)

مقدمہ

(از مؤلف)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے، جس نے ہمارے لئے اپنا دین مکمل فرمادیا، اور اپنی نعمتیں تمام فرمادیں، اور اسلام کو بطورِ دین ہمارے لئے پسند فرمالیا۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبودِ حق نہیں، مگر اللہ تعالیٰ۔

وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جو یہ بات فرماگئے:

أتعجبون من غيرة سعد؟ فوالله! لأنا أغير منه، والله أغير مني، من أجل غيرة الله حرم الفواحش ماظهر منها وما بطن، ولا شخص أغير من الله.[1]

کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں اس سے بڑا باغیرت ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بڑا غیرت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی غیرت ہی کی وجہ سے ہر کھلی اور چھپی برائی کو حرام قرار دے دیا ہے، اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی شخص باغیرت نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے آل واصحاب پر کہ جو اپنے دین اور رشتوں کے تعلق سے بہت غیرت مند ہیں، رحمتیں نازل فرمائے اور ان تمام بھائیوں پر رحمتیں اور خوب خوب سلامتیاں نازل فرمائے، جو غیرت وحمیت میں انہی کے نقشِ قدم کے پیروکار رہیں۔

امابعد: مغربی معاشرہ ایک کینسر زدہ معاشرہ ہے، جس کے اخلاقیات اور سلوکیات کا

[1] رواہ البخاری: ۶۹۸۰/مسلم ۱۴۹۹/واللفظ لہ عن المغیرۃ رضی اللہ عنہ بہ

دیوالیہ پن ہر طرح کے تعفن میں لپٹا ہوا ہے، جس شخص کی قوتِ شامہ ذرا سا بھی کام کرتی ہو وہ اس بدبودار معاشرہ کی سڑاند محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

افسوس! ایک مٹھی بھر جماعت جسے مغربی سازش اور پلاننگ نے بظاہر اسلام کا لبادہ اُوڑھا رکھا ہے، اس بدبودار تالاب میں اپنا پورا منہ داخل کر کے، اس کی گندگی سے سیراب ہونے کی کوشش میں مصروف ہے، جن کی یہ بھی خواہش ہے کہ اس ناپاک اور مسموم جوہڑ سے شر وفساد کے کچھ ندی نالے، اسلام کے صاف ستھرے معاشرہ کی طرف چھوڑ دیئے جائیں، اور یہ معرکہ آرائی بالآخر، طہارت ونظافت کے مرکز، بلادِ حرمین شریفین (اللہ تعالیٰ اسے ہر شر سے محفوظ رکھے) تک جا پہنچے۔

ناپاک عزائم کے حاملین یہ لوگ، جو مغربی ثقافت سے پوری طرح شکم سیر ہو چکے تھے، اور ان کے کلچر کی تقلید کی رو میں پوری طرح بہہ چکے تھے، بلادِ اسلامیہ میں ایسے نفوس لیکر لوٹے جو شر وخباثت سے لبریز ہو چکے تھے، اور ایسے دل لیکر واپس آئے جو اوامرِ الٰہیہ، جو کہ عورت کی عزت کے تحفظ کی ضمانت ہیں کو سن کر ببانگِ دہل پوری ڈھٹائی کے ساتھ، دن دہاڑے (لا، لا) کا شور مچاتے رہیں (یعنی ہم اپنے پروردگار کے ان مبارک احکام کو نہیں مانیں گے)۔

ان کی اس حالتِ زار کی عکاسی ان اشعار سے ہوتی ہے:

أقبلت من عندی زیاد کالخرف
تخط رجلای بخط مختلف
تکتبان فی الطریق لام الف

مغرب کے مضمحل اور سیاہ معاشرے میں مضبوط ہونے والے یہ کانٹے اور مغرب کی

تشکیک اور غدر سے بھرپور گود میں پلنے والے یہ سانپ، جب اچھل کود کے قابل ہوئے تو مسلمانوں کے پاکیزہ علاقوں میں تسلسل کے ساتھ، یہ گمراہ کن اور برباد کن نعرے لگانے میں مصروف ہو گئے:

① عورت کا گاڑی کی ڈرائیونگ کرنے کی اجازت کا نعرہ۔

② عورت کیلئے، مرد کے شانہ بشانہ کام کرنے کی دعوت۔

③ تعلیمی اداروں میں مرد وزن کے باہمی اختلاط کی دعوت۔

④ جدید وسائل کے استعمال کے بہانے سے آہستہ آہستہ لاشعوری طور پر مردوں اور عورتوں کو اختلاط اور بے حیائی کی خندقوں میں دھکیل دینے کا پروگرام۔

⑤ بے پردگی اور زیب وزینت (فیشن) کے اظہار کی دعوت۔

ہمارے اس رسالہ (الشہاب) کا موضوع یہ آخری نکتہ ہے، پردہ کے حوالہ سے ابھرنے والے شبہات کی بیخ کنی مقصود ہے۔

بے پردگی کی دعوت دینے والی اس شیطانی چیخ وپکار کے سوتے درحقیقت، لادینی علمانی تنظیم سے پھوٹتے ہیں، جن کا گمراہ کن شعار (آزادی نسواں) کے نام سے متعارف ہے۔

عورتوں کی آزادی کا ان کے نزدیک مفہوم یہ ہے کہ انہیں اسلامی آداب اور شرعی احکام کی پابندی سے آزاد کر دیا جائے، بالفاظ دیگر ان کی پروقار اسلامی شخصیت کو مجروح بلکہ معدوم کر دیا جائے۔

اس تحریک کے انتہائی خطرناک سانپوں اور ان کے دیگر حواری کیڑوں مکوڑوں (ان پر وہی کچھ نازل ہو جو، ابوغال کی قبر پر ہوتا ہے) نے، مصر میں عورت کو بے پردہ کر کے جو بے راہ روی پھیلائی، وہ ابھی تک ہمارے ذہنوں سے محو نہیں ہو سکی۔

اہلِ مغرب اور ان کے چوزے چیخ چلا رہے ہیں، اور شر کے قافلوں نیز اپنے ملعون تجربہ جو انہوں نے مصر پر ڈھایا، پر تالیاں پیٹنے میں مصروف ہیں، مصر میں بے پردگی کی دعوت کو رواج دیکر، جو اسلامی قدروں کی پامالی کے انہوں نے نظارے کیے، وہی خفیہ قدم اسلام کے قلعے اور چھاؤنی پر بھی چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ (واللہ المستعان)

عورت کے چہرے سے پردہ اتارنے کی تحریک، اس دور کی پیداوار نہیں ہے، قطعی نہیں، بلکہ اس کے تانے بانے، مدینہ منورہ میں یہودیوں کی تحریک سے جا ملتے ہیں، چنانچہ ابن ہشام نے بنو قینقاع کے یہودیوں کی جلاوطنی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہودی اس مسلمان خاتون کے چہرے کا پردہ ہٹانا چاہتے تھے جو ایک یہودی سے سامان خریدنے گئی تھی، اس خاتون نے پردہ ہٹانے سے انکار کر دیا تھا، پھر ان کا ردِ عمل جو بھی ہوا وہ مسلمانوں کی غیرت بھڑکانے کا سبب بن گیا اور پھر فوری طور پہ مدینہ منورہ سے ان کی جلاوطنی عمل میں آئی۔

دین کے محافظوں اور فضیلت کے پہرے داروں پر فرض ہے کہ وہ بھرپور قوت کے ساتھ، خیر خواہی کا فریضہ انجام دینے کی جدوجہد میں مصروف رہیں، اور ان مسموم ندی نالیوں کے سیلِ رواں کا سدِ باب کرنے کیلئے کوشاں رہیں، تاکہ وہ اس پاکیزہ اور معصوم جسم کی چیرہ دستی جیسے مکروہ عزائم میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

مگر یہ ایک حیران کن اور افسوس ناک حقیقت ہے کہ آج بہت سی مسلمان بہنیں بے پردگی کی بدبودار مٹی بلکہ ہولناک گڑھے میں گر چکی ہیں اور یوں غیور مسلمانوں کے کلیجے چھلنی ہو رہے ہیں، حالانکہ یہ بے پردگی ہمارے دین اور سلف صالحین کی عادت کے سراسر خلاف ہے، اس کے باوجود بے پردگی کا معاملہ رواج پکڑ رہا ہے اور اس کا ضرر بہتوں

کے بگاڑ کا سبب بن رہا ہے۔

عورت کے چہرے کی بے پردگی کی تحریک خطرناک تو ہے ہی، ساتھ ساتھ قطعی طور پہ علم سے پیاسی اور کوری تحریک ہے۔

میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ چہرے کی بے پردگی کی وجہ یہ قرار دی جائے کہ چہرے کا پردہ نہ کرنے والی خواتین کے دل ایمان کے تعلق سے پژمردہ ہو چکے ہیں، یا پھر ایمان کے چشمے خشک ہو چکے ہیں (کچھ عورتوں میں یہ تصور ممکن ہے بیشتر عورتوں میں نہیں) بلکہ ان کے اندر پائی جانے والی ظاہری عبادات اس تصور کی نفی کرتی ہیں۔

البتہ اگر یوں کہا جائے تو درست ہوگا کہ چہرے کی بے پردگی نے عورتوں کے اندر پائے جانے والے ایمان کو ضعیف اور مضمحل بنا دیا ہے، میں پورے وثوق سے کہنے کو تیار ہوں کہ خواتین کے چہرے ننگے کرنے کی اس بے راہ روی کی دعوت کے پسِ پردہ، وہ پوشیدہ جذبات وخواہشات ہیں، جن کیلئے بڑے قوی قسم کے شبہات کے ذریعے (بے پردگی کے) جواز کی سبیل فراہم کر دی گئی ہے۔

اور یہ سب کچھ نفسِ امارہ کا کیا دھرا ہے، جس نے نفسِ لوامہ سے پوری طرح محاذ آرائی مول لے کر، اس کی چنگاریاں یکسر بجھا ڈالیں اور حرکت ونشاط کو پوری طرح شل کر کے رکھ دیا، اوپر سے شبہات کی بھرمار! نتیجہ یہ کہ اب وہ پوری طرح جمود ورکود کا شکار ہو چکا ہے۔

اس موضوع پر لکھنے کا سبب

میں نے یہ مختصر سا رسالہ اس وقت تحریر کرنے کا عزمِ صمیم کر لیا جب میں نے دیکھا کہ شرعی حجاب کے اردگرد بہت سے حملے اور خطرے گھیرا ڈالنے کی کوشش میں مصروف ہو چکے ہیں۔

جب میں نے شکوک وشبہات کی دبے قدموں آہٹ محسوس کی، جو اسلامی اقدار کو مٹاڈالنے پر منتج ہوسکتی تھی؟ (واللہ المستعان)

چنانچہ میں نے یہ مختصر سی بحث تیار کی، تاکہ اس موضوع پر موجود دوسری ابحاث کے ساتھ شامل ہوکر، نفوسِ لوامہ میں حرکت ونشاط اور بیداری کے اعادہ، نیز جو ضمیر خوابِ غفلت سے سرشار ہیں، کو بیدار کرکے انہیں جھنجھوڑنے کا سبب بن جائیں؛ تاکہ یہ نفوس وضمائر اپنی رشد وسعادت کی طرف پلٹ آئیں۔

یہ ایک المیہ ہے کہ مغربی تسلط اور فکری جنگ ہمارے پاکیزہ معاشرے پر یلغار کئے ہوئے ہے، دریں حالات میری پوری کوشش رہی ہے کہ حق کے ان لشکروں کو جو اغیار کے ان طوفانوں بلکہ ان کے مکروہ عزائم جن کے ذریعہ وہ مسلمان بہنوں کے تشخص کو مجروح کرنے پر تلے ہوئے ہیں، کے آگے پوری قوت وبسالت کے ساتھ بند باندھنے میں مصروف ہیں، کو اس رسالہ کی صورت میں معقول حد تک مادۂ علمیہ میسر آجائے۔

نیز وہ لوگ بھی اس رسالہ سے پوری طرح مستفید ہوسکیں جو اغیار کی بدبودار سازشوں اور کوششوں کے ابطال کیلئے مصروفِ عمل ہیں، جن سازشوں کا ہدف مسلمان خاتون اور اس کا عزت وحشمت کے ساتھ اپنے گھر میں ٹکے رہنا، ہے۔

نیز وہ لوگ بھی فائدہ اٹھاسکیں جو بیدار ذہنوں اور کھلی آنکھوں کے ساتھ ان شیطانی تجویزوں اور وسوسوں کو ناکام بنانے کیلئے مستعد ہیں، معلوم ہے کہ ان شیطانی حملوں کی یلغار مسلم خاتون کے شرعی حجاب (جس میں چہرے کے ڈھانپنے کی فرضیت مسلم ہے) پر ہے، اپنی ان سازشوں کو کامیاب بنانے کیلئے انہوں نے کچھ بے اصل، وہمی اور جدلی استدلالات کا سہارا لیا ہے، جن کی بنیاد ان کے اپنے علم واجتہاد پر ہے اور جن کی حیثیت

محض شبہات کی ہے۔

حضرات! یہی میرا مقصد ومیلانِ طبع ہے، ہدف صرف اصلاح ہے:

[اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ][1]

یعنی: نہیں ہے میرا کوئی مقصد سوائے اصلاح کرنے کے، جتنی میں طاقت رکھتا ہوں اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

ولا احب لکم الا الصواب کما
احبہ وھو من خیر المقاصد لی

یعنی: میں آپ سب کیلئے صرف درستگی کا راستہ پسند کرتا ہوں، جیسا کہ اپنے لئے پسند کرتا ہوں، اور یہ سب سے بہترین مقصد ہے۔

رسالہ کی اہمیت

اہمیتِ رسالہ میں یہی کافی ہے کہ حجاب ایک شرعی فریضہ ہے، جو مؤمن عورتوں کو، کافر عورتوں سے، اور پاکدامن عورتوں کو فاجر عورتوں سے متمیز کرتا ہے۔ یہ تہذیب وتمدن کی ترقی کے مظاہر میں سے ایک بہترین مظہر ہے، اور انسانی معاشرے کی خوبیوں میں سے ایک نہایت عمدہ خوبی اور علامت ہے۔

اس رسالہ کا ہدف ایک ایسا پیغام نشر کرنا ہے جو یہ استحقاق رکھتا ہے کہ غیور قسم کے بھائیوں کی گردنیں اس کی طرف متوجہ ہوں اور مخلص دعاۃ کی نگاہیں اس کی طرف اٹھنے لگیں۔

[1] ھود: ۸۸

مہمّ رسالہ

حارث بن حدان، فتنہ کے بارہ میں فرماتے ہیں: ہر فتنہ شبہ کی پیداوار ہوتا ہے اور حجت اور بیان کے بعد راہِ فرار اختیار کر جاتا ہے۔

ہمارے اس رسالہ میں ان تمام شبہات کا تعاقب کیا گیا ہے جن پر ان لوگوں کا اعتماد تھا جو مسلم خاتون کو بے پردگی کی دعوت دینے میں کوشاں وحریص ہیں، چنانچہ رسالہ میں ان شبہات کی قلعی کھولی گئی ہے اور اختصار کے پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے علمی جواب دیئے گئے ہیں، جو ایک منصف شخص کیلئے کافی وشافی ہو سکتے ہیں۔

یہ تمام جوابات درحقیقت معتبر علمی مراجع کا خلاصہ ہیں، نیز متبحر اور ثقہ علماء کے علمی رُدود کا نچوڑ ہیں، ان جوابات نے مسئلہ کے تعلق سے التباس دور کر دیا ہے اور حق کا چہرہ روشن کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اسے آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے۔

البتہ وہ جاہلانہ قسم کے بے مقصد اعتراضات اور چرب اللسانی سے پیدا شدہ افکار، جو ان لوگوں کی گندی ذہنیت کے عکاس ہیں جو بے پردگی کے تعلق سے مبتلائے فتنہ ہو چکے ہیں، جن افکار کی حیثیت ایک ہوائی مفروضے کی سی ہے۔

ہم نے پہلے ان ہوائی مفروضوں کے ذکر سے صرفِ نظر کئے رکھنے کا سوچا؛ کیونکہ وہ کسی طرح بھی جواب کے مستحق نہیں ہیں اور یہ انتہائی ظلم ہوگا کہ قارئین کرام ان کو پڑھ کر اپنا وقت برباد کریں۔ لیکن پھر میں نے یہ طے کیا کہ ان میں سے کچھ مفروضوں کو انتہائی عجلت اور اختصار کے ساتھ ذکر کر دینا مناسب ہے؛ تاکہ ان کا رد بھی ہو جائے اور اس قسم کے دیگر مفروضے خود بخود باطل ہو جائیں۔

رسالہ کا اسلوب

میں نے اپنے اس رسالہ میں جملہ شبہات کے جوابات انتہائی خوبصورت پیرائے میں پیش کئے ہیں، تمام جوابات دلائل اور شرعی وعقلی شواہد کے ساتھ مزین ہیں، ساتھ ساتھ معنی کے سہل ہونے، عبارت کے واضح ہونے، اور کلمات کی عمدگی وحسن کی طرف بھی توجہ مبذول رکھی ہے۔

رسالہ کا منہج

میں نے اس رسالہ میں ہمیشہ اختصار کا پہلو ملحوظ رکھا ہے، ایک تو موقع محل اسی امر کا متقاضی تھا، دوسرا یہ حقیقت بھی پیشِ نظر تھی کہ پڑھنے والوں کی ہمتیں ماند پڑتی جارہی ہیں۔ میرے رسالے کا منہج حسبِ ذیل ہے:

○ پہلے حجاب کے تعلق سے وارد ہونے والا شبہ ذکر کرتا ہوں، پھر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے کچھ علم کی روشنی میں اس کا جواب ذکر کرتا ہوں، اس تعلق سے اہلِ علم کے جوابات، جن تک میری رسائی ہو پائی، بھی بیان کرتا ہوں، نیز ہر مسئلہ میں میری نظر میں جو احتمال سب سے قوی ہوتا ہے اس کا ذکر کرتا ہوں۔

○ میں نے اپنی اس کتاب کو بہت سے ابواب اور فصول کی طرف تقسیم کیا ہے؛ کیونکہ یہ اسلوب ذہن میں زیادہ محفوظ اور پڑھنے میں زیادہ واضح ہوتا ہے۔

○ احادیث کی تخریج بھی کر دی ہے، اس میں اختصار کے پہلو کو ملحوظ رکھا ہے اور احادیث کو ان کے اصل مراجع کی طرف منسوب کرنے کے ساتھ ساتھ، ان پر حکم بھی لگا دیا ہے۔

رسالہ کی تشکیل اور تخطیط

موجودہ صنعتِ تالیف کے مطابق، اس رسالے کے مضامین کی ترتیب وتنسیق قائم کی گئی ہے، چنانچہ یہ رسالہ ایک مقدمہ، ایک تمہید اور دو ابواب پر مشتمل ہے:

مقدمہ: مقدمہ جس کی حیثیت اس رسالہ کے چہرے کی سی ہے، چند افتتاحی نوعیت کی باتوں پر مشتمل ہے، نیز اس میں رسالہ کی وجہ تالیف، اہمیت، منہج اور تشکیل مذکور ہے۔

تمہید: یہ چند آداب کے بیان پر مشتمل ہے، پھر اس میں ایسے نکات موجود ہیں، جن سے پاکدامنی اور طہارت وعفاف کے تعلق سے شریعت کے مقاصد روشن ہوجاتے ہیں۔

پہلا باب: ان شبہات کے جوابات پر مشتمل ہے، جو چہرے کے پردے کے وجوب پر وارد کئے گئے ہیں، اس باب کے تحت 12 فصلیں ہیں:

پہلی فصل: ان شبہات کے بیان میں ہے جو معترضین نے وجوبِ حجاب کے دلائل پر وارد کیے ہیں۔

دوسری فصل: بے پردگی کے قائل حضرات اپنے مؤقف کیلئے جن شبہات کا سہارا لیتے ہیں، ان میں سے ہر شبہ کے تعلق سے کچھ جواب طلب امور کی وضاحت ضروری ہے، جنہیں اس فصل میں بیان کیا گیا ہے۔

تیسری فصل: ان شبہات کے بیان میں جو آیاتِ حجاب میں قلتِ فہم کی بناء پر پیدا ہوئے۔

چوتھی فصل: اُن شبہات کے بیان میں جو ایسی احادیث پر مشتمل ہیں جن کی تصحیح میں تساہل کارفرما ہے۔

پانچویں فصل: ان شبہات کے بیان میں، جو کسی عذرِ شرعی کی بناء پر محلِ نزاع سے خارج ہوجاتے ہیں۔

اس کے تحت تین فروع ہیں:

پہلی فرع: اس شبہ کا ذکر جس میں مذکور عورت عمر رسیدہ ہے، جسے نہ تو نکاح کی رغبت ہے نہ امید۔

دوسری فرع: اس شبہ کا ذکر جس میں مذکور عورت کے چہرے کی بے پردگی کی وجہ یہ ہے کہ اسے پیغامِ نکاح دینا مقصود تھا۔

تیسری فرع: اس شبہ کا ذکر جو آیتِ حجاب کے نزول سے قبل سے متعلق ہے۔

چھٹی فصل: ایسے شبہات کے بیان میں، جو کسی احتمال کے پیدا ہونے کی وجہ سے قابلِ استدلال نہیں رہتے۔

ساتویں فصل: ان شبہات کے بیان میں جو غلط استنباطات پر مبنی ہیں۔

آٹھویں فصل: ان شبہات کے بیان میں، جن میں مذکور بعض اشیاء یا مسمیات کی حقیقت کے تعین یا فہم میں، لوگ وہم کا شکار ہوگئے۔

نویں فصل: رائے اور تقلید کی بناء پر استدلال۔

دسویں فصل: ان شبہات کے بیان میں، جو کسی طرح بھی ان کے مؤقف پر دلالت نہیں کرتے۔

گیارھویں فصل: کچھ عقلی شبہات جو نا قابل تسلیم ہیں۔

بارھویں فصل: ایسے شبہات جو باطل قسم کے اعتراضات پر قائم ہیں۔

دوسرا باب: ان شبہات کے بیان میں جو ہاتھوں کو ڈھانپے رکھنے کے وجوب کے تعلق

سے پیدا کیے گئے ہیں، اس کے تحت تین فصول ہیں:

پہلی فصل: ان شبہات کے ذکر میں جو باعتبارِ سند ضعیف ہیں۔

دوسری فصل: ان شبہات کے ذکر میں جو محلِ نزاع سے خارج ہیں، اس کے تحت تین فروع ہیں۔

تیسری فصل: ان شبہات کے بیان میں جو فاسد قسم کے استنباطات پر مبنی ہیں۔

خاتمہ: اور یہ چند اہم نتائج پر مشتمل ہے۔

مصادر ومراجع کی فہرست۔

تمہید

اے میری مسلمان بہن! (اصل کتاب سے قبل) ایک مقدمہ پیش خدمت ہے، جس کا مطالعہ تجھے حرارتِ ایمانی فراہم کرے گا، یہ انتہائی لائقِ اہتمام ہے، اس کا محور ومدار دینی حشمت وحیاء ہے، اور اس کی تمام باتیں کتاب وسنت کے صافی چشموں سے ماخوذ ہیں۔

یہ مقدمہ چند آداب کے بیان پر مشتمل ہے، جس کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ حجاب (پردہ) کے تعلق سے یہی آداب صحیح مذہب کی مکمل ترجمانی کرتے ہیں، یہی جمہور اہلِ علم کا مؤقف ہے جو شرعی قواعد اور مقاصد سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

چنانچہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک عورت کا چہرہ اور دونوں ہاتھ پردہ ہیں، ان میں سے کوئی چیز، کچھ بھی اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں ہے۔

اس کے برخلاف جو لوگ چہرہ اور ہاتھوں کے پردہ کے قائل نہیں ہیں، ان کا یہ موقف انتہائی بدترین ہے؛ ایک تو اس لئے کہ یہ اسلامی اصول وقواعد کے خلاف ہے، دوسرا شرعی مقاصد کے بھی منافی ہے، اس کے ساتھ ساتھ گمراہ کن لوگوں کو بڑی تقویت فراہم کرنے والا ہے، نیز انتہائی وسیع وعریض فتنہ وفساد کا دروازہ ہے۔

اس حقیقت کا ادراک ہر اس شخص کو ہوگا جو درجِ ذیل آداب کا بڑے غور وخوض کے ساتھ مطالعہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آداب ذکر فرما کر، ایک مسلمان عورت کی حفاظت وصیانت کا کیا خوب بندوبست فرما دیا ہے۔

پہلا ادب

پہلا ادب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

[وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ][1]

ترجمہ: اور جب تم اُن (عورتوں) سے کسی چیز کا سوال کرو تو پردہ کے پیچھے سے سوال کرو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کی پاکیزگی کا باعث ہے۔

ملاحظ کیجئے کہ اخلاقی بگاڑ سے بچاؤ کیلئے پردہ کیسی ڈھال ہے، بلکہ حفاظت وحصار کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔

دوسرا ادب

دوسرا ادب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

[فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا][2]

ترجمہ: نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔

ثابت ہوا کہ عورت کا پردہ میں ہوتے ہوئے، نرم لہجے سے بات کرنا بھی فتنہ انگیز ہے (لہذا اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا) تو پھر مجھے بتایئے اور سمجھایئے کہ ایک عورت اپنے میک اپ زدہ چہرے کو کھول کر کسی اجنبی سے بات کرے، تو کیا فتنہ کی سنگینی شدید تر نہ ہوجائے گی؟

تیسرا ادب

تیسرا ادب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

۱ الاحزاب:۵۳

۲ الاحزاب:۳۲

[وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ][1]

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو۔

اس آیتِ کریمہ کے پیشِ نظر، عورتوں کے کردار کو اپنے گھروں کو ٹھکانہ بنائے رکھنے اور باہر نہ نکلنے کی جانب مبذول کرایا گیا ہے (گویا امورِ خانہ کی سیاست ہی عورتوں کی جدوجہد کا محور ہے)

ابن العربی فرماتے ہیں: مجھے ایک ہزار سے زائد بستیوں میں جانے کا موقع ملا ہے، میں نے نابلس کی عورتوں سے زیادہ، اپنے بچوں اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرنے والی عورتیں نہیں دیکھیں، نابلس وہ شہر ہے جس میں ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔

ابن العربی مزید فرماتے ہیں: میں نے نابلس میں کئی مہینے قیام کیا، میں نے جمعہ کے دن کے علاوہ، دن کے وقت کسی راستے پر کبھی کوئی عورت نہیں دیکھی، نابلس کی عورتیں جمعہ کے روز نکلا کرتی تھیں، حتی کہ پوری مسجد ان سے بھر جایا کرتی تھی، اور جب نماز ادا ہوجاتی تو وہ اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ آتیں، اور پھر اگلے جمعہ تک کوئی خاتون دکھائی نہ دیتی۔

اور میں نے مسجدِ اقصیٰ میں بھی کئی پاک دامن عورتوں کو دیکھا ہے جو اپنے حُجروں سے کبھی باہر نہ آتیں، حتی کہ وہیں ان کی وفات ہوجاتی۔[2]

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا: کیا وجہ ہے آپ دوسری خواتین کی طرح حج یا عمرہ کیلئے

۱ الاحزاب:۳۳

۲ احکام القرآن للابن العربی۔ ۳/۱۵۳۵

کیوں نہیں جاتیں؟ فرمایا: میں حج بھی کر چکی ہوں اور عمرہ بھی، مجھے میرے رب نے اپنے گھر میں ٹکے رہنے کا حکم دیا ہے، لہذا اللہ کی قسم! میں اپنے گھر سے ہرگز باہر نہ نکلوں گی حتی کہ موت آجائے۔ (محمد بن سیرین فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! وہ اپنے حجرہ کے دروازے سے کبھی باہر نہ نکلیں، حتی کہ وفات کے بعد ان کا جنازہ برآمد ہوا۔)[1]

اور محمد بن سیرین کی اپنی بیٹی حفصہ رحمہا اللہ کی حالت یہ تھی کہ تیس سال اپنی نماز کے کمرہ کے اندر گذار دیئے، صرف آرام یا قضائے حاجت کیلئے ہی باہر آتیں۔

اے وہ عورتو! جن کیلئے گھروں کے کمروں کے اندر کپڑے لٹکائے جاتے ہیں (یعنی حجلۂ عروسی) اسی قسم کے کردار سے مَردوں کی حرص وہوس سے بچنا ممکن ہے۔

میری مسلمان بہنو! شریر قسم کے لوگوں کی چکنی چپڑی باتیں، بڑی قوت سے سامنے آکر بہلانے پھسلانے کا کام کر رہی ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس طوفانِ بدتمیزی کے آگے بند باندھنے والے یا تو ناپید ہو چکے ہیں یا انتہائی کمزور، لہذا اپنے گھروں کو لازم پکڑ لو، پھر اپنے گھروں کو لازم پکڑ لو اگر فلاح چاہتی ہو۔

عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا رات کے وقت مسجد جانے کیلئے اپنے گھر سے نکلا کرتی تھیں، پھر نکلنا چھوڑ دیا، پوچھا گیا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: میں ان دنوں نکلا کرتی تھی جب لوگ واقعی لوگ تھے (یعنی شریفانہ ماحول تھا) اب تو لوگوں میں بہت بگاڑ آچکا ہے، لہذا میرے گھر کی چاردیواری میرے لئے کافی ہے۔[2]

---

[1] أخرجه عبد بن حميد وابن المنذر: الدر المنثور ٢٠٠، ٦/٥٩٩

[2] عيون الأخبار للابن قتيبة ٤٠١، ٤٠٠/٤

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو یہ ترغیب دلائی ہے کہ وہ اپنے گھروں کو ہی ٹھکانہ بنائے رکھیں، بلکہ گھروں کے کسی انتہائی اندرونی کمرے کو۔ اور ایسی خواتین کو ان الفاظ میں بشارت دی:

(من قعدت -أو كلمة نحوها- منكن في بيتها فإنها تدرك عمل المجاهدين في سبيل الله تعالى)[1]

یعنی: جو عورت اپنے گھر کے کسی اندرونی حصہ میں بیٹھی رہے، وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے عمل کا اجر پالے گی۔

ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی منقول ہے:

(أقرب ما تكون من وجه ربها وهي في قعر بيتها)[2]

یعنی: وہ عورت سب سے زیادہ اپنے رب کے چہرے کے قریب ہے، جو اپنے گھر میں کسی اندرونی حصہ میں بیٹھی رہتی ہے۔

عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (إن أحب صلاة تصليها المرأة إلى الله في أشد مكان في بيتها ظلمة)[3]

یعنی: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو کسی

---

[1] البزار (مختصر الزوائد: ١٠٤٢) ہیثمی کہتے ہیں اسے ابویعلی اور بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں روح بن المسیب راوی ہے جسے ابن معین اور بزار نے ثقہ کہا ہے جبکہ ابن حبان اور ابن عدی نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزاوند: ٤/٣٠٤)

[2] صحيح ابن خزيمة ١٦٨٥ / صحيح ابن حبان ٥٥٩٩، ٥٥٩٨

[3] صحيح ابن خزيمة ١٦٩١ ہیثمی کہتے ہیں اسے طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔ (مجمع: ٢/٣٥)

عورت کی سب سے زیادہ وہ نماز پسند ہے، جو وہ اپنے گھر کے سب سے تاریک حصہ میں ادا کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے ام حمید رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: میں جانتا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ نماز پڑھنا بہت پسند ہے، لیکن تمہاری وہ نماز زیادہ بہتر ہے جو تم اپنے گھر کے اندرونی کمرہ میں ادا کرو، اس کے بعد وہ نماز ہے جو اپنے گھر کے کمرہ کے کسی بیرونی حصہ میں ادا کی جائے، اس کے بعد وہ نماز ہے جو تم اپنی قوم کی مسجد میں ادا کرو، اس کے بعد وہ نماز ہے جو تم میری مسجد میں ادا کرو۔

ام حمید نے یہ حدیث سن کر اپنے لئے، اپنے گھر کے اندر سب سے دور اور تاریک حصہ میں مسجد بنانے کا حکم دے دیا، چنانچہ وہ وہیں نماز پڑھتی رہیں، حتی کے اپنے پروردگار سے جاملیں۔[1]

چوتھا ادب

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہے:

[وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى][2]

ترجمہ: اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو۔

امام لیث رحمہ اللہ تبرج کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عورت کا اپنے چہرے

[1] صحیح ابن خزیمة ۱۶۸۹ /صحیح ابن حبان ۲۲۱۷ ۔ہیثمی نے کہا ہے اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں، سوائے عبداللہ بن سوید الانصاری کے، اسے ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ (مجمع: ۳۴، ۲/۳۳)

[2] الاحزاب: ۳۳

اور جسم کے محاسن کو ظاہر کرنا تبرج ہے، ساتھ ساتھ اس کی نگاہوں سے حسنِ نظر یعنی اشتیاق جھلکتا ہو۔[1]

لسان العرب میں ہے: عورت کا اپنے چہرہ کو ننگا کرنا ہی تبرج ہے۔

ابوحیان فرماتے ہیں: زمانۂ جاہلیت کا رواج یہی تھا کہ آزاد عورت اور لونڈی دونوں، صرف قمیض اور دوپٹہ لئے باہر نکلا کرتی تھیں، نیز اپنا چہرہ کھلا رکھتی تھیں۔[2]

آج کی رات، کل کی رات سے کس قدر مشابہ ہے (یعنی آج کے دور کی خواتین کی بے پردگی دیکھ کر یہی محسوس ہوتا ہے کہ کل کا دور یعنی زمانۂ جاہلیت لوٹ آیا ہے)

چنانچہ بازار، خواتین کے بے تحاشہ ہجوم کے باعث اپنی تنگ دامنی کا منظر پیش کر رہے ہوتے ہیں، اور تمام خواتین (الا ماشاءاللہ) بے پردہ ہوتی ہیں۔

ایسے مقامات کس قدر ان منبروں کے محتاج ہیں، جن پر کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر یہ حدیث بار بار سنائی جائے (شر نسائكم المتبرجات) یعنی: تمہاری سب سے بدترین عورتیں وہ ہیں جو بے پردہ گھومتی پھرتی ہیں۔[3]

پانچواں ادب

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہے:

[وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ][4]

[1] روح المعانی ۱۱/۸

[2] البحر المحیط ۲۴۰/۷

[3] البیہقی الکبری ۸۲/۷، بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔

[4] نور: ۳۱

ترجمہ: اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے خاوندوں کے......الآیۃ۔

زینت دو طرح کی ہے: ایک پیدائشی، جیسے: چہرہ اور ہاتھ، دوسری مصنوعی اور بناوٹی، جیسے: سرمہ، خضاب اور زیور وغیرہ۔ (بمطابق فرمانِ باری تعالیٰ ان تمام زینتوں کو ظاہر کرنا حرام ہے)

چھٹا ادب

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہے:

[وَلَا يَضۡرِبۡنَ بِأَرۡجُلِهِنَّ لِيُعۡلَمَ مَا يُخۡفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ][1]

ترجمہ: اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔

ایک خاتون کیلئے پاؤں پٹخ پٹخ کر چلنا بھی ناجائز قرار دیا گیا ہے، اور اگر پاؤں میں پازیب پہن رکھی ہے تو اس کی جھنکار بھی مَردوں کے احساسات بھڑکانے کا سبب بنتی ہے۔

ساتواں ادب

ساتواں ادب بہت سے شرعی نصوص سے حاصل ہوتا ہے، جن کا مدار یہ نکتہ ہے کہ خواتین اجنبی مردوں سے پردہ کرنے میں بہت مبالغہ اختیار کریں۔

اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک موٹی قبطی چادر پہنائی، آپ کو وہ چادر دحیہ کلبی نے تحفۃً دی تھی، میں نے وہ چادر اپنی بیوی کو پہنا دی، ایک دن رسول اللہ

---

[1] النور: ۳۱

ﷺ نے مجھ سے پوچھا: تم کبھی وہ قبطی چادر کیوں نہیں پہنتے؟ عرض کیا: وہ میں نے اپنی بیوی کو دے دی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے حکم دو کہ وہ اس چادر کے نیچے بھی کوئی کپڑا جوڑ لے، مجھے ڈر ہے کہ اس کے جسم کی ہڈیوں کا حجم واضح ہو سکتا ہے۔[1]

عبداللہ بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں چادریں تقسیم کیں، پھر فرمایا: یہ چادریں اپنی بیویوں کو مت پہنانا، ایک شخص نے کہا: امیر المؤمنین میں نے اپنی چادر اپنی بیوی کو پہنا دی ہے، اور گھر میں کام کاج کے دوران میں نے اسے آتے جاتے دیکھا ہے، اس میں سے اس کے جسم کی نمائش دکھائی نہیں دی، تو آپ نے فرمایا: جسم اگرچہ نہ جھلکتا ہو لیکن اس چادر میں اس کے جسم کے نشیب و فراز ضرور واضح ہونگے۔[2]

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں کچھ جہنمی عورتوں کا ذکر فرمایا ہے، جن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(نساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة، قال: لايدخلن الجنة ولايجدن ريحها وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا)[3]

---

[1] احمد، بحوالہ الفتح الربانی: ۱۷/۳۰۰، ۳۰۱۔ ابن ابی شیبۃ، بزار، ابن سعد، طبرانی، بیہقی بحوالہ نیل الاوطار ۲/۵۴۸۔ المختارۃ للضیاء ۱۳۶۵ا۔ ہیثمی فرماتے ہیں سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ہے جس کی حدیث حسن درجہ کی ہے اگرچہ اس میں کچھ ضعف بھی ہے، جبکہ بقیہ تمام رواۃ ثقہ ہیں۔ (الفتح الربانی: ۱۷/۳۰۱)

[2] البیہقی الکبری ۲/۲۳۴ امام بیہقی نے کہا ہے اس مرسل اثر کا موصول سند کے ساتھ شاہد موجود ہے۔

[3] مسلم: ۲۱۲۸

یعنی: وہ عورتیں لباس پہنی مگر برہنہ ہونگی، (اپنی اداؤں سے) مَردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود ان کی طرف مائل ہونے والی ہونگی، ان کے سر اونٹنی کی کوہان کی مانند ہونگے، فرمایا: یہ عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوسکیں گی نہ ہی اس کی خوشبو پاسکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو میلوں دوری سے محسوس ہوجائے گی۔

لباس پہنی برہنہ عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں، جن کا لباس یا تو مختصر ہو جو پورے بدن کو ڈھانپنے سے قاصر ہو، یا باریک ہو جس سے جسم کی چمڑی جھلکتی ہو، یا اس قدر تنگ ہو، جس سے جسم کے نشیب وفراز نمایاں ہوتے ہوں۔

آٹھواں ادب

آٹھواں ادب، رسول اللہ ﷺ کی اس صحیح حدیث میں مذکور ہے:

(لاتمنعوا إماء الله مساجد الله،ولكن ليخرجن وهن تفلات)

یعنی: اللہ کی بندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مساجد میں آنے سے مت روکو، اور انہیں چاہیے کہ وہ گھر سے خوشبو اور سنگھار کے بغیر نکلیں۔[1]

ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی ثابت ہیں: (وبيوتهن خير لهن) یعنی: (بہرحال) ان کے گھر، ان کیلئے بہتر ہیں۔[2]

ان احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کیلئے، اپنے گھروں کو ٹھکانہ بنائے رکھنے کو پسند فرمایا ہے، اور اگر انہیں گھر سے باہر جانا پڑے تو خوشبو کے استعمال کے بغیر جائے، نیز ایسی کسی زیب وزینت کا اظہار بھی نہ کرے جو مردوں کی شہوات کو برانگیختہ

[1] ابوداؤد: ۵۶۵

[2] ابوداؤد: ۵۶۷

کرنے کا سبب بنے۔

نواں ادب

یہ ادب موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں، قرآن نے ذکر کیا ہے:

[وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاۗءُ][1]

ترجمہ: اور دو عورتیں الگ کھڑی اپنے (جانوروں کو) روکتی ہوئی دکھائی دیں، پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے، وہ بولیں کہ جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں......۔

اس آیتِ کریمہ میں ان دونوں عورتوں کے عمل کو سراہا گیا ہے، جو مردوں سے بالکل الگ تھلگ کھڑی تھیں، اور ان کے رویے سے شدت کی ناراضگی ٹپک رہی تھی۔

خواتین کے تعلق سے یہ ایک ازلی یعنی ہمیشہ کا ادب محسوس ہوتا ہے، [فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ] یہ اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔

ابو اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے، راستے میں دیکھا کہ مرد اور عورتیں ساتھ ساتھ چل رہی ہیں، ارشاد فرمایا: اے عورتو! پیچھے ہٹو، راستے کے بیچوں بیچ چلنا، تمہارا کام نہیں ہے، بلکہ تم کنارے کنارے چلو۔

یہ سن کر عورتیں اس طرح کنارے سے لگ گئیں کہ دیواروں سے چپک کر چلنا شروع کر دیا، حتی کہ بعض اوقات ان کا کپڑا دیوار میں اٹک جاتا۔[2]

[1] القصص: ۲۳

[2] ابوداؤد: ۵۲۷۲ وغیرہ۔ بہت سے اہلِ علم نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ صحیح ابن حبان (۵۶۰۱) میں اس حدیث کا شاہد بھی موجود ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، جب رسول اللہ ﷺ مسجد کی تعمیر فرما چکے تو ایک دروازہ عورتوں کیلئے مخصوص کر دیا اور فرمایا: (لایلجن من هذا الباب من الرجال أحد) یعنی: اس دروازے سے کبھی کوئی مرد داخل نہ ہو۔[1]

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی: آج میں نے بیت اللہ کا طواف کیا ہے اور سات چکروں کے دوران دو یا تین بار حجر اسود کو بوسہ دیا ہے، ام المؤمنین نے فرمایا: تجھے اللہ اس کا اجر نہ دے، تجھے اللہ اس کا اجر نہ دے، یقیناً تو نے مردوں کو دھکیلا ہوگا، تو تکبیر کہہ کر (ہاتھوں سے استلام کر کے) گذر کیوں نہ گئی؟[2]

دسواں ادب

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہے:

[قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ][3]

ترجمہ: مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ یہی ان کیلئے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔ مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں......۔

[1] الحلیۃ لابی نعیم ۱/۳۱۳، دیکھئے سنن ابی داؤد ۱/ ۳۱۷۔

[2] البیہقی الکبری ۵/۸۱

[3] النور: ۳۰۔۳۱

آنکھیں، فسق وفجور کی نامہ بر ہیں، جس پر چڑھنے کی سیڑھی بے پردگی ہے، اور (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ نے شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم حفاظتِ شرمگاہ کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز کی حفاظت کو بھی مشتمل ہے جو اس حکم کی تکمیل کیلئے وسیلہ ہے؛ کیونکہ جو حکم کسی مقصد کیلئے ہوتا ہے تو اس کے وسائل بھی اس حکم میں داخل ہوتے ہیں۔

یہ مکمل دس آداب ہیں جنہیں شریعتِ حکیمہ نے بیان کیا ہے تا کہ شر کو جڑ سے ختم کیا جائے اور فتنہ وفساد کے ہر راستہ کو بند کر دیا جائے، بلکہ ہر اس سوراخ کو پُر کر دیا جائے، جس کی فتنہ تک رسائی ہو۔

اب اس دور میں جو شخص عورتوں کو چہرہ کھولنے کا فتویٰ دے تو اس کا یہ فتوی، تقویٰ وطہارت کی پاکیزہ عمارت کو ڈھا دینے والی کدال سے کم نہیں، یہ فتویٰ تو عفت وپاکیزگی کی اس چادر کو تار تار کر دینے والا ہے، جسے مذکورہ شرعی آداب نے بُنا ہے۔

اور کیسے نہ ہو جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ امواجِ فتن جوش میں ہیں، اور عصرِ حاضر کے پرفتن میڈیا کی بپھری ہوئی ہوائیں، دینی پردہ کی طنابوں کو جڑ سے اکھیڑ دینے اور عفت وپاکدامنی کی حدود کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے درپے ہیں اور انسانی بھیڑیئے جو گدلے پانی میں شکار کے عادی ہیں، اور ہر قسم کی شہوات وشبہات کے پیچھے، کتے کی طرح زبان نکالے، قعرِ مذلت میں کودنے کیلئے مستعد ہیں جو مواقع سے ناحق فائدہ حاصل کرنے کی پوری مہارت وصلاحیت رکھتے ہیں۔

اور اس کے پہلو بہ پہلو وہ عورتیں بھی دکھائی دیتی ہیں، جو مغربیت کا لبادہ اوڑھے، خواہشات کے ہر داعی کی دعوت پر لبیک کہنے کیلئے ہر وقت تیار رہتی ہیں، آبگینۂ عزت کو بری طرح ٹھیس پہنچانا ہی ان کا فن اور پیشہ ہے، جن کا اخلاقی پیمانہ، قلتِ حیاء کا مظہر ہے،

مختلف مواقع پر رونما ہونے والے فیشن شو اس ذلت کی نشاندہی کیلئے، بین ثبوت ہیں۔

ایک شاعر اسی معاشرہ کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے:

كأن الثوب ظل في صباح
يزيد تقلصا حينا فحينا

فیشن زدہ عورتوں کا لباس، صبح کے سائے کی مانند ہے، جو رفتہ رفتہ سکڑتا جاتا ہے۔

شیخ علی الطنطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایک دفعہ گرلز ہائی اسکول کی ایڈمنسٹریڈ، مدرسہ بغیر چہرہ کا پردہ کئے آئی، تو سارے دمشق نے اس کے خلاف بائیکاٹ میں کام کاج چھوڑ کر اس قدر مظاہرہ کیا کہ حکومت پر دباؤ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے اور حکومت نے اس کو پردہ کے احکامات جاری کرنے کے ساتھ ساتھ سزا بھی دی، جبکہ اس نے صرف اپنے چہرہ کا پردہ نہیں کیا تھا۔ (باقی پورا جسم ڈھکا ہوا تھا)

(آگے شیخ فرماتے ہیں) وہ دمشق جس کے بارے میں ہم جانتے تھے کہ وہاں کی بچیاں دس سال کی عمر سے مکمل پردہ کرتی تھیں، آج میں وہاں دیکھتا ہوں کہ سولہ سال کی لڑکیاں بازاروں میں اس طرح گھوم رہی ہیں کہ ان کی پنڈلیاں تک عریاں ہیں اور ان کے سینوں کے ابھار کی حرکت اس قدر نمایاں ہے، کہ گندی و فاسق نگاہیں انہیں نوچ کھائیں۔[1]

اور یہ مشاہداتی واقعہ اسی بات کی تائید و تاکید کرتا ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ چہرہ کا پردہ نہ کرنا بے پردگی اور فحاشی (زنا) کا آغاز ہے، اور جب بھی بے پردگی کسی معاشرہ کا

---

[1] ذکریات للطنطاوی ۳۰۸، ۵/۲۹۱

حصہ بنتی ہے تو اسے اس طرح برباد کرتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو خراب کرتا ہے۔

اب نبی ﷺ سے وارد ہونے والی ایک زبردست تنبیہ پر غور و فکر کیجئے:

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(ماتركت بعدي فتنة أضر على الرجال من النساء)

یعنی: میں نے اپنے جانے کے بعد مردوں کیلئے عورتوں سے زیادہ خطرناک فتنہ نہیں چھوڑا۔[1]

اسی طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

(اتقوا النساء فإن أول فتنة بني اسرائيل كانت في النساء)

یعنی: عورتوں (کے فتنوں) سے بچو، اس لئے کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے تھا۔[2]

اسی طرح مسند السراج میں علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے:

(أخوف ما أخاف على أمتي النساء والخمر)

یعنی: مجھے سب سے زیادہ اپنی امت پر ڈر و خوف عورتوں اور شراب کی وجہ سے ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

پچھلے لوگ جو گذر گئے ان کے کفر کا سبب صرف عورتیں تھیں اور جو رہ گئے ان کا کفر بھی عورتوں کی وجہ سے ہوگا۔[3]

---

[1] البخاری: ۳۸۰۸/مسلم: ۲۷۴۰

[2] مسلم: ۲۷۴۲

[3] روضۃ المحبین لابن القیم ص ۹۶

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت مردوں کیلئے کتنا بڑا فتنہ ہے، اور وہ اہل مغرب جو مسلمان عورتوں کو بے پردہ کرنے کے راگ الاپ رہے ہیں، ان کے پسِ پردہ ان کی خطرناک سازش وخواہش بھی بے نقاب ہوجاتی ہے؛ کیونکہ یہ لوگ (اہل مغرب) جان چکے ہیں کہ بے پردگی اخلاقی بگاڑ کا سبب ہے، اور خاندان کے باہمی ربط (حفظِ نسل) کیلئے ناسور ہے اور نوجوان نسل کی بربادی کا ذریعہ ہے اور اسلام واسلامی ملکوں کی تباہی کی ابتداء ہے۔

افسوس ہائے افسوس! کفارِ مغرب ان اشارات نبویہ اور اس دور اندیشی سے کس طرح آگاہ ہوئے، (لہذا انہوں نے ہم مسلمانوں کی اقدار کو پامال کرنے کیلئے بے پردگی کا ہتھیار پورا پورا ہمارے خلاف استعمال کیا اور ہمیں اپنے جال میں پھنسانے میں کامیاب ہوگئے) جبکہ دورِ حاضر کے بعض نامی گرامی مسلمان بے پردگی کی خطورت سے غافل رہے، اور بے پردگی کے مسائل میں الجھ کررہ گئے۔ (اور کفارِ مغرب کی بولی بولنے لگے)

ہائے افسوس کہ وہ کوتاہ بین تھے، اور اس مسئلہ میں کس قدر فقہی تنگ نظری کا شکار ہوگئے، جبکہ آج ہم ایسے دور سے گذر رہے ہیں جو حفظِ نصوص وآثار اور جمعِ مسائل سے زیادہ ایسی عقلِ سدید کا محتاج ہے جس میں دور اندیشی کے ساتھ معاملہ فہمی بھی ہو۔

جو لوگ خواتین کیلئے چہرہ کھلا رکھنے اور پردہ نہ کرنے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اگر یہ جان لیں کہ یہ فتویٰ دیکر (بلا قصد وارادہ ہی سہی) وہ ملحدین کے دست وبازو بنے ہوئے ہیں اور ان کا یہ فتوی لادینیت پھیلانے والوں کے مقاصد کی تکمیل کیلئے کارآمد ثابت ہورہا ہے، تو وہ اپنے اس فتوی سے گریز کرتے، جبکہ اہل مغرب نے ان کے اس فتویٰ کو ہاتھوں ہاتھ قبول کیا اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارہ کے مصداق اسے اخلاقی گراوٹ (یا

بربادی) کیلئے تھام لیا۔

اور یہ تو انکا کھویا ہوا سرمایہ ہے جسے یہ ڈھونڈ رہے ہیں اور ایسا خار ہے جس میں وہ حجاب کو الجھا رہے ہیں تاکہ وہ اس حجاب کے بعد لباس کو عریانی کے ٹکڑوں میں بکھیر کر اڑادیں۔ (اور چہرہ کی بے حجابی سے شروع ہوکر رفتہ رفتہ عورت کو نیم برہنہ کرکے چھوڑ دیں، تاکہ فساد اپنی آخری حدود تک پہنچ جائے۔ والعیاذ باللہ)

تو اے علماءِ اسلام ذرا ٹھہریئے! کیا فساد وضرر کو ختم نہیں کیا جاتا، بلاشبہ بے پردگی (چہرہ کھولنا) ایک زہر قاتل اور موذی مرض ہے، اور ایک بھوکا حملہ آور بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ کو اس کے مالک کیلئے اتنا برباد نہیں کرتا جتنا ایک ایسے معاشرہ کو جو خواہشات اور نفس کا پجاری ہے، بے پردگی نقصان پہنچاتی ہے اور یہ ہمارا (پرفتن) دور ہے، آنکھیں کھول کر اس کی خطورت کا اندازہ لگاتے ہوئے، بچاؤ کی تدبیریں کیجئے۔

جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے متعہ سے متعلق فتویٰ کے بارے میں لوگوں کے توسع کا علم ہوا تو انہوں نے بھری مجلس میں برملا اس کی حرمت کا اعلان کردیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحابہ کے دور میں لونڈیاں کھلے سر راستوں میں چلا کرتی تھیں اور صافی قلب کے ساتھ، مَردوں کی خدمت کیا کرتی تھیں (اور کسی قسم کے فساد کا اندیشہ نہ ہوتا؛ کیونکہ دل صفائی اور تقویٰ کے نور سے منور ہوتے) لیکن آج کے دور میں اگر کوئی شخص خوب صورت ترکی لونڈیاں، لوگوں کے بیچ، ان کی خدمت کیلئے چھوڑ دے، جب کہ معلوم ہے کہ حالات کیسے ہیں اور ہمارے علاقوں میں بگاڑ کی کیا صورتِ حال ہے، تو یہ بات بہت بڑے فساد کا

موجب ہوگی۔[1]

شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں: اگر لونڈی کے تعلق سے کسی فتنے کا خوف ہو، تو ضروری ہے کہ وہ بھی چادر اوڑھ کر پردے میں آجائے۔[2]

امام ابن القیم رحمہ اللہ ان لوگوں پر جو قاضی کے اپنے علم کی روشنی میں فیصلہ کرنے کے جواز کے قائل ہیں، رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگرچہ حاکم کا اپنے علم کی روشنی میں فیصلہ صادر کرنا درست ہے، مگر ضروری ہے کہ اس دور کے قاضیوں کو اس سے روکا جائے۔

میری مسلمان بہن! دین اسلام نے غیرت کے تعلق سے جو شعور دیا ہے، اسے انتہائی وسعتِ نظر کے ساتھ دیکھ اور قبول کر لے۔

بلاشبہ حجاب، ہمارے پروردگار کی شریعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے انتہائی قطعی فریضے کے طور پر، تجھ پہ فرض ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ فریضہ، کسی دانشور کی ذاتی پسند یا ناپسند پر مبنی گفتگو کے تابع نہیں ہے۔

نبی ﷺ کے دور کی پاکیزہ اور پاکدامن عورتیں، کس تیزی اور مبالغہ کے ساتھ، پردے کے حکم کو قبول کرتی تھیں، اس حدیث سے ملاحظہ ہو:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! میں نے انصار عورتوں سے زیادہ افضل، کوئی عورت نہیں دیکھی، جب (رات کے وقت) سورۃ النور کی یہ آیت نازل ہوئی: [وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ][3]

[1] مجموع الفتاوی ۱۵/۴۱۸

[2] مجموع الفتاوی ۱۵/۳۷۳

[3] النور: ۳۱

یعنی: اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔ تو ان کے شوہر اس آیت کریمہ کو لے کر اپنے اپنے گھروں میں پہنچے اور گھر کی خواتین کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنا دیا، راتوں رات انصار عورتیں اپنے کمبلوں میں سے اوڑھنیاں نکال کر، ان میں لپٹ کر (فجر کی نماز میں) حاضر ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تصدیق اور ایمان کا کیا خوبصورت عملی مظاہرہ ہے۔[1]

رسول اللہ ﷺ کے دور کی خواتین کے پردے کے ان مظاہر کو، صدیوں بعد تک خواتین نے اپنائے رکھا، لیکن پھر ایسی ناخلف عورتیں پیدا ہوئیں، جنہوں نے شرعی حجاب اور اس کے تشخص کو ضائع کر کے رکھ دیا۔

میری مسلمان بہن! تجھے اہل مغرب کی طرف سے اور کچھ ان اپنوں کی طرف سے جنہیں مغربیت کا لبادہ اوڑھنے کا شوق ہے، مختلف طوفانوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

یہ لوگ اپنی تمام تر توانائیاں، اپنے گمراہ کن مقاصد کیلئے صرف کر رہے ہیں، ہمارے دین نے جن چیزوں کو رذیل قرار دیا ہے، انہیں سجا سجا کر پیش کرنے اور جن چیزوں کو دین نے فضیلت قرار دیا ہے، ان کی شکل بگاڑنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں، اس مقصد کیلئے چمک دمک سے بھرپور خوبصورت نعروں اور کشش وجاذبیت پر مبنی تحریروں، جن کے در پردہ ان کے خبیث عزائم پوشیدہ ہیں، سے کام لیا جارہا ہے۔ اگر تو اس رَو میں بہہ نکلی تو یہ لوگ تیرے اندر دورِ جاہلیت کی بے پردہ خاتون کے اثرات منتقل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، بلکہ اس سے بھی بدتر برہنگی اور بے حیائی کے سمندر میں دھکیل دیں گے۔

اے میری بہن، جو انتہائی مہنگا جوہر ہے! پردہ کے معاملہ میں اپنے دین کی تعلیمات کو

[1] تفسیر ابن ابی حاتم ۱۴۴۰۶

مضبوطی سے تھام لے جو تجھے ایک قیمتی اور محفوظ موتی اور یاقوت بنا دے گا، تو اپنے گھر کے قیمتی سامان کی طرح، جسے گھر میں محفوظ رکھا جاتا ہے، ٹھکانہ کیے رہ۔

اور اگر کسی انتہائی اہم ضرورت کے پیشِ نظر، گھر سے نکلنا پڑے تو اپنی چادر اور نقاب کے ساتھ، پورے جسم کو ڈھانپ کر نکل، بلاشبہ باحیاء اور باوقار عورتوں کی یہی علامت ہے کہ ان کے چہروں پر نقاب اور پورے جسم پر اوڑھنی لپٹی ہوتی ہے۔

اچھی طرح جان لے جب عورت اپنے چہرے کو نقاب سے ڈھانپے رکھے گی تو حریص قسم کے (شیطان خصلت) مردوں پر اس کی ہیبت قائم ہو جائے گی۔

تو ایسی احمق نہ بن، جو اپنے حسن و جمال کو ہر فاسق و فاجر مرد کیلئے کھول کر پھرتی رہے، اور نہ اتنی سستی بن کہ اپنے زیورِ حسن و جمال کو سستے سودے کی طرح پھیلا دے۔

اے اللہ کی بندی! ابن ابی حاتم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: [تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَاءٍ][1] کی تفسیر میں امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے: وہ عورت (جو موسیٰ علیہ السلام کو اپنے والد کے کہنے پر بلانے آئی تھی اور بڑی حیاء کے ساتھ چل رہی تھی، اس حیاء کی تفسیر یہ ہے کہ) وہ اپنا کپڑا چہرہ پر لپیٹے ہوئی تھی، انتہائی باوقار تھی، ایسی بے باک نہ تھی جو بار بار گھر سے نکلے اور واپس لوٹے۔[2]

---

[1] القصص:۲۵

[2] تفسیر ابن ابی حاتم ۱۶۸۳۲۔ امام حاکم (مستدرل: ۲/۴۰۷) نے اسے صحیحین کی شرط پر قرار دیا ہے اور ذھبی نے موافقت کی ہے۔

اے مسلمان بہن! تو اس دردناک صورتحال سے عبرت پکڑ جس سے آج بہت ساری، دینی تعلیم سے بے بہرہ مند نوجوان لڑکیاں دوچار ہیں وہ یہ کہ وہ آج بھیڑیا نما انسانوں کے ہاتھوں ایک گیند نما کھلونا بن چکی ہیں۔ اس حقیقت کو آشکارہ کرنے کیلئے سابقہ حسینہ عالم مارلین مورنو کا یہ قول ہی کافی ہے وہ کہتی ہے: میں یہ جان چکی ہوں کہ میں مردوں کے ہاتھوں ایک کھلونا ہوں اور میں حقیقی سعادت بھری زندگی سے محروم ہوں۔

امِ خلاد رضی اللہ عنہا چہرے پر نقاب کئے، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اپنے مقتول بیٹے کی بابت سوال کرنے کیلئے، صحابہ کرام نے کہا: تم اپنے بیٹے کے متعلق پوچھنے آئی ہو اور چہرہ پر نقاب کیا ہوا ہے؟ امِ خلاد نے جواب دیا: اگر میں نے اپنا بیٹا کھو دیا ہے تو اپنا حیاء ہرگز نہیں کھوؤنگی۔[1]

امِ خلاد کی اس حیاء سے ہمیں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حیاء یاد آ گئی، فرماتی ہیں: میں اس کمرہ میں نقاب کے بغیر داخل ہوا کرتی تھی، جس میں رسول اللہ ﷺ اور میرے والد دفن تھے، اور دل میں سوچا کرتی تھی کہ ایک میرا شوہر ہے دوسرا والد، لہذا پردہ کی کیا ضرورت ہے؟ مگر جب اسی کمرہ میں عمر رضی اللہ عنہ دفن کئے گئے تو ان کی حیاء کی وجہ سے اللہ کی قسم، میں کبھی بے پردہ اس کمرہ میں داخل نہ ہوئی۔

حیاء کے اس ایمان افروز واقعہ نے ہمیں ایک اور انتہائی سمجھدار اور صالح خاتون تک پہنچا دیا، جن کا اسمِ گرامی فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہے، وہ فرمایا کرتی تھی مردوں کیلئے، عورتوں کے حوالے سے بہتری اور عافیت اسی بات میں ہے کہ مرد کبھی عورتوں کو نہ دیکھیں، اور عورتوں کیلئے مردوں کے حوالے سے عافیت اسی بات میں ہے کہ وہ کبھی مردوں کو نہ دیکھیں۔

ایک بار فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: فوت شدہ عورت کی میت کے حوالے سے مجھے بہت ناگوار محسوس ہوتا ہے، جب اس کے جسم پر ایسی چادر لپیٹ دی جائے، جس سے اس کے جسم کا نشیب و فراز نمایاں ہو، تو اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عورت کی میت کے

---

[1] ابوداؤد:۲۴۸۸

ساتھ، حبشہ میں کیا ہوتا ہے، آپ کو دکھاؤں؟ چنانچہ اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک درخت کی چند تازہ شاخیں منگوائیں اور انہیں جسم پر بکھیرا اور پھر اوپر کپڑا ڈال دیا (جس سے جسم کے تمام نشیب وفراز چھپ گئے) فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ عمل کیا ہی عمدہ اور خوبصورت ہے۔[1]

دینِ اسلام میں عورت کو، مردوں سے ہٹ کر بطورِ تحفہ کچھ منفرد احکام حاصل ہوتے ہیں، جن کا مقصد پردہ کی احتیاط اور اس کے جسم کے نشیب وفراز کو مبالغہ کی حد تک ڈھانپنا ہے، چنانچہ ضروری ہے کہ عورت نماز میں قمیض، چادر اور دوپٹہ سے اپنے پورے جسم کو ڈھانپے، ضروری ہے کہ عورت کے کفن میں پانچ کپڑے استعمال ہوں: تہبند، دوپٹہ، قمیض اور دو لفافے، پھر اوپر سے پوری نعش کو کپڑے سے ڈھک دینا ضروری ہے، جب عورت کی میت کو قبر میں اتارا جائے گا تو قبر پر پردہ تان لیا جائے گا، جب عورت پر کوئی شرعی حد قائم کی جائے گی تو بھی اس کے جسم کو کپڑوں سے ڈھانپنا ضروری ہے۔

تاریخ دمشق لابن عساکر میں عبدہ بنت عبداللہ کے ترجمہ میں ہے کہ جب حکومتِ عباسیہ کا نمائندہ ان کے پاس آیا اور کہا کہ ہمیں، تمہارے قتل کا حکم دیا گیا ہے، عبدہ نے فرمایا: یہ میرے لئے بہت معمولی بات ہے، (انتظار کرو) انہوں نے اپنی قمیض، قدموں کے نیچے سے باندھ لی اور آستینوں سے اپنی انگلیوں کے کونوں تک کو چھپالیا، پھر پوری چادر اس طرح لپیٹ لی کہ (دورانِ حد) ان کے بدن کا کوئی حصہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔[2]

اے پاکدامن بہن! تجھے پورا پورا حق ہے کہ تو چہرے کی بے پردگی کی دعوت دینے والے مردوں سے یہ سوال کرے کہ آخر تمہاری اس دعوت کے پیچھے کس قسم کے مقاصد چھپے

[1] الحلیة ۲/۴۳، البیہقی ۳۵، ۴/۳۴

[2] ابن عساکر: ۶۹/۲۶۴

ہوئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کی یہ تمام تر زبان درازی، ان کے اندر چھپے ہوئے گندے اور غلیظ حرص وطمع کا مظہر ہے۔ یہ لوگ عورتوں کے خیر خواہ بننے کی آڑ میں، جاہلی معاشرہ کا اعادہ چاہتے ہیں۔

فللحب ماضمت علیه نقابها
وللبعل ماضمت علیه المآزر

اے زیورِ توحید سے آراستہ بہن! جب ہرن اپنی پناہ گاہ سے باہر نکل آتا ہے، تو اسے شکاری کی دست درازی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جب موتی اپنی سیپ سے نکل آتا ہے تو اسے لوٹ پھوٹ اور تراش خراش کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لہذا اے دنیا کے سب سے خوبصورت پھول! اپنے گھر کی مملکت کو اپنے لئے مضبوط قلعہ بنالے اور اسی میں محصور ہوجا، اور پردہ جو درحقیقت تیرے وقار کا تاج ہے، کو اپنے لئے لازم قرار دے لے، ناپاک ذہنیت والے لوگوں کے شکوک وشبہات، تیرے اس عزم کو کمزور نہ کردیں کہ تو لبادۂ حیاء کو اتار پھینکے، ان لوگوں کی باتوں پر کان لگانے کی بھی ضرورت نہیں، بچ جا، بچ جا۔

کہاوت ہے: والمعمع لا یقعقع لها بالشنان۔

یعنی: سمجھدار اور روشن ضمیر عورت کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

(فمن اتقی الشبهات استبرأ لدينه وعرضه)

یعنی: جوشبہات سے بچ گیا، اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا۔[1]

[1] البخاری: ۵۲۔ مسلم ۱۵۹۹

ایسا ہرگز نہ کہنا کہ میں تو ایک ایسے معاشرہ میں رہتی ہوں، جہاں سب عورتیں بے پردہ گھومتی ہیں، لہذا میں ان کے درمیان عجیب وغریب اور اجنبی محسوس کی جاؤں گی، میں تو بے پردگی کو ناپسند کرتی ہوں، مگر ان کی ہمنوائی اور ان کے ساتھ یکجہتی ضروری ہے (لہذا مجھے مجبوراً اپنا چہرہ کھلا رکھنا پڑے گا)

اے میری بہن! اجنبیت کا یہ عذر، تیرے لئے دلیل نہیں بن سکتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

(بدأ الإسلام غريبا وسيعود كما بدأ غريبا فطوبى للغرباء)

یعنی: اسلام غربت واجنبیت سے شروع ہوا اور اسی غربت واجنبیت کی طرف لوٹے گا، لہذا خوشخبری کے مستحق ہیں وہ لوگ جو دین کی خاطر غریب اور اجنبی بننا قبول کر لیتے ہیں۔[1]

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک دفعہ ہم اس گھاٹی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ نے فرمایا: غور سے دیکھو، تمہیں کچھ دکھائی دے رہا ہے؟ ہم نے عرض کیا: کچھ سیاہ کوے دکھائی دے رہے ہیں، جن کے درمیان ایک کوا ایسا ہے جس کی چونچ اور ٹانگیں سرخ ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(لایدخل الجنة من النساء إلا من کان منهن مثل هذا الغراب في الغربان)

یعنی: کوئی عورت اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکے گی، جب تک وہ (تمام عورتوں کے بیچ) اس سرخ کوے کی طرح نہ ہو جائے جو سیاہ کوؤں کے بیچ میں ہے۔ (یعنی اگر وہ ایسے معاشرہ میں رہتی ہے جہاں بے پردگی عام ہے، تو وہ ان کی روش اپنانے کی

[1] مسلم: ۱۴۵

بجائے، دین پر چلنے کو ترجیح دے اور مکمل شرعی پردہ اختیار کر لے، تو اگرچہ یہ کردار اجنبیت کا باعث ہے، مگر جنت کا حصول ممکن بنا دے گا۔)[1]

وہ مرد بھی کتنے تعجب خیز ہیں جن کے نفوس سے غیرت کے نشانات مٹ چکے ہیں، اور جن کی طبائع سے مردانگی کی حرارت ٹھنڈی پڑ چکی ہے، ذرا درج ذیل حکایت سے نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کیجئے:

ابوعبداللہ محمد بن احمد فرماتے ہیں: میں قاضی موسیٰ بن اسحق کی مجلس میں موجود تھا، ایک عورت حاضر ہوتی ہے، جس کے ولی نے اس کے شوہر پر پانچ سو دینار مہر کا دعویٰ دائر کیا، شوہر نے اس دعویٰ کا انکار کیا، قاضی نے کچھ گواہ طلب کئے، جن کا گواہی دینے کیلئے عورت کے چہرے کو دیکھنا ضروری تھا، شوہر بولا: میری بیوی جس مہر کا دعویٰ کر رہی ہے میں اس کے ادا کرنے کا اقرار کرتا ہوں، لہذا یہ گواہوں کے سامنے اپنا چہرہ نہ کھولے۔ عورت کو واپس بیٹھا دیا گیا اور اسے اس کے خاوند کے اقرار کی خبر دے دی گئی، جس پر اس خاتون نے کہا: میں اپنا حق مہر، اپنے شوہر کو ہبہ کرتی ہوں اور اسے دنیا وآخرت میں بری قرار دیتی ہوں۔

قاضی عش عش کر اٹھا اور کہا: اس واقعہ کو ہمیشہ کیلئے مکارم الاخلاق میں تحریر کر دیا جائے۔[2]

شیخ شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ذرا ایک شاعر کی ہذیان گوئی تو ملاحظہ کیجئے:

قلت اسمحوا لی أن أفوز بنظرة

[1] احمد: ۴/۱۹۷، حاکم نے صحیح کہا ہے (۴/۲۰۰) اور ذہبی نے موافقت کی ہے۔
[2] تاریخ بغداد: ۱۳/۵۳

ودعوا القيامة بعد ذاك تقوم

یعنی: میں نے کہا: اپنی محبوبہ پر صرف ایک نظر ڈالنے دو، اس کے بعد قیامت بھی آتی ہے تو آنے دو۔

(شیخ فرماتے ہیں) اے اللہ کے بندے! کیا تو یہ نگاہ اپنے گھر کی عورتوں اور بہنوں پر ڈالنے دیگا؟ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وما عجب أن النساء ترجلت
ولكن تأنيث الرجال عجاب

یعنی: تعجب یہ نہیں کہ عورتیں مرد بننے کی کوشش کررہی ہیں، تعجب یہ ہے کہ مردوں نے عورتوں کا روپ دھارلیا۔[1]

جولوگ عورتوں کے چہرہ کو بے پردہ رکھنے کے جواز کے قائل ہیں، میں نے ان کے دلائل کا بغور جائزہ لیا، وہ دلائل ایسے ہیں کہ اگر ان میں بولنے کی صلاحیت ہوتی تو وہ خود ہی اس بے راہ روی کے مذہب سے برأت کا اعلان کردیتے، وہ دلائل ان کے حق میں جانے کے بجائے، ان کے سراسر خلاف ہی جارہے ہیں، لہذا جولوگ عورتوں کے چہرے اور ہاتھوں کے پردے کے وجوب کے قائل ہیں، وہ ان دلائل سے قطعاً پریشان نہ ہوں۔

عورتوں کے چہرے سے حجاب ہٹانے والوں کا معاملہ کس قدر تعجب خیز ہے کہ ایک طرف تو وہ اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے دور کی کوڑیاں گھیر کرلائے ہیں، دوسری طرف اتنی جرأت وجسارت کا مظاہرہ کیا ہے کہ پردے کے صحیح اور صریح دلائل سے بالکل واہی تباہی شبہات کے ساتھ معارضہ ومخالفہ مول لیے بیٹھے ہیں۔

[1] اضواء البیان: ۶/۲۰۲

یہ سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے کہ ہاتھوں اور چہرے کے پردہ کے دلائل اس قدر زیادہ، صریح اور قوی ہیں کہ ان کے مقابلے میں، ان کے قائم کردہ شبہات میں کھڑا رہنے کی کوئی طاقت نہیں ہے، لیکن ہر شخص اپنے رب کا محتاج ہے کہ رب تعالی اسے علمِ صحیح اور فہم سلیم عطا فرمادے، نیز علم وتوفیق کے راستے کھول دے۔

جولوگ ہاتھوں اور چہرے کے پردے کے قائل نہیں ہیں، جب ہم نے ان کے تحریر کردہ دلائل کا جائزہ لیا تو ہمارے سامنے دوطرح کے لوگ آئے:

ایک قسم ان لوگوں کی جو محض خواہشات کے پجاری ہیں، گھٹاٹوپ اندھیروں میں ٹھلیاں مارنے کے عادی ہیں، انہیں حق سے کوئی غرض یا تعلق نہیں ہے، ان کے دلوں کی ایک ہی خواہش ہے کہ اللہ کے بندے، راہِ حق وصواب سے منحرف ہوجائیں، اللہ تعالی ایسے لوگوں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

[اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝۲۳][1]

یعنی: یہ لوگ نہیں پیروی کرتے مگر صرف اٹکل پچو کی اور اپنے نفسوں کی خواہشات کی، حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

یہ لوگ ردی قسم کے شبہات اور فاسد خواہشات کے پیروکار ہیں، حالانکہ ان کے خلاف انتہائی روشن اور واضح دلائل وبراھین موجود ہیں۔

ان لوگوں کی کتب اور مقالات میں بعض اوقات کفر تک موجود ہوتا ہے؛ کیونکہ یہ لوگ

[1] النجم: ۲۳

شرعی پردے کے بارے میں استہزائیہ انداز تک اختیار کرلیتے ہیں، اور وہ بے پردگی جو اجماعاً حرام ہے، اس کی اباحت کا مذہب اپنالیتے ہیں۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو نیک وصالح ہیں اور حق میں پوری پوری دلچسپی رکھتے ہیں، مگر انہیں حق اختیار کرنے کی توفیق میسر نہیں ہوپاتی، حجاب کے مسئلے میں ان کی تمام تر کاوش، ظنی قسم کے دلائل کا اتباع اور یقینی دلائل کے ترک پر منتج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝٢٨][1]

یعنی: ان کے پاس کوئی علم نہیں، وہ توصرف ظن کے پیروکار ہیں اور ظن حق سے کوئی کفایت نہیں کرتا۔

ان تمہیدی کلمات کے آخر میں اور وہ شبہات جو اِن لوگوں کی طرف سے جو چہرے اور ہاتھوں کے ترکِ حجاب کے قائل ہیں، وارد ہوئے ہیں کے جوابات ذکر کرنے سے قبل، ہم -باذن اللہ- ایک انتہائی کافی اور شافی جواب ذکر کرتے ہیں، جو ان تمام شبہات کا ازالہ کرکے آپ کو انتہائی راحت میں لے آئے گا۔

اے بھائی! ہمارے اس جواب کو مضبوطی کے ساتھ تھام لے اور اس ڈوبتے شخص کی طرح پکڑ لے، جس کے ہاتھ میں غرق ہوتے ہوتے، رسی کا سرا لگ جائے، جو اسے نجات دلادے۔

[1] النجم:٢٨

عدمِ حجاب کے قائل یہ لوگ اپنے مؤقف کیلئے ،جس دلیل کا سہارا لیں، اگر اس کا فی الفور تفصیلی جواب آپ کو مستحضر نہ ہو،تو درج ذیل جواب دے کر اسے خاموش کیا جاسکتا ہے۔

چہرے اور ہاتھوں کے پردے کے فرض ہونے کے تمام دلائل محکم ہیں، جبکہ آپ کی پیش کردہ یہ دلیل اگر صحیح مان لی جائے تو یہ متشابہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں متشابہ کو محکم پر رد کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ یہی راسخین فی العلم کا منہج ہے، لہذا لازم ہے کہ آپ کی دلیل کو ایک ایسے محمل پر محمول کیا جائے کہ جس سے وہ محکم کے موافق ہوجائے، نہ کہ مخالف۔[1]

[1] ہم ایک مثال سے متشابہ کو محکم کی طرف لوٹانے کے منہج کو واضح کرتے ہیں، بخاری ومسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا (زوجہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ) کے ہاں تشریف لے جاتے اور وہ آپ کو کھانا کھلاتیں، ایک مرتبہ آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے، انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا اور آپ وہیں سوگئے اور وہ آپ کی جوئیں تلاش کرنے لگ گئیں۔ یہ واقعہ بہت سارے علماء کیلئے اشکال کا باعث ہے۔ کیونکہ نصوصِ صریحہ غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے، انہیں دیکھنے اور انہیں چھونے کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں، جبکہ ام حرام کا یہ قصہ بظاہر اس محکم حکم کے معارض ہے۔ چنانچہ جب ہم نے اہلِ علم کی اس قصہ کے متعلق توجیہات کا مطالعہ کیا تو ہم نے یہ بات پائی کہ ان کی توجیہات کا ماحصل یہ ہے کہ انہوں نے متشابہ کو محکم کی طرف لوٹایا ہے نہ یہ کہ متشابہ کے ذریعے محکم کی بنیادوں کو منہدم کرنے کی کوشش کی ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (باب: جو کسی قوم کے پاس جائے اور وہاں قیلولہ کرے) میں ادلہ قویہ سے اس بات کو واضح کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے یہ بات بھی تھی کہ آپ ﷺ کیلئے غیر محرم عورت سے تنہائی اختیار کرنا اور اسے دیکھنا جائز تھا، اور انہوں نے کہا ہے کہ ام حرام کے قصہ کا یہی درست جواب ہے کیونکہ ام حرام اور آپ ﷺ کے درمیان محرمیت اور زوجیت کا رشتہ نہ تھا۔ (انتہی)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ احتمال بھی ہے کہ یہ قصہ پردے کے احکامات سے پہلے کا ہو۔

دمیاطی نے کہا ہے اس حدیث میں ایسی کوئی دلالت نہیں کہ آپ ﷺ نے ام حرام سے تنہائی اختیار کی کیونکہ یہ امکان موجود ہے کہ ام حرام کے ساتھ اس کا بیٹا، خادم، شوہر یا کوئی محرم موجود ہو، نیز یہ بات (یعنی اجنبی عورت کے ساتھ اس کے خاوند یا محرم وغیرہ کی موجودگی میں بغیر پردہ کے ملنا) ام حرام کے خصائص میں سے ہے۔ انتہی

نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ام حرام آپ کیلئے محرم تھیں، البتہ اس کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ انتہی، دیکھئے: سبیل الھدیٰ والرشاد: ٤٤٦،٤٤٤/١٠۔

آخر میں قارئینِ کرام کیلئے ایک اور تنبیہ ضروری سمجھتا ہوں کہ شبہات میں سے کسی شبہ کا جواب دیتے ہوئے، ایک سے زائد احتمالات سامنے آسکتے ہیں، وہ احتمالات کتنی ہی تعداد میں ہوں (اور باہم متعارض ہی کیوں نہ ہوں) مگر وہ کسی بھی قسم کے تکلف سے پاک ہوتے ہیں اور عین قرینِ عدل وانصاف ہوتے ہیں۔ [1]

---

[1] ہم ایک مثال کے ذریعے نصوص میں بظاہر تعارض کے موقع پر احتمالات کی ضرورت کو واضح کرتے ہیں:

یہ پرانا اشکال چلا آرہا ہے کہ کیا ابن اسحٰق فاطمہ بنت منذر کے پاس حاضر ہوئے تھے (بغیر پردہ کے) اور ان سے حدیث لی ہے یا نہیں؟ اس اشکال کا باعث یہ بات ہے کہ سفیان سے ابن اسحٰق کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ فاطمہ بنت منذر کے پاس حاضر ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: مجھے ابن اسحٰق نے خبر دی ہے کہ وہ اس کے پاس حاضر ہوا اور اس سے حدیث لی ہے۔

اب سفیان کی یہ خبر یحییٰ بن سعید کے قول کے معارض ہے، وہ کہتے ہیں میں نے ہشام بن عروہ سے سنا کہ ابن اسحٰق نے میری بیوی فاطمہ بنت منذر سے حدیث بیان کی ہے لیکن اللہ کی قسم! اس نے اسے کبھی بھی نہیں دیکھا۔

اب ان دو متعارض خبروں میں سوائے احتمالات کو تسلیم کرنے کے کوئی سبیل نہیں ہے اور ایسی صورتحال میں یہی صحیح راستہ ہے۔

امام ذھبی فرماتے ہیں کہ ابن اسحٰق یقیناً اپنی اس خبر میں سچا ہے اور ہشام بھی یقیناً اپنی قسم میں صادق ہے اور ابن اسحٰق کا بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ اس نے فاطمہ کو دیکھا ہے بلکہ اس نے اس سے حدیث لینے کا ذکر کیا ہے۔ انتہیٰ۔

احمد بن حنبل فرماتے ہیں ممکن ہے ابن اسحٰق فاطمہ کے پاس آیا ہو اور اس کے پاس حاضر ہونے کی اجازت طلب کی ہو اور اس نے اسے اجازت دے دی ہو اور اسے جان نہ سکی ہو (یعنی یہ کوئی غیر محرم ہے بلکہ سمجھی ہو کہ شاید کوئی محرم ہے) انتہیٰ۔

بعض ائمہ کا کہنا ہے اگر ہشام کی یہ بات درست ہے (کہ ابن اسحٰق نے فاطمہ کو نہیں دیکھا) تو یہ امکان ہے کہ فاطمہ نے ابن اسحٰق کی طرف احادیث لکھ کر بھیجی ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابن اسحٰق نے اس سے اس کے شوہر کی عدم موجودگی میں احادیث سنی ہوں اور ان کے بیچ میں پردہ حائل ہو۔ انتہیٰ

ذھبی فرماتے ہیں ان دونوں کے متعلق یہی بات حسنِ ظن کو متقاضی ہے اور کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ تابعین صحابیات سے احادیث لیا کرتے تھے، نیز یہ بھی امکان موجود ہے کہ ابن اسحٰق بچپن میں فاطمہ پر داخل ہوا ہو اور اسے دیکھا ہو اور اس سے احادیث سنی ہوں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے فاطمہ سے اس وقت احادیث سنی ہوں جب وہ انتہائی بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکی ہوں۔ (کہ جس عمر میں عموماً پردے کے احکامات معطل ہوجاتے ہیں۔) اور یہ بھی احتمال ہے کہ فاطمہ، ابن اسحٰق سے کوئی رضاعی رشتہ رکھتی ہوں مثلاً خالہ وغیرہ جس بناء پر وہ ان پر داخل ہوئے ہوں اور ہشام کو اس رشتہ کا علم نہ ہو۔ دیکھئے: (سیر اعلام النبلاء ۷/۳۶-۳۷، ۳۸، ۴۱-۴۲، ۵۰)

پہلا باب

ان شبہات کا بیان، جو چہرے کے پردے کے وجوب پر اٹھائے گئے ہیں

اس باب کے تحت بارہ فصلیں ہیں

پہلی فصل

(ان شبہات کا بیان جو معترضین نے وجوبِ حجاب کے دلائل پر وارد کیے ہیں)

وہ دلائل جو عورت کیلئے، اجنبی مردوں سے، لازماً چہرے کے پردے کے متقاضی ہیں، ان پر کچھ شبہات وارد کئے گئے ہیں، لیکن وہ تمام شبہات نہایت بودے اور کمزور ہیں، اور کسی بھی طرح استدلال کے قابل نہیں ہیں:

پہلا شبہ

ان لوگوں کے خیال میں عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے پردے کے واجب ہونے کی کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی؟

جواب: یہ خیال درست نہیں ہے، بلکہ بہت سے نقلی وعقلی دلائل موجود ہیں، جو ہاتھوں اور چہرے کے پردے کے وجوب کو ثابت کرتے ہیں، اور یہ دلائل مخالفین کے دلائل کے مقابلہ میں زیادہ واضح الدلالت اور صریح العبارت ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ اصولی، فقہی اور حدیثی قواعد کے عین مطابق بھی ہیں۔

❁ جہاں تک قرآن حکیم کے دلائل کا تعلق ہے تو قرآن پاک نے مختلف اسالیب اور

اشارات سے حجاب کی فرضیت ثابت کی ہے، آیاتِ حجاب میں سے ہر آیت، وجوبِ حجاب پر متعدد وجوہ سے دلالت کرتی ہے، جب آپ ان میں سے ایک ایک آیت پر غور وفکر کریں گے تو یہ محسوس کریں گے کہ ہر آیت، انتہائی واضح قرائن کی بنا پر چہرے کے پردے کے وجوب پر دلیلِ صریح اور حجتِ قاطعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ ہر آیت، دوسری آیت کی تفسیر کر رہی ہے اور ایسے معنی پر مشتمل ہے، جو دوسری آیت کے معنی سے مطابقت رکھتا ہوتا ہے۔

❁ جہاں تک احادیثِ رسول ﷺ کا تعلق ہے، تو ہمارے موقف کے مطابق، وجوبِ حجاب کیلئے بہت سی احادیث ثابت ہیں، ان احادیث میں شرعی حجاب کے بیان اور ثبوت وتاکد کی مختلف صورتیں اور شکلیں ثابت ہیں۔

❁ جہاں تک سلف صالحین کے آثار کا تعلق ہے، تو صحابہ کرام وتابعین عظام سے ایسا بہت کچھ منقول اور ثابت ہے جن سے عورت کیلئے، اجنبی مردوں سے چہرے کا ڈھانپنا، وجوبا ثابت ہوتا ہے، یہ آثار اس لئے بڑی اہمیت کے حامل ہیں کہ یہ صحابہ وتابعین اہلِ علم بھی ہیں اور عربی لغت کے ماہر بھی۔

ان دلائل کے ساتھ ساتھ، عقلی دلالت کا اضافہ کر لیجئے، نیز یہ کہ چہرہ کے حجاب یا ترکِ حجاب میں راجح مصلحت کا کیا تقاضہ ہے، بھی شامل کر لیجئے، پھر ان پر مستزاد مسلمانوں کا اجماع بھی۔

اب ہم ان آیاتِ مبارکہ کا ذکر کرتے ہیں، جو صراحتاً چہرے کے حجاب کے وجوب پر دال ہیں، کسی بھی قسم کی تاویل کے بغیر۔

ہمارے رسالہ کے آئندہ کے صفحات میں بھی آپ کو جابجا، قرآنی دلائل ملیں گے، جن

کیلئے آپ متنبہ رہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ][1]

ترجمہ: اور جب تم اُن (عورتوں) سے کسی چیز کا سوال کرو تو پردہ کے پیچھے سے سوال کرو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کی پاکیزگی کا باعث ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: "هذه آية الحجاب" یعنی: یہ آیت، حجاب کی آیت ہے۔

حجاب کی تفسیر، رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے:

عن أنس رضی الله عنه فی بناء النبی ﷺ بزينب. قال: (حتى إذا وضع رجله فی اسكفة الباب داخلة وأخرى خارجة، أرخى الستر بيني وبينه، وأنزلت آية الحجاب)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا سے بناء کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک پاؤں کمرے کی دہلیز کے اندر رکھا اور دوسرا پاؤں باہر ہی تھا کہ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکالیا، اور تب حجاب کی آیت نازل ہوئی۔[2]

عن أنس رضی الله عنه فی بناء النبی ﷺ بصفية. قال: (فقال المسلمون: إحدى أمهات المؤمنين، أو ما ملكت يمينه، قالوا: إن حجبها فهي إحدى أمهات المؤمنين، وإن لم يحجبها فهي مما ملكت يمينه. فلما ارتحل وطأ لها خلفه ومد الحجاب[3]

[1] الاحزاب: ۵۳

[2] بخاری، ۴۵۱۵۔ مسلم ۱۴۲۸

[3] بخاری ۲۹۷۶/ مسلم ۱۳۶۵

جعل رداءه على ظهرها ووجهها ثم شده من تحت رجلها وتحمل بها وجعلها بمنزلة نسائه.[1]

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے بناء کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام آپس میں باتیں کررہے تھے کہ صفیہ، بطورِ ام المؤمنین یا بطور لونڈی، صحابہ نے کہا: اگر تو رسول اللہ ﷺ نے صفیہ پر حجاب ڈال دیا تو وہ ام المؤمنین ہونگی، اور اگر حجاب نہ ڈالا تو لونڈی۔

جب رسول اللہ ﷺ کوچ فرمانے لگے تو سواری پر اپنے پیچھے، صفیہ کیلئے جگہ بنائی اور پردہ لٹکادیا۔ (اس پردہ لٹکانے کی تفسیر ایک دوسری روایت میں یوں ہے) آپ ﷺ نے اپنی چادر ان کی کمر اور چہرے پر ڈال کر، ان کے پاؤں کے نیچے سے باندھ دیا اور انہیں اٹھا کر سواری پر سوار کرادیا، گویا انہیں اپنی بیوی یعنی ام المؤمنین بنالیا۔

حجاب سے مراد وہ پردہ ہوگا جو کسی بھی شخص کو عورت یا اس کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھنے سے روک دے، اس میں چہرہ اور دونوں ہاتھ بالاولی داخل ہونگے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حجاب کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

(حجابه النور لو كشفه لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه.)[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے، اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے چہرے کے انوار،

[1] ابن سعد ۸/۹۶

[2] مسلم: ۱۷۹

اس کی مخلوقات میں جہاں تک اس کی نظر جائے گی، جلا کر رکھ دیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورتوں پر حجاب ڈالنے کا حکم اس لئے ہے تاکہ ان کے چہروں اور ہاتھوں کو بالکل نہ دیکھا جاسکے۔[1]

(۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝] [2]

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی اوڑھنیاں لٹکا لیا کریں اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ تنگ کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت کریمہ، ہر شک اور اختلاف کی جڑیں کاٹ رہی ہے؛ کیونکہ یہ آیت کریمہ اس امر کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ جلباب یعنی پورے جسم کو ڈھانپنے والی اوڑھنیاں ہی، مؤمن عورتوں کا شعار اور پاک دامنوں کی شناخت ہے، اور پورے جسم میں چہرہ اور دونوں ہاتھ بھی داخل ہیں۔

ہمارے شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"اگر چہرہ کھلا رکھنے کی ممانعت میں، اس آیت کے علاوہ اور کوئی دلیل نہ ہوتی، تو یہ اکیلی آیت ہی وجوبِ حجاب اور بالخصوص عورت کے جسم کے پرفتنہ مقامات کے ڈھانپنے کی فرضیت کیلئے کافی ہوتی، اور پرفتنہ مقامات میں چہرہ سرِ فہرست ہے؛ کیونکہ چہرہ ہی پہچان کا

[1] مجموع الفتاوی ۱۵/۳۷۲

[2] الاحزاب: ۵۹

ذریعہ ہے اور جلبِ فتنہ (یعنی کشش وجاذبیت) کا راستہ۔[1]

(۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ .....] [2]

ترجمہ: اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں، اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے خاوندوں کے......

اوڑھنیوں کو گریبانوں پر ڈالے رکھنے کی یہی صورت بنتی ہے کہ انہیں سر سے گریبان تک لٹکایا جائے، لہذا یہ سر، چہرہ، گردن اور سینے کو لازماً ڈھانپے رکھنے کو شامل ہوگا۔

قالت أم سلمة رضى الله عنها (كنا نكون مع رسول الله ﷺ ونحن محرمات، فيمر بنا الراكب فتسدل المرأة الثوب من فوق رأسها على وجهها.

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم حالتِ احرام میں نبی ﷺ کے ساتھ ہوتیں، اور جب کسی اجنبی مرد کے گذرنے کی آہٹ محسوس کرتیں تو ہر عورت اپنی چادر، اپنے سر پہ ڈال کر، چہرہ پر لٹکا لیتی۔[3]

وعن عائشة رضى الله عنها قالت: (كنا مع النبى ﷺ ونحن محرمون، فإذا لقينا الراكب أرسلنا ثيابنا من فوق رؤوسنا على وجوهنا،

[1] مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ ۵/۲۳۰

[2] النور: ۳۱

[3] دار قطنی ۲/۲۹۵ ہیثمی فرماتے ہیں اسے طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس میں یزید بن ابی زیاد راوی کو ابن المبارک وغیرہ نے ثقہ کہا ہے جبکہ ایک جماعت نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع ۳/۲۲۰)

فإذا جاوزنا رفعناها۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، احرام کی حالت میں ہوتیں، اور جب کسی اجنبی سوار کے گذرنے کی آہٹ محسوس ہوتی تو ہم اپنا کپڑا سروں کے اوپر سے چہروں پر لٹکا لیا کرتیں، اور جب وہ اجنبی گذر جاتا تو ہم اپنا کپڑا اٹھا لیا کرتیں۔[1]

عبدالرحمن بن ابی الحسن سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک بار ابو حازم، کچھ عبادت گذاروں کی ایک جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے، راستے میں ایک نوجوان عورت کو دیکھا، جو اپنے دوپٹہ میں ڈھکی چھپی تھی، لوگ اس کے حسن و جمال سے مبہوت ہو کر، کن اکھیوں سے اس کی طرف جھاک رہے تھے، ابو حازم نے اس عورت کو نصیحت دیتے ہوئے فرمایا اپنے دوپٹہ کو اپنے گریبان تک لٹکا لو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ](النور:۳۱)

ترجمہ: اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں......۔[2]

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

[وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَاۗىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰي عَوْرٰتِ النِّسَاۗءِ][3]

ترجمہ: اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے خاوندوں کے یا

[1] الدار القطنی ۲۹۵/۲ اس حدیث پر مزید کلام آگے آئے گی۔

[2] روضۃ المحبین للابن القیم ص: ۲۲۶-۲۲۵

[3] النور:۳۱

اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے خاوند کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں......۔

یہ آیت کریمہ کسی شک وشبہ کے بغیر، عورت کے چہرے کے کھولے رکھنے کی حرمت کی دلیل ہے؛ کیونکہ اس آیت کریمہ میں زینت سے مراد، مخفی زینت ہے جو ظاہر نہ ہو، مثلاً: پازیب، کانوں کی بالیاں، ہاتھوں کی پہنچی، چہرہ، سر، سینہ اور دونوں ہاتھ۔

چنانچہ عورت اپنے ان محارم پر، مذکورہ اشیاء میں سے کچھ بھی ظاہر کر سکتی ہے، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ جو غیر محرم اور اجنبی مرد ہیں، اُن پر ان میں سے کچھ بھی ظاہر نہیں کر سکتی۔[1]

(۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۶۰][2]

[1] زینت کی دو قسمیں ہیں: ایک پوشیدہ، جیسے چہرہ اور ہتھیلی، اور یہ چیزیں تخلیقی ہیں۔ اسی طرح پازیب، بالیاں اور کنگن۔ اور یہ چیزیں کسبی ہیں۔ ان زینت کی چیزوں کے اظہار کی ممانعت ان کی جگہوں کو بالاولیٰ شامل ہے۔ دوسری قسم وہ زینت ہے جو کسبی اور ظاہری ہیں، جیسے کپڑے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ زینت دو طرح سے ہے، ایک وہ زینت ہے جسے صرف محارم دیکھ سکتے ہیں اور وہ پوشیدہ زینت ہے چاہے وہ کسبی ہو یا تخلیقی، اور ایک وہ زینت ہے جسے غیر محرم بھی دیکھ سکتے ہیں اور وہ ظاہری اور کسبی زینت ہے کہ جس کا چھپانا ممکن ہی نہیں، جیسے اوڑھنی یا کپڑوں کے اندر سے ظاہر ہونے والی ہیئت وغیرہ۔

[2] النور:۶۰

ترجمہ: بڑی بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی امید (اور خواہش ہی) نہ رہی ہو وہ اگر اپنے کپڑے اتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والیاں نہ ہوں، تاہم اگر اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کیلئے بہت افضل ہے، اور اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔

قاضی ابویعلی فرماتے ہیں: یہ آیتِ کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ بوڑھی عورت کیلئے، اجنبی مردوں کی موجودگی میں، اپنے چہرے اور ہاتھوں کا کھولنا مباح ہے، البتہ اس کے بالوں کی طرف نگاہ اٹھانا حرام ہے، جیسا کہ ایک جوان عورت کے بالوں کا حکم ہے (یعنی بوڑھی عورت کیلئے بھی اجنبی مردوں کی موجودگی میں بال کھلے رکھنا ناجائز ہے)[1]

(بوڑھی عورت کیلئے اپنے چہرے اور ہاتھوں کے کھلا رکھنے کی اجازت) اس بات کی کھلی اور روشن دلیل ہے کہ جوان عورت کیلئے اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی کوئی اجازت یا اباحت نہیں ہے؛ کیونکہ یہ آیتِ کریمہ صرف بوڑھی عورتوں کیلئے، رخصت بیان کررہی ہے، نہ کہ نوجوان عورتوں کیلئے۔

کپڑے اتار رکھنے کی تفسیر:

عاصم الاحول فرماتے ہیں: میں حفصہ بنت سیرین کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ اپنے پورے کپڑے پہنے، تشریف فرما تھیں، میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے کپڑوں کے تعلق سے، آپ کی عمر کی عورتوں کو رخصت دے رکھی ہے، فرمان ہے:

[وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ

[1] زاد المسیر للابن الجوزی ۶/۶۳

يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ][1]

ترجمہ: بڑی بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی امید (اور خواہش ہی) نہ رہی ہو وہ اگر اپنے کپڑے اتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔

انہوں نے فرمایا: آگے بھی پڑھو:

[وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ][2]

ترجمہ: تاہم اگر اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کیلئے بہت افضل ہے۔

پھر فرمایا: جس کپڑے کو بوڑھی عورت کیلئے، قرآن نے اتار رکھنے کی رخصت دی ہے، وہ صرف اوپر کی اوڑھنی ہے۔[3]

معاذہ العدویہ فرماتی ہیں: میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: محرم عورت کیا لباس پہنے؟ فرمایا: محرم عورت نہ تو نقاب لگا سکتی ہے، نہ ہی ڈھاٹا باندھ سکتی ہے، اور ضروری ہے کہ وہ اپنا کپڑا (بوقت ضرورت) چہرے پر لٹکا لے۔[4]

ابن طاؤس، اپنے والد طاؤس سے نقل کرتے ہیں: محرم عورت اپنا کپڑا چہرے پر ڈال رکھے، البتہ نقاب نہ لگائے۔[5]

امام ابن کثیر، جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں: (قرآن مجید نے

[1] النور:۶۰
[2] النور:۶۰
[3] سعید بن منصور، ابن المنذر، سنن بیہقی۔ بحوالہ الدر المنثور ۶/۲۲۲-۲۲۳
[4] اعلام الموقعین بحوالہ الصارم المشہور ص ۸۰
[5] الأم للشافعی ۲/۱۴۹

بوڑھی عورت کیلئے ،جس کپڑے کو اتارنے کی رخصت دی ہے)وہ اوپر کی اوڑھنی یا چادر ہے۔

یہی تفسیر عبداللہ بن عباس ،عبداللہ بن عمر، مجاہد، سعید بن جبیر، ابوالشعثاء، ابراھیم نخعی، حسن بصری، قتادہ، زہری اور اوزاعی رحمہم اللہ سے مروی ہے۔

ابوصالح فرماتے ہیں: (بوڑھی عورت)اجنبی مردوں کے سامنے صرف اوپر کی اوڑھنی اتار سکتی ہے، باقی قمیض اور دوپٹہ پہنے رہے گی۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے [أن یضعن من ثیابھن] کی قرأت بھی منقول ہے۔ (جس کا معنی یہ ہوگا کہ اپنے کپڑوں میں سے کچھ اتار سکتی ہے)

اس قرأت کو نقل کر کے سعید بن جبیر وغیرہ فرماتے ہیں: اس سے مراد صرف اس اوڑھنی کو اتارنے کا جواز ہے جو قمیض اور دوپٹہ کے اوپر ہوتی ہے۔لہذا بوڑھی عورت کیلئے بھی اجنبی مردوں کے سامنے دوپٹہ اوڑھے رکھنا ضروری ہے۔

(۵)صح عن عبداللہ بن مسعود ص عن النبی ﷺ أنه قال: (المرأة عورة)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت تمام کی تمام پردہ ہے۔[1]

یہ حدیث عورت کیلئے چہرے اور ہاتھوں کے پردے کے وجوب کے لئے ایک نص کی حیثیت رکھتی ہے؛ کیونکہ یہ حدیث عورت کے پورے بدن کو، یعنی سر کی چوٹی سے لیکر پاؤں

---

[1] ترمذی ۱۱۷۳ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی اسے صحیح کہا ہے، ابن قدامہ (المغنی:۹/ ۴۹۱) نے حسن کہا ہے اور ابن رجب نے (فتح الباری:۸/ ۵۲) میں کہا ہے اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، دارقطنی نے کہا ہے یہ حدیث قتادہ کی سند سے مرفوعا صحیح ہے۔

کے تلووں تک کو پردہ قرار دے رہی ہے، لہذا عمومِ حدیث کے پیشِ نظر اجنبی مردوں کے سامنے، جسم کے کسی حصہ کو کھولنا جائز نہیں ہوگا۔

اگر کوئی کہے کہ چہرے اور ہاتھوں کو بھی ؟ کہا جائے گا: ہاں، اور اگر نہیں مانتے تو اس دلیل کا رد لازم آئے گا، بصورتِ دیگر کوئی ایسی نص پیش کرو جس سے، چہرے اور ہاتھوں کے استثناء کی دلیل بن جائے، اور ایسی کوئی دلیل نہیں ہے۔

ابوبکر بن عبدالرحمن فرماتے ہیں: عورت کی ہرشئ پردہ ہے، حتی کہ اس کے ناخن بھی۔[1]

اس سے ثابت ہوا کہ مسئلہ زیرِ بحث میں، دوسرا قول ہی صحیح اور راجح ہے، شیخ الاسلام نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے، اور فرمایا ہے: امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ عورت، اپنے ناخنوں سمیت، پوری کی پوری پردہ ہے۔

یہی امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے۔[2]

یہ تمام علماء، اہل الحدیث کے بڑے بڑے فقہاء شمار ہوتے ہیں، جو پوری طرح ان ادلہ اور مقالاتِ سلف سے مطلع تھے، سب کا کہنا ہے: عورت مکمل پردہ ہے، حتی کہ اس کے ناخن بھی، لہذا چہرہ کے عدمِ حجاب کے قائل حضرات، جن بعض واقعات سے استدلال کرتے ہیں، یہ سب ان علماء و محدثین کے پیشِ نظر تھے، اور انہوں نے ان واقعات سے قطعی طور پر، عدمِ حجاب کا موقف نہیں سمجھا، اور نہ ہی ان کے علم کے مطابق سلف صالحین میں سے کسی سے یہ موقف منقول ہے۔

(٦)انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، نبی ﷺ کی ایک دعوت کا معروف قصہ منقول ہے، جس

---

[1] الاستذکار لابن عبدالبر ۵/۴۴۴

[2] مجموع الفتاوی ۱۱۰-۱۰۹/۲۲

میں آپ ﷺ کا صحابہ کرام کو مدعو کرنا اور صحابہ کرام کا آپ کے گھر آنا، بیٹھنا، کھانا اور باتیں کرنا مذکور ہے، انس بن مالک فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کی زوجہ بھی دیوار کی طرف منہ کئے بیٹھی ہوئی تھی۔[1]

(۷) اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے بسندِ صحیح مروی ہے، فرماتی ہیں: ہم اپنے چہرے مردوں سے ڈھانپ کر رکھا کرتی تھیں۔[2]

(۸) فاطمہ بنت منذر سے بسندِ صحیح مروی ہے، فرماتی ہیں: ہم بحالتِ احرام اپنے چہرے ڈھانپ کر رکھا کرتی تھیں، اور ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اسماء کے ساتھ ہوتی تھیں۔[3]

(۹) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: امام مالک نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے ایک نابینا شخص سے بھی اپنے آپ کو ڈھانپ کر رکھا، کہا گیا: یہ تو دیکھ نہیں سکتا؟ فرمایا: میں تو اسے دیکھ سکتی ہوں۔[4]

(۱۰) ایک عورت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے ایک باریک دوپٹہ سے پردہ کیا ہوا تھا، جس سے اس کی پیشانی جھلک رہی تھی، ام المؤمنین نے اس دوپٹہ کو لے کر پھاڑ ڈالا، اور فرمایا: کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں

[1] مسلم: ۱۴۲۸

[2] مستدرک حاکم: ۱/۴۵۴ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری ومسلم کی شرط پر ہے، ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ابن قیم نے بھی اسے صحیح کہا ہے (تہذیب السنن بذیل مختصر المنذری ۲/۳۵۰)

[3] مؤطا مالک ۱/۳۲۸

[4] تخلیص الحبیر ۱۴۸۸

کیا فرمایا ہے؟ پھر آپ نے ایک موٹے کپڑے کا دوپٹہ طلب فرما کر اسے پہنا دیا۔[1]

(۱۱) وہ احادیث جن سے منگنی کا پیغام دینے والے شخص کیلئے، اپنی منگیتر کو دیکھنے کی مشروعیت ثابت ہے، نیز سلف صالحین کے بعض واقعات، جن میں ان کا اپنی منگیتروں کو دیکھنا یا دیکھنے کی کوشش کرنا مذکور ہے، بھی ہمارے اسی مؤقف کی دلیل ہیں کہ عورت کیلئے اپنا چہرہ ڈھانپنا فرض ہے، چنانچہ پیغام دینے والا مرد، اپنی منگیتر کا چہرہ ہی دیکھا کرتا تھا؛ کیونکہ عورت کے اصل محاسن چہرے ہی سے عیاں ہوتے ہیں، اور اگر عورتوں کیلئے کھلے چہرہ پھرنا درست اور جائز ہوتا تو منگیتر کو دیکھنے کے اذن کا کوئی مقصد نہ ہوتا، اور نہ ہی جو بعض سلف سے منگیتر کو دیکھنے کی کوشش منقول ہے اس کی کوئی وجہ ہوتی۔ (اس حوالے سے محمد بن مسلمہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے واقعات موجود ہیں)

نبی ﷺ نے اپنے ایک صحابی، جس نے ایک انصاری عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا، فرمایا تھا: کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ پہلے اسے دیکھ لو؛ کیونکہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کوئی نقص ہوسکتا ہے۔[2]

(۱۲) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک انصاری عورت کے والدین کو نکاح کا پیغام دیا، فرماتے ہیں: میں نے انہیں نبی ﷺ کے اس فرمان سے آگاہ کیا کہ پہلے اسے دیکھ لو۔ لڑکی کے والدین نے اسے ناپسند قرار دیا، لڑکی جو اپنے حجاب میں ملبوس مستور تھی، بولی: اگر تجھے نبی ﷺ نے مجھے دیکھنے کا حکم دیا ہے تو ضرور دیکھ لو، ورنہ تجھے اللہ کا

[1] سعید بن منصور، ابن مردویہ بحوالہ درمنثور: ۶/۱۸۲۔ مؤطا مالک ۲/۹۱۳، اس کی سند صحیح ہے۔

[2] مسلم: ۱۴۲۴

واسطہ (یہاں سے چلے جاؤ) گویا اس خاتون کو بھی اپنا چہرہ کھولنا گراں محسوس ہو رہا تھا۔[1]

مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں: (نبی ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے) میں نے اسے دیکھا اور پسند کر کے اس سے شادی کرلی۔

(۱۳) شرعی نصوص کی دلالت کے ساتھ ساتھ، اجماع بھی اسی بات پر قائم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کیلئے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپنا واجب تھا، وہ دلیل کہاں ہے جو مؤمنین کی بیویوں کو اس پردہ سے مستثنیٰ قرار دیتی ہے، ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: اے عورتو! تم سب کا معاملہ ایک ہی ہے، اللہ تعالی نے تمہارے لئے زینت حلال کی ہے، مگر تبرج کے بغیر۔[2]

(۱۴) صحابہ کرام کی بیویوں کے بارہ میں یہی بات مشہور اور ثابت ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپا کرتی تھیں، یہ بات بہت سے اہل علم نے نقل کی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبیدہ السلمانی اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ مؤمنین کی عورتیں اپنے سروں کے اوپر سے اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہتی تھیں، صرف ان کی آنکھیں ظاہر ہوتی تھیں؛ تاکہ راستہ بخوبی دیکھ سکیں۔

صحیح بخاری میں یہ بات ثابت ہے کہ محرم عورت کو نقاب اور دستانے پہننے سے منع کیا گیا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نقاب اور دستانے اس دور میں غیر محرم خواتین کا معروف لباس شمار ہوتے تھے۔ جس سے ان کے چہروں اور ہاتھوں کے ڈھانپنے رکھنے کا علم حاصل

---

[1] ابن ماجہ: ۱۸۶۶ (مصباح الزجاجۃ: ۶۶۶) بوصیری فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے، تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

[2] تفسیر ابن ابی حاتم ۱۴۸۴۹

ہوتا ہے۔[1]

(۱۵) بہت سی اسانید سے جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: یا رسول اللہ ﷺ! عورتیں اپنا کپڑا کس حد تک نیچے لٹکائیں؟ فرمایا: ایک بالشت۔

عرض کیا: اس سے تو ان کے پاؤں ظاہر ہونے کا اندیشہ ہے؟ فرمایا: ایک ہاتھ لٹکا لیا کریں، اس سے زیادہ نہیں۔[2]

اس حدیث میں بڑا واضح اشارہ موجود ہے، جو عورت کے چہرہ کو وجوباً ڈھانپنے کا متقاضی ہے؛ کیونکہ جب پاؤں تک کو ڈھانپنا ضروری سمجھا جاتا تھا، تو چہرہ کہیں زیادہ ضروری قرار پائے گا، اس حدیث میں شارع علیہ السلام نے ادنیٰ (یعنی قدموں کو ڈھانپنا) کے ذریعے، اعلیٰ (یعنی چہرے کو ڈھانپنا) کی جانب متوجہ ومتنبہ فرمایا ہے۔

(۱۶) اعتبارِ صحیح اور عقلِ سلیم وجلی، بھی اسی مؤقف کے مؤید ہیں۔

چنانچہ جو شخص بھی درء المفاسد اور جلب المصالح (یعنی: ہر مفسدہ اور خرابی والی چیز کو چھوڑ دینا اور مصلحت وفائدہ والی چیز کو اختیار کر لینا) جیسے عظیم شرعی قاعدے کا ادراک رکھتا ہے، اور اس قاعدے کی روشنی میں شریعت کے مقاصد وحکم سے پوری طرح آگاہ ہے (وہ یقیناً چہرے کے پردے کے وجوب کا قائل ہوگا)

کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ چہرے کی بے پردگی کے مفاسد بے تحاشا ہیں، جب کہ مصلحت کوئی بھی دکھائی نہیں دیتی، اور چہرے کو ڈھانپے رکھنے کی مصلحتیں بے شمار ہیں اور

---

[1] مجموع الفتاوی: ۳۷۲-۳۷۱/۱۵

[2] احمد: ۲/۲۹۵، ترمذی: ۱۷۳۱، ابوداؤد: ۴۱۱۷، نسائی: ۵۳۳۶، ابن ماجہ: ۳۵۸۰، امام ترمذی نے اسے "حسن صحیح" کہا ہے۔

خرابی کوئی بھی دکھائی نہیں دیتی۔ (تو پھر مصالح کو مفاسد پر مقدم کرنے والے قاعدے کے تحت یقینی طور پر عورت کے چہرے کے حجاب کا قول اختیار کرنا پڑے گا)

ذرا شریعت کی شدتِ احتیاط ملاحظہ کیجئے، کس طرح عورت کیلئے اس کے قدم تک کی بے پردگی حرام قرار دی، پازیب کی آواز تک کے اظہار کو ناجائز قرار دیا، بوڑھی بدشکل عورت تک کی کسی زینت کے تبرج کو ناجائز کہا، تاکہ معاشرہ میں کوئی ایسا سلسلہ ہی نہ رہے، جو مردوں کی شہوات کے برانگیختہ ہونے کا سبب بن سکے۔

تو اس کے بعد ایک خوبصورت اور نوجوان عورت کے چہرے کے کھلا رکھنے کی حرمت کے بارہ میں کوئی شک باقی رہ سکتا ہے؟

لوگوں کی اکثریت چہرے کو وہ عضو قرار دیتی ہے کہ اگر وہ خوبصورت ہے تو سارا جسم خوبصورت اور قابل قبول ہے، اور اگر چہرہ بدصورت ہے تو سارا جسم بدصورت اور بدنما ہے۔ (تو پھر اصل مطلوب تو چہرے کا پردہ ہی ہوا)

عبید بن عمیر کے دور میں، مکہ مکرمہ کی ایک خوبصورت عورت نے آئینہ دیکھا، اور اپنے شوہر سے کہا: کیا تم سمجھتے ہو کہ کوئی بھی مرد، میرے اس خوبصورت چہرے کو دیکھے اور مبتلائے فتنہ نہ ہو سکے؟ (گویا خواتین بھی اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ چہرہ ہی مردوں کو فتنے میں گرفتار کرتا ہے)

عُشاق ہمیشہ اپنے محبوبوں کے چہروں کے حسن کے سحر میں گرفتار ہوتے ہیں اور انہی چہروں کی تصویر کشی کرتے دکھائی دیتے ہیں، جیسا کہ ایک شاعر نے کہا:

إن تقتليه وتذهبي بحياته

فبحسن وجهك لا بحسن صنيعك

تیرا حسین چہرہ ہی فلاں شخص کو موت کے گھاٹ اتار دینے کیلئے کافی ہے، کسی اور معاملے کی ضرورت ہی نہیں۔

ایک اور شاعر کا شعر ہے:

لو أبصر الوجه منها وهو منهزم

ليلا وأعداءه من خلفه وقفا

اگر وہ شخص شکست خوردہ ہونے کے باوجود، رات کی تاریکی میں بھی، جبکہ دشمن بھی پیچھے کھڑا ہو (میرے ممدوح کا) خوبصورت چہرہ دیکھ لے (تو دیکھتا ہی رہ جائے گا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک انسان پر کتنا ہی مشکل اور نازک وقت ہو، مگر ایسے وقت میں بھی اگر کسی خوبصورت عورت کا چہرہ اس کے سامنے آجائے تو وہ وقت کی تمام نزاکتیں فراموش کر کے، اسی کی سوچ میں ڈوب جائے گا، اور اگر ایک فارغ البال اور خوش خرم انسان دیکھ لے تو اس کی کیفیت کیا ہوگی؟)

خوبصورت چہرہ، آنکھوں اور دلوں کیلئے مقناطیسی کشش رکھتا ہے، اسے عقول وقلوب پر اپنا اثر جمانے کی پوری پوری قوت وصلاحیت حاصل ہے، جب یہ بات معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی پیشِ نظر ہے: [وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾] انسان تو بہت کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ تو اس کی تفسیر میں امام طاؤس اور دیگر علماءِ سلف کا یہ قول ضرور مدِ نظر رہنا چاہئے، وہ فرماتے ہیں: (انسان اس قدر کمزور پیدا کیا گیا ہے) کہ جب کسی عورت کو دیکھے گا تو صبر نہیں کر سکے گا۔[1]

ان تمام حقائق کی معرفت کے بعد بھی اگر کوئی شخص عورت کیلئے چہرے کو کھلا رکھنے کی

[1] روضة المحبين لابن قيم ص: ۲۰۲

اباحت کا قول اختیار کرے گا، تو اس کا یہ قول فتنوں کے دروازے کھول دے گا، لہذا فتنوں کوٹالنے کیلئے اس قسم کے قول کو چھوڑنا ہی بہتر ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شریعت نے عورتوں کو، مردوں سے اپنا چہرہ ڈھانپنے اور چھپائے رکھنے کا حکم دیا ہے؛ کیونکہ چہرہ کی بے پردگی ان کے تمام محاسن کھول دے گی، جس سے بڑے بڑے فتنے جنم لیں گے۔[1]

امام الحرمین [2] اور ابن رسلان [3] نے عورتوں کے کھلے چہرے کے ساتھ نکلنے کے ممنوع ہونے پر، مسلمانوں کا اجماع نقل فرمایا ہے، اور ابن رسلان نے یہ بھی کہا ہے کہ اس وقت تو یہ ممانعت، اور شدت اختیار کر جائے گی، جب معاشرہ میں فساق وفجار کی کثرت ہو۔

ہمارے شیخ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماءِ سلف کا اس بات پر اجماع قائم ہے کہ مسلمان عورت کیلئے، اپنے چہرے کو ڈھانپنا فرض ہے، اس کا چہرہ ایک ایسا پردہ ہے، جسے محرم کے علاوہ ہمیشہ پردہ ہی میں رہنا چاہئے۔[4]

شریعت کا ایک انتہائی پختہ اور محکم قاعدہ ہے کہ شرکی طرح، اس کے تمام ذرائع، اسباب اور مقدمات بھی ممنوع ہیں۔

(تاریخی شہادتیں موجود ہیں کہ) کچھ خوبصورت عورتوں کے حسین وجمیل چہروں کی بے پردگی، کیسی کیسی قیامتیں ڈھا چکی ہے، حالانکہ وہ دور انتہائی پاکیزہ تھا، تو ذرا اس بے

[1] روضۃ المحبین لابن قیم ص: ۹۷

[2] مغنی المحتاج للشربینی: ۳/۱۲۹

[3] نیل الأوطار للشوکانی: ۶/۲۰۳-۲۰۲

[4] مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ: ۵/۱۳۱-۲۳۲

پردگی کے مفاسد کے حجم کا آج کے دور میں تصور کیجئے، وہ دور جو معصیتوں اور رذالتوں کی دلدل میں ڈوبا ہوا ہے۔

ہم نے عورتوں کے مکمل پردے کے تعلق سے کچھ نقلی اور عقلی دلائل پیش کئے ہیں، اس کے علاوہ بھی دلائل کی گنجائش موجود ہے، مگر بیان کردہ تمام صحیح اخبار وآثار کافی ہیں، بلکہ اس سے بھی کم میں متلاشیانِ حق کی قناعت وہدایت کا وافر سامان موجود ہے۔ لیکن ادلہ اور ان کے مدلول سے پہلوتہی برتنے والے شخص کیلئے تو ہر کوشش بے کار ہے:

لقد تنکر العین ضوء الشمس من رمد
وینکر الفم طعم الماء من سقم

آنکھ میں تکلیف اور سوجن ہو تو وہ سورج کی دھوپ کا انکار کر دیتی ہے اور مریض انسان کا منہ، پانی کا ذائقہ قبول نہیں کرتا۔

ہمارے ان ذکر کردہ واضح نصوص اور روشن دلائل نے، ان لوگوں کے ایک ایک شبہ کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے، جو عورتوں کے چہرے اور ہاتھوں کے کھلا رکھنے کے قائل ہیں۔

میرا تعجب ختم ہونے کو نہیں آتا کہ میں جانتا ہوں کہ جس شخص نے بھی حجاب کے تعلق سے دلائل تلاش کرنے کی کوشش کی اور کتبِ تاریخ وسیر میں غوطہ زن ہو کر، کوئی ایسا حوالہ یا شاہد نکالنے کی کوشش کی، جس سے عورت کے چہرے کے کھلا رکھنے کے جواز کا راستہ مل جائے، تو اسے حسرت اور تھکاوٹ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، اس مسلسل تحقیق اور تلاشِ بسیار کے باوجود اسے اپنے موقف پر کوئی ایسی دلیل نہ مل سکی جو صحیح اور صریح ہو، بلکہ اس موقف پر کوئی عمل بھی نہ مل سکا، نہ کسی کا فتویٰ۔

یہ بات ناممکن ہے کہ چہرے کا کھولنا جائز ہو اور اس پر کوئی دلیل یا نص یا کسی کا عمل یا

فتویٰ موجود نہ ہو، یہ بات حقیقت سے بہت بعید ہے۔

جبکہ چہرے کو ڈھانپنا ایک ایسا امر ہے، جسے ہر خاص و عام جانتا ہے، اور اس کی مشروعیت میں کسی کو خلاف یا نزاع نہیں ہوسکتا۔

بعض حضرات کا موقف ہے کہ خاتون کیلئے اپنا چہرہ ڈھانپنا مستحب ہے، واجب نہیں۔

شیخ البانی، اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں ان کے ساتھ جنت الفردوس میں اکٹھا فرمادے، باوجودیکہ انتہائی وسیع اور گہرے علم وادراک کے مالک ہیں، اور باوجودیکہ ان کے بلدِ سکونت میں کثیر مقدار میں کتبِ علمیہ اور قلمی نسخے متوفر ہیں، اور باوجودیکہ انہیں مسئلۂ زیرِ بحث کے تعلق سے اپنی رائے بہت پسند تھی، اور باوجودیکہ وہ اپنے مخالف پر بڑی قوت سے گرفت کرنے والے ہیں، اور باوجودیکہ پردے کے تعلق سے ان کی کتاب (جلباب المرأة) کی اشاعت کو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے، پھر ان کے یومِ وفات تک کا عرصہ بھی شامل کرلیجئے، اپنے موقف پر ایک صریح دلیل بھی نہیں پیش کرسکے، حالانکہ تصحیحِ احادیث اور متونِ غریبہ سے استدلال کے حوالے سے، بعض اوقات وہ تساہل میں واقع ہوئے ہیں۔

ان کے ہاں اپنے موقف کیلئے جو بھی دلائل ہیں، وہ محض چند مخصوص افراد کے قضایا تک محدود ہیں، جن کی کوئی عمومی حیثیت نہیں ہے، یا پھر ایسے ظنون (گمان اور شک) جو کچھ بھی حق سے کفایت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

عورت کیلئے چہرہ کھلا رکھنے کے جواز کے قائلین کی جو سب سے قوی دلیل ہے، اس کے اندر بھی بہت سے احتمالات کی گنجائش ہے، جن پر جتنا غور وفکر کیا جائے اتنا ان کا موقف کمزور ہوتا جائے گا۔

جو شخص دونوں اقوال میں تقابل کرے گا اور فریقین کے دلائل کا موازنہ کرے گا، وہ یقیناً یہ محسوس کرے گا کہ جو لوگ چہرہ کھلا رکھنے کے جواز کے قائل ہیں، ان کا قول، خست اور رذیلت کا داعی ہے، جس پر نفس کو سکینت نہیں ملتی اور قلبِ مومن کو اطمنان حاصل نہیں ہوسکتا۔

جبکہ جو لوگ چہرے کے پردے کے قائل ہیں ان کا قول عزت وفضیلت کا داعی ہے، جس پر نفس پُرسکون اور دل مطمئن ہے۔

جہاں تک جواز کے قائل حضرات کے دلائل کا تعلق ہے تو ان میں سے اگر کوئی صحیح سند سے ثابت ہے تو وہ محض کسی کا ذاتی فعل ہے جو غموض اور التباس سے خالی نہیں، یا پھر ایسے موقوف آثار ہیں جن کے نقل میں کوتاہی اور نقص کا عمل دخل ہے۔

اس کے برخلاف جو لوگ عورت کو چہرہ کھلا رکھنے سے روکتے ہیں، ان کے دلائل قولی بھی ہیں اور فعلی بھی، بالکل واضح، غموض والتباس سے پاک۔

بہت سے اصولی اور حدیثی قواعد بھی ان دلائل کے مؤید ہیں، مثلاً قاعدہ: قول، فعل سے راجح ہے، اور قاعدہ: جب جواز اور منع کے دلائل میں تعارض ہو تو منع کے دلائل مقدم ہونگے، اور قاعدہ: اثبات کی حجت، نفی کی حجت پر مقدم ہے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے قواعد ہیں (جن میں سے بعض کا سابقہ سطور میں ذکر ہوچکا ہے۔)

دوسرا شبہ

ان لوگوں کا خیال ہے کہ آیتِ کریمہ [وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ

حِجَابٍ] نبی ﷺ کی بیویوں کے ساتھ خاص ہے۔

اس شبہ کا جواب متعدد وجوہ سے دیا جاسکتا ہے۔

(۱) تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع قائم ہے کہ تمام مومن عورتوں کیلئے پردہ افضل ومستحب ہے، یہ اجماع، خصوصیت کے اس دعوے کی تردید کیلئے انتہائی واضح دلیل ہے۔

اگر یہ مان بھی لیں کہ حجاب کا یہ حکم امہات المؤمنین کے ساتھ خاص ہے تو پھر کیا یہ کہا جائے گا کہ مسلمان عورتوں کیلئے امہات المؤمنین کی مشابہت اختیار کرنا مشروع نہیں ہے؟

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی لونڈی کو، اپنا چہرہ ڈھانپے ہوئے دیکھتے تو اسے مارتے اور فرماتے: اے لئیمہ! کیا تو آزاد عورتوں جیسی ہے؟

(۲) مؤمن عورتوں کا عمل، یعنی وہ نبی ﷺ کے دور سے لیکر آج تک اپنے چہرے ڈھانپتی آئی ہیں، بھی بلاشبہ ایک ایسی دلیل ہے جو خصوصیت کے مذکورہ دعوے کو رد کرتی ہے۔

(۳) پردے کی آیات کو اگر بغور پڑھا جائے تو بہت سے ایسے قرائن سامنے آئیں گے، جن کی بناء پر خصوصیت کا دعویٰ باطل ہوجاتا ہے، وہ قرائن، تعمیمِ حکم پر منتج ہوتے ہیں؛ کیونکہ وہ آیات ایسے احکام وآداب پر مشتمل ہیں، جن کی ضرورت وحاجت امہات المؤمنین کے ساتھ ساتھ عام مسلم خواتین کو بھی ہے، لہذا انہیں محض امہات المؤمنین پر بند کردینا قرینِ مصلحت نہیں ہے۔

پھر ان آیات نے حجاب کی علت کا بھی ذکر کیا ہے، اور وہ ہے عورتوں اور مردوں کے دلوں کی طہارت وپاکیزگی [ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ]

گویا حجاب کے حکم میں یہ علت کارفرما ہے کہ ہر قسم کے شک وشبہ سے دل منزہ اور پاکیزہ رہیں، اس پاکیزگی اور طہارت کی جس قدر امہات المؤمنین کو ضرورت ہے، اس سے

کہیں زیادہ عام مؤمنات کو ہے۔

کتبِ اصول میں معروف قاعدہ مذکور ہے کہ حکم کی علت، اس کے معلول کو عام کردیتی ہے۔[1]

(۴) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(ایاکم والدخول علی النساء.فقال رجل من الأنصار یارسول اللہ افرأیت الحمو؟قال: الحمو الموت)

ترجمہ: تم عورتوں پر داخل ہونے سے بچو، ایک انصاری صحابی نے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیور تو موت ہے۔[2]

شیخ شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث مردوں کیلئے، عورتوں پر داخل ہونے کی حرمت پر واضح دلیل ہے، نیز ان سے کسی چیز کے سوال کرنے کی ممانعت پر بھی دلیل ہے، الا یہ کہ یہ سوال پردے کے پیچھے سے ہو۔

شیخ شنقیطی مزید فرماتے ہیں: نبی ﷺ کی یہ حدیث، اس بات کی بھی دلیلِ صحیح بن سکتی ہے کہ قولہ تعالیٰ: [فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ] تمام مسلم خواتین کیلئے عام ہے......

چنانچہ اس حدیث کا ظاہر اس بات پر دال ہے کہ عورتوں پر داخل ہونا ہی ناجائز ہے، خواہ خلوت نہ بھی حاصل ہو۔[3]

(۵) ایک طے شدہ اصول ہے کہ وحی الٰہی اگر ایک شخص کو مخاطب ہے تو اس کا حکم پوری

---

[1] أضواء البیان للشنقیطی: ۵۸۵-۶/۵۸۴

[2] بخاری: ۴۹۳۴، مسلم: ۲۱۷۲

[3] أضواء البیان: ۵۹۳-۶/۵۹۲

امت کیلئے ہے، اور نصوص میں اعتبار سببِ نزول کی خصوصیت کا نہیں بلکہ عمومِ لفظ کا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ آیاتِ حجاب کے نزول کے متعدد اسباب ثابت ہیں، اور ایسی کوئی دلیل نہیں جو حجاب کے حکم کو صرف مخاطَب کے ساتھ خاص کردے اور صرف صاحبِ سبب یا صاحبِ قصہ تک محدود ہو۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: عموماتِ قرآنی کو محض ان کے اسباب پر بند کر دینا باطل ہے؛ بلاشبہ عام آیات، کچھ مخصوص اسباب کی وجہ سے نازل ہوئی ہیں، ان آیات کے عموم کو محض سببِ نزول کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا، اور یہ بات معلوم اور مقرر ہے۔[1]

(٦) بالفرض اگر اِس آیتِ کریمہ کو (یعنی جس میں پردے کے پیچھے سے سوال کرنے کا ذکر ہے) امہات المؤمنین کے ساتھ خاص مان لیا جائے، تو بھی کتاب وسنت کے بہت سے دلائل ہیں، جو تمام عورتوں کیلئے حجاب کی فرضیت پر دلالت کرتے ہیں۔

ان میں سے ایک آیۃ الخُمُر ہے، یعنی [......وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ ......] اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں......۔[2]

یہی وجہ ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انصار اور مہاجر خواتین کی، ان کے اوڑھنیاں ڈالے رکھنے والے عمل کی بناء پر تعریف وتوصیف فرمائی، بلکہ ان کے اس عمل کو اسی آیت کی تصدیق قرار دیا۔

اسی طرح آیۃ الجلابیب [يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ] بھی تمام مسلمان عورتوں کیلئے، وجوبِ حجاب کی دلیل ہے، شیخ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس

[1] التفسیر الکبیر: ۳۹۹-۵/۳۹۸

[2] النور: ۳۱

آیت کریمہ کو آیۃ الحجاب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پردے کی یہ آیت تمام عورتوں کے حق میں وجوبِ حجاب پر دال ہے، اس آیت سے ہر عورت کیلئے اپنا سر اور چہرہ ڈھانپنا فرض معلوم ہو رہا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے تمام مومن عورتوں کو، جب وہ کسی کام سے اپنے گھروں سے نکلیں، یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اوڑھنیوں کے ساتھ اپنے سروں کے اوپر سے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا کریں، اور صرف ایک آنکھ ظاہر کیا کریں۔[1]

عبداللہ بن عباس کا یہ قول، اپنے شواہد کے ساتھ قابلِ قبول بن جاتا ہے۔

جن علماء نے اس آیت کریمہ کو امہات المؤمنین کے ساتھ خاص کیا ہے، ان میں سے بہت سوں نے، اس تخصیص سے مراد یہ لیا ہے کہ امہات المؤمنین، عام معمول کے حجاب سے بڑھ کر پردہ اختیار کریں، عام معمول کا حجاب چہرہ اور ہاتھوں اور زینت کی ہر چیز کو چھپانے کے ساتھ تھا۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آیتِ حجاب کے نزول کے بعد، کسی شخص کیلئے یہ ممکن نہ رہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی کو دیکھ پائے، خواہ اس نے نقاب لیا ہو یا نہ لیا ہو (نقاب لینے سے مراد وہ اضافی چادر ہے جو معمول کے حجاب کے اوپر ڈالا کرتی تھیں تاکہ حجاب کے اس مخصوص حکم کی تعمیل شدتِ مبالغہ کے ساتھ ہوجائے)[2]

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب حجاب کا حکم تمام مومنات کیلئے عام ہے تو قرآن

[1] جامع البیان لابن جریر: ۳۴-۲۲/۳۳۔ ابن ابی حاتم وابن مردویہ بحوالہ: در منثور: ۶/۲۵۹

[2] معالم التنزیل البغوی: ۳/۵۴۰

مجید نے، اس بارہ میں صرف امہات المؤمنین کو خطاب کیوں کیا؟ اور باقی عورتوں کو کیوں چھوڑ دیا؟

جواب: امہات المؤمنین کو بطورِ خاص مخاطب کرنے سے، ان کے فضل و شرف کا اظہار مقصود ہے، اور جملہ مؤمنات اس معاملے میں ان کی اتباع کریں گی، مسلمان خواتین کو حجاب کے تعلق سے، امہات المؤمنین کی اقتداء اختیار کرنے میں جہاں حجاب کی اہمیتِ شان مقصود ہے، وہاں ایک لطیف نکتہ بھی موجود ہے، اور وہ یہ کہ جب دنیا کی سب سے افضل، نیک اور معصومیت سے انتہائی قریب خواتین کو پردہ کا حکم دیا جارہا ہے تو دوسری عورتوں کیلئے یہ حکم کس قدر مؤکد ہوگا۔ (جبکہ اس دور کا معاشرہ بھی انتہائی پاکیزہ تھا، اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ پاکیزگی اور حیاء کے اقدار مفقود ہوتے جارہے ہیں)

پھر یہ بھی تو ایک اسلام کا انتہائی اہم ادب ہے کہ ہر مربی کسی بھی حکم کی تنفیذ کیلئے اپنے گھر سے آغاز کرے۔

قرآن مجید کے اس اسلوب سے کون واقف نہیں ہے کہ بہت سے اوامر کیلئے خطاب صرف رسول اللہ ﷺ کو ہے، مگر مراد، اولویت کے ساتھ پوری امت ہے۔

تیسرا شبہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سورۃ الاحزاب کی آیت [يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ] میں جو اوڑھنیاں لٹکائے رکھنے کا حکم ہے، یہ چہرہ ڈھانپنے کو مستلزم نہیں ہے، لغت میں اس معنی کی کوئی تائید نہیں ملتی۔

جواب: اوڑھنی لٹکائے رکھنے کی صورت یہی ہے کہ اسے پیشانی پر باندھا جائے؛ تاکہ وہ پہلے سر کی چوٹی اور بھنوؤں کیلئے ساتر بن جائے، پھر اسے اس طرح لٹکایا جائے کہ وہ پورے جسم کو ڈھانپتی ہوئی قدموں تک پہنچ جائے اور انہیں بھی ڈھانپ لے، اللہ تعالیٰ کے فرمان: [يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ] کی تفسیر میں بہت سے صحابہ اور تابعین سے قولاً و عملاً، چہرے کا ڈھانپنا ہی منقول ہے، جلابیب کی تفسیر میں عنقریب یہ نکتہ آئے گا۔

جہابذہ علماء و مفسرین، جنہیں لغت میں بڑی مہارت و اتقان حاصل ہے، جلابیب لٹکانے کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ عورتیں اپنی اوڑھنیوں کے ساتھ، اپنے پورے چہروں کو ڈھانپ لیں، اور ایک آنکھ جس سے دیکھنا ممکن ہو، کے علاوہ چہرہ کا کوئی حصہ ظاہر نہ کریں۔

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک آنکھ کو ظاہر کرنے کی رخصت راستہ دیکھنے کی خاطر ہے، اور اگر یہ ضرورت نہ ہو تو اس آنکھ کو ظاہر کرنا بھی درست نہیں ہے۔)

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب کسی عورت کا کپڑا چہرے سے سرک جائے تو اس سے کہا جاتا ہے: أدني ثوبك على وجهك. یعنی: اپنا کپڑا اپنے چہرے پر ڈال لے۔ (نسفی کا یہ قول [يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ] کی تفسیر ہے۔)[1]

[1] مدارك التنزيل للنسفي ۳/۷۹

شیخ شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آیت کریمہ [يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ] میں خود ایک بڑا واضح قرینہ موجود ہے کہ اوڑھنیاں لٹکانے سے مراد چہروں کا ڈھانپنا ہے، اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ یہ حکم اپنے نبی کی بیویوں کو دے رہا ہے، اور امہات المؤمنین کے پردے میں چہرے کو ڈھانپ کر رکھنے میں کسی کو اختلاف نہیں، اور چونکہ یہی حکم ازواج مطہرہ کے ساتھ ساتھ، بیٹیوں اور تمام مؤمنین کی عورتوں کو ہے، لہذا سب کیلئے [يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ] پر عمل کرنے کیلئے، چہروں کو ڈھانپنا فرض قرار پایا۔

سورۃ النور کی آیت [وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] (اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر ہے) بھی ہمارے موقف کی ایک اہم دلیل ہے۔

[اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] سے چہرہ اور ہاتھ مراد لینا غلط ہے، پچھلے صفحات میں ہم بڑی وضاحت سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اس سے مراد وہ چادر یا عبایہ ہے، جسے عورت اپنے اوپر بھرپور طریقے سے لپیٹ کر اپنے لباس کو چھپالے (کیونکہ عورت کا لباس بھی تو ایک زینت ہے)[1]

اگر بفرضِ محال یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ قولہ تعالیٰ: [يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ] چہرہ ڈھانپنے کو مستلزم نہیں ہے، تو بقیہ تمام دلائل کا کیا جواب دو گے جو انتہائی صراحت کے ساتھ، چہرے کو ڈھانپنا فرض قرار دیتے ہیں اور جو واجب العمل ہیں۔

چوتھا شبہ

کچھ لوگوں کا خیال ہے، چہرے کا ڈھانپنا (الجلباب) کی شرط میں داخل نہیں ہے، اور

[1] اضواء البیان: ۶/۵۸۶

(الخمار) کا بھی لغوی معنی: غطاء الرأس یعنی: سر کا پردہ ہے۔

جواب: یہ وہم ہے، جس کی قلعی (الجلباب) اور (الخمار) کی قرآنی تفسیر سے کھل جائے گی، نیز (الجلباب) اور (الخمار) کی صحیح صورت بھی مسئلہ کو واضح کر دے گی۔

الخمار کی تفسیر اور صورت:

❁ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ مہاجر عورتوں پر رحمتیں نازل فرمائے، جب اللہ تعالیٰ کا فرمان: [وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠] اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں......

نازل ہوا تو انہوں نے اپنے بستروں کی چادریں پھاڑ کر، اپنے جسم کو ڈھانپنے والی اوڑھنیاں بنالیں۔[1]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یعنی اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا، اور اس کی صورت یہ ہے کہ چادر اپنے سر پہ ڈال کر، اسے دائیں طرف سے اپنے بائیں کندھے پر پھینک دیا، اس عمل کو عربی میں "تقنع" کہا جاتا ہے۔

(لغت کے امام) فراء کہتے ہیں: جاہلیت کی عورت اپنی چادر، اپنے پیچھے لٹکایا کرتی تھی اور جسم کے سامنے کے حصہ کو کھلا رکھا کرتی تھی، اسلام نے پورے جسم کو ڈھانپنے کا حکم دے دیا۔[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ خمر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اسی مادہ سے الخمار بھی ہے، یعنی: عورت کا دوپٹہ، اسے خمار اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اس کے چہرے کو ڈھانپ لیتا

[1] بخاری: ۴۷۵۸

[2] فتح الباری: ۸/۴۹۰

ہے۔[1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (الخمر) وہ کپڑا جو عورت کے چہرے، سر اور گردن کو ڈھانپ لے۔[2]

❁ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! میں نے کتاب اللہ کی تصدیق کرنے اور اس پر ایمان لانے میں انصاری عورتوں سے افضل کوئی عورت نہیں دیکھی، جب سورۃ النور کی آیت [وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوْبِهِنَّ] نازل ہوئی، توان کے مرد حضرات (اس نئی وحی) کو لیکر اپنے اپنے گھروں میں گئے، ہر شخص نے اپنی بیوی، بیٹی، بہن اور کسی بھی قرابت دار خاتون کو بلا کر، اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام سنا دیا، پھر کیا تھا ہر انصاری عورت نے اپنے بستروں کی چادریں یا کمبل پھاڑ کر اپنے لئے اوڑھنیاں بنالیں؛ تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تصدیق اور ایمان کا اظہار ہو، چنانچہ صبح کو وہ تمام عورتیں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے آئیں، اس طرح چادریں لپیٹے ہوئے کہ لگتا تھا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوئے ہیں۔[3]

امام ابن اثیر، عبیداللہ بن عدی بن الخیار کی حدیث کی شرح کرتے ہیں، دراصل عبید اللہ بن عدی، صحابی رسول وحشی سے ملنے گئے تھے، انہوں نے اپنی پگڑی، اپنے چہرے پر اس طرح لپیٹ لی کہ، وحشی کو صرف ان کی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں (اس روایت میں: **(وهو معتجر بعمامته)** کے الفاظ ہیں) جس کی تفسیر کرتے ہوئے ابن اثیر نے لکھا ہے:

[1] فتح الباری: ۱۰/۴۸

[2] مجموع الفتاوی: ۲۲/۱۴۶-۱۴۷

[3] تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۴۴۰۶

اعتجار بالعمامة سے مراد یہ ہے کہ اپنا کپڑا سر پہ اس طرح لپیٹے کہ اس کی ایک سائڈ چہرے کو بھی ڈھانپ لے، ٹھوڑی کے نیچے سے لپیٹنا اعتجار نہیں (واضح ہو کہ ام المؤمنین نے انصار عورتوں کی جو مدح فرمائی تھی اس کی وجہ انہوں نے یہی بتلائی کہ **(فاعتجرت...)** اور اعتجار کا معنی سر اور چہرے کو ڈھانپنا ہے۔[1]

محمد بن حسن فرماتے ہیں: اعتجار کا معنی سوائے نقاب کرنے کے اور کچھ نہیں، جس کی صورت یہ ہے کہ اپنی پگڑی کا کچھ حصہ اپنے سر پہ ڈال لے اور کچھ حصہ عورتوں کے معجر کے مشابہ کر لے یعنی اپنے پورے چہرے کو ڈھانپ لے۔[2]

❁ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے قصۂ افک کے ذکر میں جبکہ صفوان بن معطل، غلبۂ نیند کی وجہ سے لشکر سے پیچھے رہ گیا تھا اور پھر وہ اسی راستے پر چلتا ہوا ام المؤمنین تک پہنچا، جو سو رہی تھیں، اس سے آگے ام المؤمنین فرماتی ہیں: وہ میرے پاس آیا اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گیا؛ کیونکہ اس نے نزولِ حجاب سے قبل مجھے دیکھا تھا، اس کے إنا لله وإنا إليه راجعون. پڑھنے کی وجہ سے میں بیدار ہوگئی، اور فوراً اپنی چادر سے اپنا چہرے کو ڈھانپ لیا۔[3]

❁ فاطمہ بنت حسین کے قصہ میں بھی **(فخمرت وجهها)** کے الفاظ ہیں، یعنی: انہوں نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا۔[4]

[1] النهاية فى غريب الحديث: ۳/۱۸۵

[2] المبسوط للسرخسی: ۱/۳۱

[3] بخاری: ۴۴۷۳۔ مسلم: ۲۷۷۰

[4] تاریخ دمشق لابن عساکر: ۷۰/۱۹

بہت سی احادیث میں اس لفظ کا استعمال موجود ہے، مثلاً: (جو شخص حج کرتے ہوئے سواری سے گر کر فوت ہو گیا تھا، اس کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا) لا تخمروا وجهه. اس کا چہرہ نہ ڈھانپو۔

ایک حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں: (خمروا وجوه موتاكم) یعنی: اپنی میتوں کے چہروں کو ڈھانپا کرو۔

ایک اور حدیث میں ہے: (كان رسول الله ﷺ يخمر وجهه وهو محرم) یعنی: رسول اللہ ﷺ بحالتِ احرام (بوقتِ ضرورت) اپنا چہرہ ڈھانپ لیا کرتے تھے۔[1]

قاضی ابوعلی التنوخی کا ایک شعر ہے:

نور الخمار ونور خدك تحته
عجبا لوجهك كيف لم يتلهب

یعنی: تیرے دوپٹہ کا نور اور اس کے نیچے تیرے چہرے کا نور، تعجب ہے تیرا چہرہ آگ کا انگارہ کیوں نہ بن گیا؟

ثابت ہوا کہ لغوی اعتبار سے ''الخمار'' سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے کسی چیز کو ڈھانپنا یا چھپانا حاصل ہو، چنانچہ جلباب یعنی اوڑھنی کو بھی خمار کہا جا سکتا ہے اور عمامہ یعنی پگڑی کو بھی خمار کہا جا سکتا ہے، عورت جس کپڑے سے اپنے سر اور گردن کو ڈھانپے گی، وہ خمار کہلائے گا۔

ایک بوڑھی عورت جسے قرآن نے چہرہ کھولنے کی رخصت دی ہے، اس کا خمار وہ کپڑا ہے جو اس کے بالوں اور گردن کو ڈھانپ لے۔

ایک جوان عورت جب تنہا نماز ادا کرے گی، تو اپنا چہرہ کھلا رکھے گی، لیکن بالوں اور

[1] دیکھئے تلخیص الحبیر: ۱۰۸۱

گردن کو ڈھانپے رکھے گی، جس سے اسے خمار کی قدرِ واجب حاصل ہو جائے گی۔

لیکن تمام عورتوں کیلئے اجنبی مردوں کی موجودگی میں، شریعت اور عرفِ عام میں خمار سے مراد وہ چادر ہوگی جو اس کے سر، چہرے، گردن اور سینے کو ڈھانپ لے۔

اور یہ متفق علیہ قاعدہ موجود ہے کہ ہر مسئلہ میں شرعی حقیقت، لغوی حقیقت پر مقدم ہوگی، جو اس کے خلاف کہے گا وہ انتہائی کج فہمی کا شکار ہے۔

''الجلباب'' کی تفسیر اور صفت

❁ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بسندِ صحیح ثابت ہے، فرماتی ہیں: جب آیتِ کریمہ [يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ] نازل ہوئی تو انصار عورتیں اپنے گھروں سے اس طرح باہر نکلیں کہ سیاہ چادریں اوڑھنے کی وجہ سے ایسا لگتا تھا جیسے ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوئے ہیں۔[1]

لغتِ عرب میں (الرأس) یعنی سر، چہرے کو بھی شامل ہے، ایسی کوئی دلیل کہاں ہے جو سر کے مسمّی سے چہرے کو خارج قرار دیتی ہو۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول معروف ہے: (مافوق الذقن من الرأس) یعنی: ٹھوڑی کے اوپر جو حصہ ہے وہ سر میں سے ہے۔[2]

ابن حزم رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: جس عربی لغت کے ساتھ، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مخاطب فرمایا ہے، اس میں (جلباب) سے مراد وہ چادر ہے جو پورے جسم کو ڈھانپ

[1] ابوداؤد: ۴۱۰۱۔ عبدالرزاق، عبد بن حميد، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردويه بحواله درمنثور: ۶/۶۵۹

[2] مؤطا امام مالک: ۱/۳۲۷

لے، نہ کہ کچھ جسم کو۔ [1]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کی بیوی نے، کپڑے پہنانے کا تقاضا کیا، تو انہوں نے فرمایا: تمہیں کپڑے لیکر دینے سے مجھے خدشہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے پہنائے ہوئے جلباب کو چھوڑ دوگی، اس نے پوچھا: کون سا جلباب؟ فرمایا: تمہارا گھر۔ [2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (جلابیب) وہ اوڑھنی ہے جسے عورت، اپنے سر سے اس طرح لٹکائے کہ آنکھوں کے سوا کوئی چیز ظاہر نہ ہو۔ [3]

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے عبیدہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی:

[قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ] [4]

انہوں نے اپنا کپڑا لیکر اپنے سر اور چہرے کو ڈھانپا اور ایک آنکھ ظاہر کی (یعنی فرمایا کہ یہ جلباب کا معنی اور صورت ہے) [5]

گذشتہ اوراق میں، آیۃ الجلابیب کے تحت، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول گزر چکا ہے، وہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی عورتوں کو، جب بھی وہ کسی کام سے گھروں سے نکلیں، حکم دیا ہے کہ اپنی اوڑھنیوں کے ساتھ، اپنے سروں کے اوپر سے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیں، اور صرف ایک آنکھ کھلی رہنے دیں۔

---

[1] المحلی: ۳/۲۱۷

[2] الفائق للزمخشری: ۱/۱۱۹

[3] مجموع الفتاوی: ۲۲/۱۴۷

[4] الاحزاب: ۵۹

[5] جامع البیان لابن جریر: ۲۲/۴۶۔ فریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم بحوالہ الدر المنثور: ۶/۶۶۰

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اسی طرح کی تفسیر، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی نقل فرمائی ہے۔ [1]

❁ امام ابوداود رحمہ اللہ کتاب المسائل [2] میں، بسندِ صحیح ابوالشعثاء سے نقل فرماتے ہیں: جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عورت کے جلباب سے مراد وہ اوڑھنی لی ہے، جسے سر کے اوپر سے لٹکا کر، مکمل چہرے کو ڈھانپ لیا جائے۔ (ملخصاً)

❁ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، فرماتی ہیں: محرم عورت اپنی چادر، اپنے سر کے اوپر سے اپنے چہرے پر لٹکائے گی۔ [3]

❁ ام المؤمنین ہی سے ایک ایسی سند سے مروی ہے، جسے شواہد کے اعتبار سے صحیح قرار دیا گیا ہے، وہ فرماتی ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، بحالتِ احرام ہوتیں، قافلے ہمارے قریب سے گذرتے، جن کا گذرنا محسوس کر کے ہم فوراً اپنی چادریں، اپنے سروں کے اوپر سے اپنے چہروں پر لٹکالیا کرتیں، اور جب وہ قافلے گذر جاتے تو ہم اپنے چہرے کھول لیتیں۔ [4]

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ جلباب کی لغوی، شرعی اور عرفی تفسیر یہی ہوگی کہ وہ کپڑا جو دیگر اعضاء کے ساتھ ساتھ چہرے کو ڈھانپ لے۔

---

[1] الطبقات لابن سعد: ۸/۱۴۱۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

[2] مسائل الامام احمد: ۷۳۲، الأم لشافعی: ۲/۱۴۹، المعرفة للبیہقی ۹۶۰۱ بسند عطاء عن ابن عباس۔ شیخ تویجری فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر ہے۔ (الصارم: ۱۰۳-۱۰۲)

[3] مسائل الامام احمد لابی داؤد: ۷۳۱

[4] احمد: ۶/۳۰، ابوداؤد: ۱۸۳۳، مسائل الامام احمد: ۷۳۱، ابن ماجة: ۲۹۳۵، دارقطنی: ۲/۲۹۴، بیہقی الکبری: ۵/۴۸، المعرفة للبیہقی: ۹۶۰۴، ابن خزیمہ (التلخیص: ۲/۲۷۲، دیکھئے تعلیق المنذری فی مختصر ابوداؤد: ۲/۳۵۴

(الخمار) دوپٹہ اور (الجلباب) اوڑھنی ایک ساتھ

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جلباب وہ چادر ہے جو دوپٹہ کے اوپر ہوتی ہے، پھر انہوں نے اس قول کے قائل کا ذکر فرمایا، چنانچہ صفیہ بنت ابی عبید سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ایک عورت دوپٹہ اور چادر، دونوں اوڑھے ہوئے گھر سے نکلی، امیر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟ بتایا گیا: یہ آپ کے فلاں بیٹے کی لونڈی ہے، آپ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا: تمہیں کیا ہوا کہ تم نے اس لونڈی کو دوپٹہ اور چادر میں ڈھانپ کر، آزاد عورتوں کے مشابہ بنا دیا ہے؟ لونڈیوں کو آزاد عورتوں کے مثل نہ بناؤ۔ (بتغییر یسیر)[1]

(ثابت ہوا کہ آزاد عورتیں اپنے پورے جسم کو ڈھانپنے کیلئے دوپٹہ اور چادر دونوں اکھٹا استعمال کرتی تھیں۔)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ یونس بن یزید فرماتے ہیں: ہم نے امام زہری سے پوچھا: لونڈی کو، شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، دوپٹہ اوڑھنا بنتا ہے؟ فرمایا: اس کیلئے شادی شدہ ہونے کی صورت میں، دوپٹہ اوڑھنا ضروری ہے، دوپٹہ کے ساتھ چادر نہیں اوڑھ سکتی؛ کیونکہ اس طرح وہ آزاد عورتوں کے مشابہ ہو جائے گی، جو کہ ناپسندیدہ ہے۔

شیخ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ قولہ تعالیٰ: [يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ] کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہاں عورتوں کو اپنے لباس کے اوپر دوپٹہ اور چادر اوڑھنے کا حکم

---

[1] البیہقی الکبری: ۷/۲۲۶-۲۲۷۔ بیہقی نے کہا ہے، اس مسئلہ میں عمر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح متعدد آثار موجود ہیں، ابن الملقن نے کہا ہے اسے بیہقی نے اپنی سنن میں جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (البدر المنیر: ۴/۲۱۱)

ہے، جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو ڈھانپ لیں۔

پانچواں شبہ

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عورت کا اپنے چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا مستحب ہے، واجب نہیں۔

جواب: اس شبہ کا جواب کئی وجوہ سے ممکن ہے:

(۱) یہ خیال ظاہر کرنے والوں کے پاس، استحباب ومشروعیت کی کیا دلیل ہے؟ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے ڈھانپنے کا اصل سنت میں ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہ پردہ ایک رواج کے طور پہ تھا اور امہات المؤمنین فریضہ کی حد تک پردہ کیا کرتی تھیں، جسے بعد کی عورتوں نے بھی اختیار کیے رکھا۔

ان لوگوں سے کہا جائے گا: کوئی سمجھ بوجھ کی بات کرو، تمہارا یہ طرزِ استدلال کس قدر ناقص ہے، بہت سے فقہی مسائل ایسے ہیں جن کا وجوب، ان سے ہلکے دلائل سے ثابت ہوتا ہے، جن لوگوں نے پردے کے ہمارے ذکر کردہ دلائل کو استحباب پر محمول کیا ہے، وہ دیگر بہت سے مسائل کے وجوب کو اگر ثابت کرنا چاہیں تو ہمارے ان دلائل سے زیادہ واضح اور کھلی دلیل نہیں لا سکتے۔

(۲) ہمارے ذکر کردہ تمام دلائل، وجوب پر دلالت کرتے ہیں، انہیں دہرانے اور کتاب کی طوالت بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں، البتہ کچھ مزید دلائل ملاحظہ ہوں:

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کی بابت سوال کیا، جس نے ننگے پاؤں اور ننگے سر حج کرنے کی نذر مانی ہوئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مروها فلتختمر ولتركب ولتصم ثلاثة أيام)[1]

اسے حکم دو کہ وہ اپنے سر کو ڈھانپے اور سواری پر سوار ہو اور تین روزے رکھے۔ (اس حدیث میں نبی ﷺ کا حکم مذکور ہے جو وجوب کی دلیل ہے)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے زمعہ کی لونڈی کے بیٹے والے قصہ میں بیان فرمایا ہے: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس بیٹے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا: یہ میرے بھائی عتبہ کا بیٹا ہے، اور اس نے مجھے اس بیٹے کے متعلق وصیت بھی کی تھی۔ (لہذا یہ لڑکا مجھے ملنا چاہئے)

عبد بن زمعہ نے کہا: یہ لڑکا میرا بھائی ہے اور میرے والد کی لونڈی کا بیٹا ہے، نیز یہ میرے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ (لہذا یہ لڑکا مجھے ملنا چاہئے)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ لڑکا تیرا بھائی ہے اور تجھے ملے گا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچہ اسی کا ہوتا ہے جس کے بستر پر جنم لے اور زانی کیلئے سنگسار ہونا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی سودہ بنت زمعہ (یعنی عبد بن زمعہ کی بہن) سے کہا: اس لڑکے سے پردہ کرو؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں عتبہ (یعنی سعد بن ابی وقاص کے بھائی) کی مشابہت دیکھی تھی۔

چنانچہ وہ لڑکا اس کے بعد مرتے دم تک سودہ رضی اللہ عنہا کو نہ دیکھ سکا۔[2]

اس حدیث سے وجہِ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی سودہ کو اس کے باپ زمعہ کے بیٹے سے پردہ کرنے کا حکم دیا، حالانکہ ظاہر الامر میں اُن سے اس کا نسب اور

[1] ابوداؤد: ۳۲۹۳، ترمذی: ۱۵۴۴، نسائی: ۳۸۱۵، ابن ماجہ: ۲۱۳۴، امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔

[2] البخاری: ۱۹۴۸، مسلم: ۱۴۵۷

اخوت ثابت تھی، جس کا تقاضا یہی تھا کہ اس سے پردہ نہ کیا جائے، لیکن چونکہ اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت جھلکتی تھی لہذا شبہ کی بناء پر سودہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، جس سے پردے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ معاملہ کس قدر سنگین ہے۔

اور حدیث کے الفاظ (چنانچہ وہ لڑکا اس کے بعد مرتے دم تک سودہ رضی اللہ عنہا کو نہ دیکھ سکا۔) پردے کے مسئلہ کو مزید مؤکد کررہے ہیں؛ کیونکہ سودہ رضی اللہ عنہا اپنے ضروری کاموں کیلئے گھر سے نکلا کرتی تھیں، جس سے ثابت ہورہا ہے کہ پردے کا حکم وجوباً چہرے کو بھی شامل ہے۔

چہرہ ڈھانپنے کے وجوب کے دلائل میں سے ایک دلیل، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے، فرماتی ہیں: میرا رضاعی چچا افلح، جو کہ ابوالقعیس کا بھائی ہے، مجھے ملنے آیا، اس وقت پردے کی آیات نازل ہوچکی تھیں، میں نے اسے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینے سے انکار کردیا، جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انہیں اس معاملے سے آگاہ کیا تو آپ ﷺ نے اسے گھر داخل کرنے کا حکم دے دیا۔[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے بھی عورت کیلئے، اجنبی مردوں سے پردے کا وجوب ثابت ہورہا ہے۔[2]

نبہان رحمہ اللہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اگر کسی عورت کے پاس مکاتب غلام ہو اور اس غلام کے پاس اپنی

[1] البخاری: ۴۸۱۵، مسلم: ۱۴۴۵

[2] فتح الباری لابن حجر: ۹/۱۵۲

قیمت ادا کرنے کی استطاعت ہو تو وہ عورت اس سے لازمی پردہ کرے۔ [1]

اس حدیث کے تحت امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں وارد امر کا صیغہ، ظاہراً وجوب پر دلالت کر رہا ہے۔ [2]

نبہان ہی سے مروی ہے، ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اور میمونہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں، نابینا صحابی ابن ام مکتوم آ گیا، اس وقت پردے کی آیات نازل ہو چکی تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے پردہ کرو، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو نابینا ہے، نہ ہمیں دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی پہچانتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم اسے نہیں دیکھ رہیں؟ [3]

یہاں وارد ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس قول پر غور و فکر کیجئے کہ یہ واقعہ نزولِ حجاب کے حکم کے بعد کا ہے (یعنی انہوں نے نزولِ حجاب کو اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیا ہے) اور اصولِ فقہ کے قواعد میں، یہ قاعدہ موجود ہے کہ شریعت کا ہر امر (حکم) اصلاً وجوب کیلئے ہے، جبکہ ہر نہی اصلاً تحریم کیلئے ہے، اِلا یہ کہ کوئی ایسا شرعی قرینہ آ جائے جو امر کے وجوب کو اور نہی کی تحریم کو پھیرنے والا ہو۔ اور حجاب کی آیات و احادیث میں امر اور نہی دونوں موجود ہیں (یعنی

[1] الفتح الربانی: ۱۴/۱۶۰، ابوداؤد: ۳۸۲۹، ترمذی: ۱۲۶۱، النسائی فی الکبری: ۹۲۲۷، ابن ماجہ: ۲۵۲۰، امام ترمذی نے اسے "حسن صحیح" کہا ہے۔ امام حاکم اور ذھبی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ (المستدرک: ۲/۲۱۹) ابن حبان: ۴۳۲۲۔

[2] نیل الاوطار: ۶/۸۰

[3] احمد: ۶/۲۹۶، ابوداؤد: ۴۱۱۲، الترمذی: ۲۷۷۸، النسائی فی الکبری: ۹۲۴۱، صحیح ابن حبان: ۵۵۷۶، اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے، ابن حجر (الفتح: ۱/۵۵۰) فرماتے ہیں اس کی سند قوی ہے، نووی (شرح مسلم: ۱۰/۹۷) فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے جنہوں نے اس حدیث پر جرح کی ہے ان کے پاس کوئی معتمد حجت نہیں ہے۔

پردے کا حکم اور بے پردگی کی ممانعت و تحریم) اور کوئی ایسا قرینہ بھی موجود نہیں جو امر یا نہی کے اصل معنی کو ختم کر سکے، لہٰذا امر و نہی اپنے اصل معنی پر قائم اور موجود رہیں گے (یعنی پردے میں چہرہ ڈھانپنا واجب ہو گا اور اسے کھولنا حرام ہو گا)

(۳) آیت الجلابیب [يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ] میں بھی ایک واضح قرینہ پایا جاتا ہے جو امر کے وجوب پر ہونے کی دلالت کر رہا ہے، وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو جلابیب یعنی اوڑھنیاں اوڑھے رکھنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو دیا، اور بہت سے اہلِ علم جن میں قاضی عیاض بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کیلئے چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپنے کے وجوب میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ [1] جس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام عورتوں کے چہرے اور ہاتھوں کے ڈھانپنے کے وجوب میں بھی کوئی اختلاف نہ ہو۔ (کیونکہ سب کیلئے پردے کا حکم ایک ہی سیاق میں ہے، لہٰذا مومن عورتوں کو ازواجِ مطہرات کے حکم سے الگ کرنا بلا دلیل ہو گا۔)

(۴) آیت القواعد: [وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ ... الآیۃ] میں بھی کسی شک و شبہ کے بغیر چہرے کے پردے کے واجب ہونے کی دلیل موجود ہے؛ کیونکہ آیت کریمہ نے بوڑھی عورتوں کو (مقررہ شرط کے تحت) اپنی چادریں چہروں سے ہٹانے کی رخصت دی ہے، اور رخصت اسی مسئلہ سے دی جاتی ہے جو اصلاً فرض ہو۔

پھر آیتِ کریمہ نے بوڑھی عورتوں کیلئے مذکورہ رخصت کے باوجود، اپنے چہروں کو ڈھانپے رکھنے کے عمل پر پسندیدگی ظاہر کی ہے اور اسے خیر قرار دیا ہے، کھلی آنکھوں والوں

[1] فتح الباری لابن حجر: ۸/۵۳۰، ۲۸/۷

کیلئے یہ اسلوبِ قرآنی بھی اس بات پر دال ہے کہ چہرے کو ڈھانپنا واجب ہے۔

سب اس بات پر متفق ہیں کہ بوڑھی عورتوں کیلئے اپنے چہروں سے پردہ ہٹائے رکھنا مباح ہے، لیکن اگر پردہ ہٹانے سے بچ جائیں تو بہتر ہے۔

اس کے مقابلے میں اگر ہم یوں کہیں کہ جوان عورتوں کیلئے بھی چہروں سے پردہ ہٹائے رکھنا مباح ہے، البتہ اگر چہروں کو ڈھانپ لیں تو مستحب اور مستحسن ہے، تو پھر بوڑھی اور جوان میں کیا فرق رہے گا؟ اور آیتِ کریمہ میں بوڑھی عورتوں کی تخصیص کا کیا معنی ہوگا؟ یہ تو ایک عبث بات ہوگی جس سے قرآنِ حکیم بری اور پاک ہے۔ تو گویا یہ نصِ قرآنی جوان عورت کیلئے، چہرے کو ڈھانپنا واجب قرار دے رہی ہے۔

(۵) چہروں کو ڈھانپے رکھنے کا عمل صحابیات کے مابین معروف تھا، اور قرآن پاک اُنہی کی زبان میں نازل ہوا تھا، ہر دور اور علاقے میں مؤمن عورتوں کا عمل چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپنے پر مسلسل قائم رہا، حتی کہ چودھویں صدی ہجری نمودار ہوئی، جس میں منحوس استعمار نے اسلامی خطوں پر ڈیرے ڈال دیئے (اور کچھ مسلمان اسی استعمار کی بولی بولنے لگے) حالانکہ مسلمان عورتوں کا ہر دور میں تسلسل کے ساتھ، اپنے چہروں اور ہاتھوں کو وجوباً ڈھانپنے کا عمل، استحباب کے قول پر ضربِ کاری کا کام کرتا ہے۔

(۶) گذشتہ صفحات میں اسماء بنت ابی بکر، فاطمہ بنت المنذر اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اقوال بیان ہو چکے ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ صحابیات احرام کی حالت میں، اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کو ڈھانپا کرتی تھیں۔

صحابیات کے اس عمل میں، چہرے کے پردے کے واجب ہونے کی واضح دلیل پائی جاتی ہے؛ کیونکہ جمہور علماء کے نزدیک عورت کیلئے بحالتِ احرام چہرہ کھلا رکھنا مشروع بلکہ

واجب ہے، اور ڈھانپے رکھنا حرام ہے، تو اگر اجنبی مردوں کی موجودگی میں چہرہ ڈھانپنا فرض نہ ہوتا تو احرام کی حالت میں اس فرض کا ترک جائز نہ ہوتا (یعنی پھر صحابیات اجنبی مردوں سے بحالتِ احرام پردہ کیوں کرتیں؛ کیونکہ احرام کی حالت میں تو چہرہ کھلا رکھنا فرض ہے، تو جب حالتِ احرام میں جس میں چہرہ کھلا رکھنا فرض ہے، صحابیات اپنے چہرے اجنبی مردوں سے چھپایا کرتی تھیں تو چہروں کا یہ چھپانا احرام کے علاوہ کتنا مؤکد فریضہ ہوگا؟)

دوسری فصل

(بے پردگی کے قائل حضرات اپنے مؤقف کیلئے جن شبہات کا سہارا لیتے ہیں، ان میں سے ہر شبہ کے تعلق سے کچھ جواب طلب امور کی وضاحت ضروری ہے، جنہیں اس فصل میں بیان کیا جاتا ہے)

چھٹا شبہ

جولوگ عورت کیلئے چہرہ کھلا رکھنے کی اباحت کے قائل ہیں، وہ کچھ نقلی دلائل کے ظواہر اور چند تاریخی واقعات سے استدلال کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اگر ہمارا موقف قوی نہ ہوتا تو ہمیں یہ دلائل نہ ملتے۔

جواب: امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جتنے بھی گمراہ فرقے ہیں اور جن لوگوں نے بھی احکامِ شرعیہ میں اختلاف کیا ہے، انہیں اپنے مذہب کے استدلال کیلئے چند دلائل کے ظواہر میسر ہو ہی جاتے ہیں (تو کیا یہ ان کے مذہب کے حق ہونے کا ثبوت ہے؟) تحقیق کرنے والے ہر منصف شخص پر فرض ہے کہ وہ ہر مذہب کی پیش کردہ دلیل کے تعلق سے سلف صالحین کے فہم کو مدِ نظر رکھے اور یہ دیکھے کہ ان کا عمل کیا تھا، سلف صالحین کا فہم اور عمل ہمیشہ انتہائی درست قرار پاتا ہے۔[1]

[1] الموافقات للشاطبی: ۷۷-۷۶/۳

جولوگ عورت کے چہرے کو بے پردہ رکھنے کے جواز کے قائل ہیں، ان کے تمام تر دلائل محض اوہام وظنون اور تصورات پر مبنی ہیں، اگر چہ وہ ان اوہام کو دلائل سمجھتے رہیں اور اپنے عمل کو تحقیق کا نام دیتے رہیں۔

ہم نے اپنے اس رسالہ میں ان شبہات کو بے نقاب کرنا ہے اور علمی مناقشہ کے ذریعے، ان پر ردو ارد کرنا ہے۔

چنانچہ جان لیجئے ان لوگوں نے جس جس دلیل سے استدلال کیا ہے، وہ اس وقت تک مکمل قرار نہیں پا سکتا جب تک ان دلائل کے تعلق سے مندرجہ ذیل مقدمات ثابت نہ ہو جائیں۔

① ہر دلیل کی سند کا صحیح ہونا، اور اس کے متن کا نکارت سے پاک ہونا۔

② محل استدلال اور وجہ استدلال کا واضح ہونا، نیز یہ کہ ایسی چیزیں جو ان دلائل سے لازم نہیں آرہیں، انہیں خوامخواہ لازم قرار دینا نا قابلِ اعتماد ہوگا۔

③ جس واقعہ سے استدلال کیا جائے، اس کے تعلق سے یہ بھی ثابت کیا جائے کہ یہ واقعہ نزولِ حجاب کے بعد کا ہے۔

④ وہ دلیل محلِ نزاع سے خالی نہ ہو، یعنی اس میں چہرہ کھولنے کا کوئی شرعی عذر موجود نہ ہو۔ چہرہ کھلا رکھنے کے شرعی عذر درج ذیل ہیں:

ا۔ عورت کا بوڑھی ہونا یا بوڑھی ہونے کے حکم میں ہونا، یا عورت کا لونڈی ہونا۔

ب۔ اس کے چہرے کا کھل جانا کسی قصد وارادہ کے بغیر ہو۔

ج۔ اس کا اپنے چہرے کو کھلا رکھنا پیغامِ نکاح کی غرض سے ہو۔

د۔ اس کا چہرہ اس لئے کھلا ہو کہ اسے دیکھنے والا چھوٹا بچہ ہے۔

⑤ جس واقعہ سے استدلال کیا جائے وہ ایسا مخصوص واقعہ نہ ہو کہ جس کے عام ہونے کے حوالے سے اسباب مخفی ہوں۔

⑥ اس واقعہ کے تعلق سے یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ اس عورت کا کھلا چہرہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ہو اور اس پر سکوت اختیار کر کے اس کی اباحت کا اقرار کیا ہو۔

یہ چھ وہ مقدمات ہیں، جو جواز کے قائل حضرات اپنے ہر شبہ کے ساتھ پیش کریں، ان مقدمات سے کوئی مفر نہیں ہونا چاہئے، لیکن معاملہ یہ ہے کہ وہ اپنے دلائل میں ان مقدمات کو ثابت کرنے سے عاجز و قاصر ہیں۔

جس شخص کو بھی فقہی مسائل میں ترجیح وتصویب کے حوالے سے کچھ درک حاصل ہے، وہ ان کے پیش کردہ شبہات میں ان کے قصورِ علمی کو پوری طرح بھانپ جائے گا۔

انہوں نے جن دلائل کا سہارا لیا ہے وہ تین طرح کے ہیں:

① کچھ دلائل ایسے ہیں جن کی سند صحیح ہے لیکن ان کے مؤقف کی دلیل نہیں بنتے۔

② کچھ دلائل ایسے ہیں جو سنداً ضعیف ہیں۔

③ کچھ دلائل ایسے مجمل ہیں جن کی دلالت ان کے مؤقف کے خلاف ہے۔

جب یہ سب کچھ واضح ہو گیا تو جان لیجئے کہ ایسی کوئی نص یا قیاس یا مصلحت موجود نہیں ہے جو عورت کیلئے اجنبی مردوں کے سامنے اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی متقاضی ہو، بلکہ ہر نص، ہر قیاس اور ہر مصلحت، عورت کیلئے وجوباً ولزوماً اپنا چہرہ ڈھانپنے ہی کی متقاضی ہے، ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس لطیف اور نفیس نکتہ سے اعراض بھی کرتے ہیں اور اس پر طرح طرح کے اعتراض بھی وارد کرتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

تیسری فصل

(ان شبہات کا بیان جو آیاتِ حجاب میں قلتِ فہم کی بناء پر پیدا ہوئے)

ساتواں شبہ

ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان [وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] (یعنی: اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر ہے) کے تعلق سے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک تفسیر سے استدلال کیا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (سوائے اس کے جو ظاہر ہے) سے مراد ہاتھ اور چہرہ لیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

جواب: اس شبہ کا جواب متعدد وجوہ سے ہے۔

(۱) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے متعارض ہے، اور معلوم ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ان صحابہ میں ہوتا ہے، جنہیں تفسیر قرآن میں انتہائی تفوق اور تقدم حاصل ہے۔[1]

بلکہ عبداللہ بن عباس کی یہ تفسیر، ان کی اپنی اس تفسیر کے خلاف ہے، جو ان سے آیت

---

[1] عبداللہ بن مسعود کا قول ہے: اصحابِ رسول ﷺ جانتے ہیں کہ میں ان سب سے بڑھ کر کتاب اللہ کا علم رکھتا ہوں۔ شقیق کہتے ہیں میں اصحابِ محمد کے حلقات میں بیٹھا ہوں میں نے کبھی کسی کو عبداللہ بن مسعود کا رد کرتے ہوئے اور نہ ہی ان کی عیب جوئی کرتے ہوئے پایا ہے۔ (متفق علیہ) مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں: ابو مسعود البدری کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد عبداللہ بن مسعود سے بڑھ کر قرآن کریم کا عالم چھوڑا ہو۔

الجلابیب کے تحت مروی ہے، جس کا ذکر سابقہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ لہذا اس آیت کریمہ سے، ان کا عبداللہ بن عباس کی مذکورہ تفسیر سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے اور محکم دلیل سے استدلال طے ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر:

صحیح سند سے ابو اسحق سے مروی ہے، وہ ابو الاحوص سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قولہ تعالیٰ: [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] سے عورت کے کپڑے مراد لئے ہیں[1] (جنہیں ظاہر کئے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں) پھر ابو اسحق، عبداللہ بن مسعود کی اس تفسیر کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے: [خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ] (یعنی: یہاں زینت سے مراد لباس ہی ہے، گویا لباس کو زینت قرار دینا شرعی دلیل کے ظاہر سے ثابت ہوا)[2]

(آئندہ سطور میں ہم ذکر کریں گے کہ عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم، دونوں کی تفسیر گو بظاہر مخالف دکھائی دے رہی ہے، مگر تطبیق ممکن ہے) اور بالفرض اگر تطبیق ممکن نہ بھی ہو تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر پر مقدم ہے، اور مقدم ہونے کی وجہ وہ قرآنی قرینہ ہے جس کا اوپر ذکر ہوا؛ کیونکہ لغتِ عرب اور قرآن

---

[1] اس سے مراد وہ اوڑھنی ہے جسے عرب کی عورتیں کپڑوں کے اوپر اوڑھا کرتی تھیں اور وہ ہیئت ہے جو کپڑوں کے نیچے سے ظاہر ہو جاتی ہے، اس پر کوئی حرج نہیں کیونکہ اسے پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں۔

[2] تفسیر عبدالرزاق ۲/۵۶، جامع البیان لابن جریر: ۱۸/۱۱۸، سیوطی درمنثور میں کہتے ہیں: عبدالرزاق، فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، اور ابن مردویہ نے ابن مسعود سے [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] کی تفسیر کپڑے اور بڑی چادر روایت کی ہے۔

پاک کے عمومی استعمال کے مطابق، زینت سے مراد وہ ظاہری وخارجی چیزیں ہیں جن سے عورت اپنے آپ کو مزین کرتی ہے، مثلاً: زیور وغیرہ۔[1]

گویا عورت کی اصل خلقت، مثلاً: اس کے اعضاء وغیرہ پر زینت کا اطلاق نہیں ہوتا (اس لحاظ سے عبداللہ بن مسعود کی تفسیر کو ترجیح حاصل ہوگی)

عبداللہ بن مسعود کی تفسیر کے راجح ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے دونوں مقامات پر زینت کا مختلف معنی کیا ہے، جس سے کلام میں تاسیس کا پہلو اجاگر ہوتا ہے، جبکہ عبداللہ بن عباس نے دونوں مقامات پر زینت سے ایک ہی معنی مراد لیا ہے، جس سے کلام میں تاکید کا پہلو اجاگر ہوتا ہے۔

یہ قاعدہ معروف ہے کہ اگر کسی کلام میں تاسیس اور تاکید، دونوں پہلوؤں کے پائے جانے کا امکان ہو تو وہاں تاسیس والی صورت اور حیثیت مراد لینا زیادہ بہتر ہے۔

پھر عبداللہ بن مسعود کی تفسیر، وہ تفسیر ہے جو نصوصِ شرعیہ اور قواعدِ اصولیہ کے عین مطابق ہے۔

پھر جملۂ مستثنیٰ [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] میں عبداللہ بن عباس سے مختلف کلام منقول اور وارد ہے، جبکہ عبداللہ بن مسعود سے مختلف باتیں منقول نہیں ہیں، بلکہ ایک ہی کلام وارد ہے۔

(۲) امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عباس کی مذکورہ تفسیر پر تعلیق لگاتے ہوئے فرمایا ہے: اس بات کا احتمال ہے کہ ان کی یہ تفسیر [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] کی نہ ہو بلکہ [وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ] کے متعلق ہو یعنی: جس زینت کو ظاہر کرنے سے روکا ہے وہ چہرہ اور ہاتھ ہیں۔

---

[1] دیکھئے اضواء البیان للشنقیطی: ۱۹۹-۱۹۸/۶

یا پھر دوسرا احتمال یہی ہے کہ ان کی یہ تفسیر قولہ تعالیٰ [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا] کے متعلق ہو۔ عند الجمہور یہی بات مشہور ہے۔

بہت سے اہلِ علم نے پہلے احتمال کو راجح قرار دیا ہے؛ کیونکہ وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول، دوسرے اقوال سے متفق ہے، مثلاً: ان کا ایک قول یہ ہے کہ عورتیں اپنے جلابیب کو اپنے سروں سے لٹکا کر، اپنے چہروں کو ڈھانپ لیں۔

ان کا دوسرا قول یہ بھی ہے: عورت اپنا جلباب اپنے چہرے تک لٹکائے۔

یہ اقوال پیچھے ذکر ہو چکے ہیں۔

(۳) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حقیقتِ امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو طرح کی زینتیں ذکر فرمائی ہیں: ایک زینتِ ظاہرہ، دوسری زینتِ غیر ظاہرہ۔

جو زینتِ ظاہرہ ہے اسے شوہر کے علاوہ دوسروں پر اور اپنے محارم پر ظاہر کرنا جائز قرار دیا ہے، پردہ کی آیت نازل ہونے سے قبل عورتیں اپنی اوڑھنیاں اوڑھے بغیر باہر نکلا کرتی تھیں اور اجنبی مرد ان کا چہرہ اور ہاتھ دیکھ لیا کرتے تھے، چنانچہ اس وقت عورت کیلئے اپنا چہرہ اور ہاتھ کھولنا جائز تھا، نیز اجنبی مردوں کیلئے دیکھ لینا بھی جائز تھا؛ کیونکہ اس وقت عورت کیلئے ان کا اظہار مباح تھا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان: [يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ ؕ] کے ذریعے پردہ کا حکم دے دیا تو عورتوں کو، مردوں سے پوری طرح چھپا دیا اور ڈھانپ دیا۔

شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں: اب جبکہ عورتوں کو اوڑھنیاں اوڑھے رکھنے کا حکم دے دیا گیا ہے، تاکہ وہ پہچانی نہ جاسکیں، تو پھر چہرہ کا ڈھانپنا ضروری قرار پائے گا (کیونکہ چہرہ

ہی پہچان کا ذریعہ ہے) جس سے یہ حقیقت متعین ہوجاتی ہے کہ چہرہ اور ہاتھ، عورت کی وہ زینت ہے جسے مردوں کے سامنے کھلا نہ رکھنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ اب اجنبی مرد سوائے عورت کے ظاہری لباس کے، اور کوئی چیز نہیں دیکھ سکتے، یہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کا مقتضیٰ ہے، جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر پہلے امر کی مظہر ہے (جو پردے کے حکم کے نزول سے قبل تھا)[1]

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پردے کی آیت نازل ہونے سے قبل، عورتیں چادروں کے بغیر نکلا کرتی تھیں اور ان کا چہرہ اور ہاتھ دکھائی دیتے تھے، اور یہی وہ ظاہری زینت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: [وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا] پھر پردے کے حکم کے ذریعے عورت کو چہرہ اور ہاتھ ڈھانپنے کا حکم دے دیا گیا۔[2]

(۴) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذکورہ قول اس بات پر بھی محمول ہوسکتا ہے کہ عورت اپنے چہرے اور ہاتھوں کو اپنے محرم مردوں کے سامنے کھول سکتی ہے، یا بوڑھی ہونے کی صورت میں نامحرم مردوں کے سامنے بھی کھول سکتی ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے آیت کریمہ [وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا] کے تحت، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اور قول نقل فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں: اس سے مراد زینت ظاہرہ ہے، یعنی: چہرہ، آنکھوں کا سرمہ، ہاتھوں کی مہندی اور انگوٹھی وغیرہ، زینت کی یہ چیزیں، عورت ان مردوں پر ظاہر کرسکتی ہے جن کا اس کے گھر آنا جانا ہے۔

[1] مجموع الفتاوی: ۲۲/۱۱۰-۱۱۱

[2] فتح الباری لابن رجب: ۲/۳۴۶

واضح ہو کہ جن مردوں کا اس کے ہاں آنا جانا ہے وہ اس کے محرم ہی ہو سکتے ہیں۔

(عبداللہ بن عباس کا مذکورہ قول امام طبری نے ایک قابل قبول سند سے ذکر فرمایا ہے۔)

(۵) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو زینت سے مراد چہرہ اور ہاتھ لیا ہے، اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ انہیں اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا جائز ہے؟؛ کیونکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر بہت سے علماء نے [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] سے مراد چہرے اور ہاتھوں میں استعمال کی جانے والی زینت کی چیزیں لی ہیں، مثلاً: سرمہ اور انگوٹھی وغیرہ۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے چاندی کے وہ چھلے جو عورت پاؤں کی انگلیوں میں پہنتی ہے، کو بھی زینت قرار دیا ہے، اور یہ سب زینت کے وہ سامان ہیں جنہیں عورت استعمال کرتی ہے اور جنہیں ظاہر کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: [غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ] جس سے واضح ہوتا ہے کہ [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] (سے مراد اگر چہرہ اور ہاتھ لے بھی لیں) تو وہ اظہار اضطراری ہو سکتا ہے، نہ کہ اختیاری۔

تب ہی تو قرآن میں [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] ہے، اِلَّا مَا أَظْهَرْنَ مِنْهَا نہیں ہے، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] میں قصداً ظاہر کرنا معلوم نہیں ہو رہا، جو کسی مشقت یا حرج کی بناء پر ظاہر ہونے کی وجہ سے قابلِ معافی ہوتا، جبکہ اگر اِلَّا مَا أَظْهَرْنَ مِنْهَا ہوتا تو قصداً ظاہر کرنا معلوم ہوتا جو نا قابلِ معافی ہوتا۔

ایک دوسری مثال سے یہ بات مزید واضح ہوگی، صحیح مذہب کے مطابق مرد کی ران پردہ ہے، جسے ڈھانپنا ضروری ہے، لیکن بعض اوقات کپڑا ران سے سرک جاتا ہے، جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس میں خیبر کا واقعہ مذکور ہے، نیز نبی ﷺ کی ران سے کپڑا

سرک جانے کی حدیث،[1] یہ معاملہ مشقت کی وجہ سے قابلِ معافی ہے۔ (لیکن ایک مرد اگر قصداً اپنی ران سے کپڑا اٹھا دے تو وہ قابلِ معافی ہو سکتا ہے؟ بعینہ اسی طرح ایک عورت کا چہرہ اور ہاتھ پردہ ہیں، کسی عذر یا مشقت یا حرج کی بناء پر ان کا کھل جانا قابلِ معافی ہے، لیکن کیا بلا عذر کھولے رکھنا قابلِ معافی ہو سکتا ہے؟)

ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آیتِ کریمہ کے الفاظ سے مجھ پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کو ہمیشہ کیلئے پردہ کئے رکھنے اور جسم کی کوئی چیز ظاہر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، نیز یہ کہ وہ اپنی زینت کی ہر شئ کو ڈھانپے رکھنے کی مقدور بھر کوشش کرتی رہے، [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] کے استثناء سے مراد یہ ہوگا کہ عورت کی حرکات وسکنات کی وجہ سے بلا ارادہ، کچھ ظاہر ہوتا ہے تو وہ ایک ایسی مجبوری ہے جو قابلِ معافی ہے۔[2]

اس پر ایک سوال وارد ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے چہرے اور ہاتھوں کی تخصیص کیوں فرمائی؟ جبکہ مجبوراً ظاہر ہونے والی ہر زینت قابلِ معافی ہے؟

اس کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ سلف صالحین کا تفسیر میں یہ منہج معروف ہے کہ وہ صرف اس چیز کے ذکر کو کافی سمجھتے ہیں، جس کے ذکر کا متعلقہ حاجت تقاضا کرتی ہے، چنانچہ یہاں عورت کو ہاتھوں اور چہرے کے تعلق سے شرعی حکم، جس کی اسے حاجت تھی، بتا دیا گیا؛ کیونکہ عمومی طور پر یہی دو اعضاء ایسے ہیں، جو بلا قصد وارادہ جلدی ظاہر ہو جاتے ہیں، اور بعض علماء کی تعبیر کے مطابق بعض اوقات ضرورت بھی ان کے اظہار کی متقاضی ہو جاتی ہے۔

---

[1] البخاری: ۳۶۴، مسلم: ۱۳۶۵

[2] الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۱۲/۲۲۹

مسئلہ کی مزید وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] فرمایا ہے، اِلَّا الْوَجْهَ وَالْكَفَّيْنِ نہیں فرمایا، اگر شرعی مقصود، چہرے اور ہاتھوں کے کھلا رکھنے کے جواز کا ہوتا، تو اللہ تعالیٰ چہرے اور ہاتھوں کا صریحاً ذکر فرمادیتا؛ کیونکہ احکام کے بیان وتفسیر میں تصریح کا پہلو زیادہ بہتر قرار پاتا ہے۔

آٹھواں شبہ

کچھ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل لینے کی کوشش کی ہے: [ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ] یعنی: اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہوجایا کرے گی پھر نہ تنگ کی جائیں گی۔

وجہِ استدلال یہ بتلاتے ہیں کہ شناخت ہوجانے میں، چہرہ کھلا ہونے کی دلیل ہے! کیونکہ اگر چہرہ ڈھکا ہوا ہو تو شناخت کیسے ہو؟

جواب: اس شبہ کے جواب میں مفسرین کا کہنا ہے کہ [يُّعْرَفْنَ] یعنی شناخت ہوجانے کا معنی یہ نہیں ہے کہ کسی ایک عورت کو پہچان لیا جائے کہ وہ کون ہے؟ بلکہ اس شناخت سے مراد یہ ہے کہ یہ پہچانا جائے کہ آنے والی عورتیں یا ایک عورت، آزاد ہیں یا لونڈیاں؟ پاک دامن ہیں یا بدکار؟ اور یہ پہچان ان کے مخصوص لباس سے ممکن ہوگی، اور وہ مخصوص لباس یہی تھا کہ آزاد اور پاک دامن عورتیں (لونڈیوں کے برعکس) دوپٹہ اور اوڑھنی سے اپنے پورے جسم کو ڈھاکا کرتی تھیں۔

شیخ شنقیطی رحمہ اللہ مذکورہ شبہ کے بارہ میں فرماتے ہیں: یہ شبہ باطل ہے، اور اس کا بطلان بالکل واضح ہے؛ کیونکہ آیتِ کریمہ کا سیاق ہی اس شبہ کی نفی کررہا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا

فرمان: [يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ] اس شبہ کی نفی میں بالکل صریح ہے۔

شیخ شنقیطی کے اس قول کی وضاحت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان [ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ] اسی آیت میں مذکور اس حکم سے متعلق ہے جس میں اوڑھنیاں لٹکانے کا امر ہے، اور جو عورت اوڑھنی لٹکالے گی اسے کھلے چہرے کی بناء پر پہچانا جانا ناممکن ہے (کیونکہ اوڑھنی سر کے اوپر سے لٹک کر چہرے وغیرہ کو ڈھانپ لیتی ہے، تو جس چیز کو پہلے ڈھانپنے کا حکم ہے، اسی چیز کو اب پہچنوانے کیلئے کھلا رکھنے کا حکم چہ معنی دارد؟)

پھر یہ حکم ازواجِ مطہرات سے بھی متعلق ہے، تو کیا پہچان کیلئے ازواجِ مطہرات بھی اپنے چہرے کھلا رکھیں؟ جبکہ اس بات پر مسلمانوں کا اجماع قائم ہے کہ امہات المؤمنین کیلئے اپنے چہرے ڈھانپنا فرض ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ شبہ باطل ہے اور اس کے بطلان کے بہت سے وجوہ ہیں:

① آیتِ کریمہ کا سیاق ہی اس کی نفی کررہا ہے۔

② وہ حکم ازواجِ مطہرات کو بھی شامل ہے، تو کیا وہ بھی چہرے کھلے رکھیں؟

③ صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے مفسرین نے، شانِ نزول کو سامنے رکھتے ہوئے، اس آیت کی تفسیر کی ہے، شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ منافقین باہر نکلنے والی لونڈیوں کو چھیڑنے کی کوشش کرتے تھے، جبکہ آزاد عورتوں سے کوئی تعرض نہ کرتے...... چنانچہ منافقین، عورتوں کے ظاہری لباس سے پہچانتے کہ یہ آزاد ہے یا لونڈی؟ اور یہی اس فرمان: [ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ] کا مقصد ہے، جس سے ثابت ہوا کہ اس پہچان سے صفت کی پہچان مقصود ہے نا کہ کسی کی شخصیت کی۔ (لہذا پہچان کیلئے چہرہ کھلا رکھنے والا شبہ باطل ہوگیا؛ کیونکہ اس پہچان سے مقصود کسی خاتون کی شخصیت کی پہچان نہیں ہے بلکہ خواتین

کی انواع کی پہچان ہے کہ آنے والی آزاد عورت ہے یا لونڈی؟ اس کیلئے چہرہ دیکھنا ضروری نہیں، صرف لباس کے فرق سے یہ پہچان ممکن ہے)

یہی تفسیر ظاہر قرآن کے موافق ہے۔[1]

(یعنی ظاہرِ قرآن عورتوں کو اوڑھنیوں کے ذریعے پورے جسم کو ڈھانپنے کا حکم دیتا ہے)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورتوں کو جلابیب یعنی اوڑھنیوں کے ساتھ اپنے آپ کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ ان کی شخصیت کو پہچانا نہ جا سکے، اور شخصیت کا پہچان میں نہ آنا، چہرے کے ڈھانپنے سے ممکن ہے۔[2]

ہمارے شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان: [ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ] خاص طور پہ چہرے کے ڈھانپنے پر دلالت کررہا ہے؛ کیونکہ چہرہ ہی پہچانے جانے کا عنوان ہوتا ہے۔تو گویا یہ آیت کریمہ چہرہ کے ڈھانپنے پر نص کی حیثیت رکھتی ہے۔[3]

نواں شبہ

کچھ لوگوں نے آیتِ کریمہ: [وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ] (یعنی: اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں) سے استدلال کی کوشش کی ہے۔

وجہِ استدلال یہ ہے کہ یہاں چہرہ ڈھانپنے کی صراحت نہیں ہے، اگر چہرے کا ڈھانپنا

[1] اضواء البیان للشنقیطی: ۵۸۸-۶/۵۸۷
[2] مجموع الفتاوی: ۲۲/۱۱۱
[3] مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ: ۵/۲۳۰

ضروری ہوتا تو یہاں ضرور ذکر کیا جاتا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب یہی ہے کہ عورت اپنے گریبان پر کپڑے کو لپیٹ کر اپنے سینے کو چھپالے۔

جواب: اس حکم میں چہرے کا ڈھانپنا ضمناً موجود ہے، چہرے کا ذکر اس لئے نہیں ہوا کہ اس کا علم تو بدیہی طور پر حاصل ہے؛ کیونکہ اوڑھنیاں لٹکانے کی صورت یہی ہے کہ انہیں سروں کے اوپر سے اس طرح لٹکایا جائے کہ گریبان ڈھک جائیں، تو چہرہ تو خود بخود آ گیا۔

اگر اس آیت کا مقصود صرف گریبانوں کو چھپانے کی حد تک ہے تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ سر، کانوں، گردن اور سینے کا ڈھانپنا بھی ضروری نہیں؛ کیونکہ آیتِ کریمہ نے ان میں سے کسی چیز کے ڈھانپنے کا ذکر نہیں کیا، لہذا اگر انہیں ڈھانپنا ضروری ہوتا تو قرآن یہاں ان سب کا ذکر کرتا۔

اصل بات یہ ہے کہ سنت جو قرآن کا بیان ہے اور آثارِ سلف صالحین، اس آیت کی تفسیر میں کافی وشافی ہیں، اور ان سب میں چہرے کو ڈھانپنے کا وجوب ثابت ہے۔

دسواں شبہ

کچھ لوگوں نے اس آیت سے دلیل پکڑنے کی کوشش کی ہے: [لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاۗءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ][1]

یعنی: اس کے بعد اور عورتیں آپ کیلئے حلال نہیں اور نہ یہ (درست ہے) کہ ان کے بدلے اور عورتوں سے (نکاح کرے) اگرچہ ان کی صورت اچھی بھی لگتی ہو۔

جواب: یہ آیت کریمہ ایک مستقل مسئلہ کی تشریع کے تعلق سے نازل ہوئی ہے، لہذا اس

[1] الاحزاب: ۵۲

سے مسئلہ زیر بحث کیلئے استدلال کی کوئی صورت نہیں بنتی۔

اور رسول اللہ ﷺ کو جن بعض عورتوں کا حسن بھایا وہ کچھ لونڈیاں تھیں، جن کا ذکر درج ذیل ہے:

آپ ﷺ کو بنی المصطلق کی لونڈیوں میں سے جویریہ اچھی لگی، تو آپ ﷺ نے اس سے شادی کرلی۔

اسی طرح آپ ﷺ کو صفیہ (جو ایک سردار کی بیٹی تھی اور آپ ﷺ کی لونڈی بن چکی تھی) کا حسن بھایا تو آپ ﷺ نے اسے آزاد کرکے اس سے شادی کر لی، اور اس کی آزادی کو اس کا مہر بنا دیا۔

بنو قریظہ کی لونڈیوں میں سے، ریحانہ کا حسن بھایا، تو آپ ﷺ نے اسے آزاد کر کے اس سے شادی کرلی (یہی قول امام واقدی رحمہ اللہ نے پسند کیا ہے)

بنو عنبر کی لونڈیوں میں سے ایک عورت کا حسن بھایا تو آپ ﷺ نے اسے اپنی منکوحہ بنانا چاہا، مگر اس نے (کسی انجانے پن کی بناء پر) آپ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرلی (تو آپ ﷺ نے اسے طلاق دے دی)۔

پھر معلوم ہونا چاہئے کہ کسی عورت کے ذاتی اور معنوی محاسن کا اظہار صرف اس کے چہرے سے نہیں ہوتا، بلکہ اس کی آواز بھی کانوں میں پڑ کر، اس کے ظاہری و باطنی حسن کا مظہر ہو سکتی ہے، بقول شاعر:

والأذن تعشق قبل العين أحيانا

یعنی: کبھی کبھی آنکھ سے پہلے کان، مبتلائے عشق ہونے کا سبب بن جاتے ہیں۔

چوتھی فصل

(اُن شبہات کا بیان جو ایسی احادیث پر مشتمل ہیں جن کی تصحیح میں تساہل کارفرما ہے)

خطیب بغدادی، ابوزکریا النیسابوری سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے مروی کوئی حدیث اس وقت تک نہ لکھی جائے، جب تک اسے کوئی ثقہ راوی، کسی ثقہ راوی سے روایت نہ کر رہا ہو، اور پھر اسی صفت و کیفیت کے ساتھ اس کی سند، رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جائے، سند میں نہ تو کوئی مجہول راوی ہو نہ مجروح۔

جب اس طرح کوئی بھی حدیث، نبی ﷺ سے ثابت ہو جائے تو اسے قبول کرکے، اس پر عمل کرنا واجب ہو جائے گا، اور اس کی مخالفت ناجائز قرار پائے گی۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ احادیثِ احکام کو قبول کرنے کے قواعد، احادیثِ فضائل و رغائب کو قبول کرنے سے مختلف ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے: جب ہمارے پاس حلال یا حرام پر مبنی کوئی حدیث آئے گی تو ہم اس کی اسانید کی تحقیق و تنقیح میں سختی سے کام لیں گے، اور جب ترغیب و ترہیب پر مشتمل کوئی حدیث آئے گی تو ہم ان کی اسانید کی تحقیق میں نرمی برتیں گے۔[1]

[1] مجموع الفتاوى للابن تيمية: ١٨/٦٥

جو لوگ عورت کے چہرے کو کھلا رکھنے کے قائل ہیں، انہوں نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے، جب ہم نے انہیں محدثین کے قواعد پر پیش کیا تو واضح ہوا کہ یا تو ان کی اسانید ضعیف ہیں یا پھر ان کے متون میں نکارت پائی جاتی ہے۔

ان دو میں سے ہر علت اس حدیث کو ساقط الاستدلال کرنے کیلئے کافی ہے، اور جہاں دونوں علتیں موجود ہوں تو وہ حدیث کس قدر نا قابلِ قبول ہوگی۔

ہماری یہ تقریر، اگلے شبہ کے رد کیلئے کافی ہے۔

گیارھواں شبہ

انہوں نے سنن ابی داؤد کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے، جسے امام ابوداؤد نے ولید سے، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے خالد بن دریک سے، انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، روایت کیا ہے، وہ فرماتی ہیں: ایک دفعہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، ایک باریک سا لباس پہنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بلوغت کی حد کو پہنچ جائے تو اس کے جسم کے کسی حصے کا نظر آنا جائز نہیں ہے، سوائے اس کے اور اس کے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

اس شبہ کا جواب، متعدد وجوہ سے دیا جا سکتا ہے۔

(ا) بہت سی علتیں اکٹھی ہو کر، اس حدیث کی سند کو نا قابل قبول بنا رہی ہیں، ان میں سے کچھ علتوں کا تعلق سند سے ہے اور کچھ کا متن سے، خلاصہ یوں ہے:

ا۔ خالد بن دریک کا ام المؤمنین سے لقاء اور سماع ثابت نہیں، سعید بن بشیر ضعیف ہے اور اس کے بارہ میں یہ بات بھی ثابت ہے کہ وہ قتادہ سے منکرات روایت کیا کرتا تھا۔ (مذکورہ حدیث سعید بن بشیر، قتادہ ہی سے روایت کر رہے ہیں) جبکہ اس حدیث کو روایت کرنے میں سعید بن بشیر، اضطراب کا شکار بھی ہیں، کبھی اس حدیث کو عائشہ سے اور کبھی ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کا راوی ولید، جس کے والد کا نام مسلم تھا، تدلیس کرنے میں (وہ بھی تدلیس التسویہ) معروف تھا، جبکہ قتادہ بھی مدلس ہے، اور یہ دونوں اس حدیث کو عنعنہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔[1]

ب۔ اس حدیث کا متن بھی نکارت پر قائم ہے؛ کیونکہ یہ دو جہتوں سے، کتاب وسنت کے ظاہر کی مخالفت کر رہا ہے:

① کتاب وسنت کے دلائل تو چہرے اور ہاتھوں کے ڈھانپنے رکھنے کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں (جبکہ اس حدیث کی دلالت مذکورہ وجوب کے خلاف ہے)

② عورت کے چہرے اور ہاتھوں سے نظریں جھکائے رکھنا بھی واجب ہے، جبکہ اس حدیث کے ظاہری الفاظ، جواز پر مشتمل ہیں۔

یا پھر یوں کہہ دیا جائے کہ یہ حدیث حجاب اور آنکھیں جھکائے رکھنے کی فرضیت کے نزول سے قبل کی ہے، دریں صورت یہ حدیث محلِ نزاع سے خارج ہو جائے گی، اور اس کا مصداق وہی بنے گا جو درج ذیل حدیث انس کا ہے۔

---

[1] دیکھئے سنن ابی داؤد: ۴۱۰۴، عون المعبود: ۱۱/۱۶۲، الکامل: ۳۷۳، تہذیب الکمال: ۱۰/۳۵۴، بیان الوہم والإیہام: ۲۷۲، الجوہر النقی (ذیل سنن الکبری: ۷/۸۶) اضواء البیان: ۶/۲۰۰، تحقیق رسالة (الولایة علی المال: تعلیق ۴۴۴) للمؤلف

وہ فرماتے ہیں: جنگِ احد والے دن جب لوگ عارضی طور پہ پسپائی اختیار کر گئے، میں نے دیکھا کہ ام المؤمنین عائشہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہما اپنا کپڑا پنڈلیوں سے اوپر اٹھائے ہوئے، ان کی پازیبیں بھی دکھائی دے رہی تھیں، اپنی کمروں پر پانی کے مشکیزے اٹھا کر لا رہی تھیں اور انہیں زخمیوں کے منہ میں انڈیل رہی تھیں، پھر لوٹ کر جاتیں، مشکیزے بھر کے لاتیں اور زخمیوں کے منہ میں انڈیلتیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ واقعہ غزوۂ احد کے موقع پر پیش آیا تھا، اس وقت عورتوں کو حجاب کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، نہ ہی ان کی طرف دیکھنے کی حرمت اتری تھی۔[1]

ابن قدامہ فرماتے ہیں: حدیث اسماء (اگر اسے صحیح مان لیا جائے) تو اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ وہ نزولِ حجاب سے قبل کی ہے، لہذا ہم اسے اسی احتمال پر محمول کریں گے۔[2]

ہمارے اس تمام بیان کی تصدیق وتوثیق کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا جو صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، رسول اللہ ﷺ کی صحابیہ تھیں، ان کا مقام اس قسم کی ہیئت اور لباس سے کہیں اونچا اور پاکیزہ ہے، یہ عظیم خاتون جو ذات النطاقین کے لقب کے ساتھ ملقب تھیں کی سیرتِ طیبہ سے یہ نکتہ بداہۃً ثابت ہوتا ہے، ہر مسلمان اس روایت کے متن کی ذمہ داری سے اپنے آپ کو بری قرار دے گا۔

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے شایانِ شان تو وہ واقعہ ہے جو طبقات ابن سعد میں، ہشام بن عروہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: منذر بن زبیر ایک بار عراق کے سفر سے لوٹے اور واپسی پر ایک لباس، جو کہنہ اور باریک تھا، اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا، اس وقت اسماء رضی اللہ عنہا کی

[1] شرح صحیح مسلم: ۱۲/۱۸۹

[2] المغنی: ۹/۵۰۰، اضواء البیان: ۶/۵۹۷

بینائی جا چکی تھی، انہوں نے وہ کپڑا اپنے ہاتھ سے ٹٹولا اور فرمایا: افسوس! یہ لباس منذر کو واپس کر دو، منذر کو یہ بات ناگوار محسوس ہوئی، چنانچہ کہا: اے اماں جان! یہ لباس اگرچہ کچھ باریک ہے مگر اس سے جسم نہیں جھلکے گا، انہوں نے فرمایا: لیکن اس سے جسم کے اعضاء کی بناوٹ ظاہر ہوگی۔

منذر نے اسماء رضی اللہ عنہا کیلئے ایک نسبتاً موٹا لباس خرید لیا، جسے اسماء نے قبول کر لیا اور فرمایا: مجھے اس قسم کا لباس پہنایا کرو۔[1]

(۲) اگر اس حدیث کا صحیح ہونا مان بھی لیا جائے، نیز یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حدیث پردے کے حکم کے نازل ہونے کے بعد کی ہے، پھر بھی اس کا ایک محمل یہ نکل سکتا ہے کہ ایسا کسی شرعی عذر کی بناء پر ہوگا، مثلاً: نکاح کے پیغام کی ضرورت وغیرہ؛ کیونکہ حدیث کے متن میں اس کا ایک قرینہ پایا جاتا ہے، اور وہ یہ کہ حدیث میں (یُرَی) کا لفظ ہے، (یَظْهَر) کا لفظ نہیں ہے (عربی لغت کا ذوق رکھنے والا ان دونوں لفظوں کے فرق سے ہمارا مدعیٰ سمجھ سکتا ہے)

ابن رسلان فرماتے ہیں: حدیثِ اسماء کو ضرورت کے ساتھ مقید کرنے کا قرینہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق موجود ہے کہ ان کا کھلے چہرہ باہر نکلنا ممنوع ہے، خاص طور پہ اس وقت جب کوئی ایسا معاشرہ ہو جس میں فساق وفجار بکثرت موجود ہوں۔[2]

اس باب میں قتادہ، عائشہ اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہم کی احادیث بھی پائی جاتی ہیں، مگر ان سب کی اسانید ضعیف ہیں اور متون منکر ہیں۔

[1] طبقات ابن سعد: ۸/۱۹۹

[2] نیل الاوطار للشوکانی: ۶/۱۰۲

شیخ البانی رحمہ اللہ خود حدیثِ عائشہ کے ضعیف ہونے کے معترف ہیں، مگر ان کا بعض مواقع کا تساہل، انہیں حدیث کی بر بناءِ دیگر اسانید، تقویت پر مجبور کر رہا ہے، جبکہ تحقیق یہ ہے کہ اس جیسی حدیث، اس قسم کے معلول طرق کی وجہ سے تقویت نہیں پکڑ سکتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث جس قدر بھی گھومتی رہے، ضعیف سند پر ہی گھومتی رہے گی، لہذا جنہوں نے اسے قوی قرار دیا ہے ان کا تقویت کا قول نا قابلِ التفات ہے؛ کیونکہ تقویت کا یہ قول قواعدِ محدثین کے خلاف ہے، پھر سیدہ عائشہ صدیقہ اور قتادہ رضی اللہ عنہما سے ایسی روایات مروی ہیں، جو چہرے کو ڈھانپے رکھنے کا فائدہ دیتی ہیں، جن سے یہ بات مزید ثابت ہوگئی کہ ان سے مروی مذکورہ روایات ضعیف ہیں۔

بارھواں شبہ

کچھ لوگوں نے ایک اور روایت کا سہارا لینے کی کوشش کی ہے، جو نوح بن قیس الحذائی کے طریق سے ہے، وہ عمرو بن مالک سے روایت کرتے ہیں، وہ ابوالجوزاء سے روایت کرتے ہیں، وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: ایک بہت ہی خوبصورت عورت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی، کچھ لوگ تو صفِ اول میں کھڑے ہوتے تاکہ اسے دیکھنے کی کوئی نوبت نہ بن سکے، جبکہ کچھ لوگ پیچھے والی صف میں کھڑے ہوتے، چنانچہ جب رکوع میں جاتے تو اپنی بغلوں کے نیچے سے جھانکتے ہوئے اس عورت کو دیکھا کرتے، جس پر اللہ تعالی نے یہ وحی نازل فرمائی: [وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾][1]

---

[1] الحجر: ۲۴

یعنی: اور تم میں سے آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے بھی ہمارے علم میں ہیں۔[1]

جواب: یہ حدیث باعتبارِ سند ضعیف ہے اور باعتبارِ متن انتہائی منکر ہے، جس نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا، اچھا نہیں کیا بلکہ تساہل کا ارتکاب کیا، ایک عقل مند انسان صحابہ کرام جیسی مقدس جماعت سے، نگاہوں کی بار بار کی خیانت کے صادر ہونے کا، ادنی سا تصور کر سکتا ہے؟ ایک مسلمان اس قسم کے تصور کی ہیبت سے کانپ اٹھے گا۔

اگر کہا جائے کہ یہ حرکت، منافقین سے سرزد ہوتی تھی؟!

ہم جواب میں کہیں گے: صحابہ کرام جن کے سینے غیرتِ ایمانی سے لبریز تھے اور ان کی شیروں جیسی شجاعت بھی معروف و مسلم ہے، اپنی عورتوں کے ساتھ ہونے والے اس قسم کے (بے غیرتی) کے سلوک پر کیسے خاموش رہ سکتے تھے؟ حاشا وکلا۔

یہ جواب تو تب بنتا جب حدیث کی صحت ثابت ہوتی، لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبارِ سند معلول ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو ان جیسے الفاظ کے ساتھ عمرو بن مالک نے، ابوالجوزاء سے روایت کیا ہے اور عبداللہ بن عباس کا ذکر نہیں کیا، اور یہ نوح بن قیس کی مذکورہ سند سے زیادہ بہتر اور صریح ہے۔[2]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث انتہائی غریب ہے، مزید فرماتے ہیں: اس حدیث کے متن میں شدید قسم کی نکارت پائی جاتی ہے، مزید فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہوتا ہے کہ یہ ابوالجوزاء کے کلام میں سے ہے، جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اس میں کوئی ذکر نہیں

---

[1] رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ وغیرھم
[2] الترمذی: ۳۱۲۲

ہے۔

اس حدیث کے ضعیف ہونے کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس کے راوی عمرو بن مالک النکری کو ابن حبان نے (الثقات) میں ذکر کر کے فرمایا ہے: یہ بہت غریب حدیثیں روایت کیا کرتا تھا اور بہت غلطیاں کرتا تھا۔

ابن حجر نے (التقریب) میں فرمایا ہے: سچا تھا، لیکن بہت اوہام کا شکار رہتا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی ایک دوسری تفسیر منقول ہے، جو مذکورہ تفسیر کے خلاف ہے، وہ [الْمُسْتَقْدِمِيْنَ] سے مراد فوت شدہ لوگ لیا کرتے تھے، اور [الْمُسْتَأْخِرِيْنَ] سے مراد زندہ لوگ۔[1]

متعدد علماءِ سلف سے یہی تفسیر منقول ہے، جبکہ ابن جریر نے بھی اسی تفسیر کو پسند کیا ہے۔

اگر بالفرض ہم اپنے مؤقف سے تنازل اختیار کرتے ہوئے اس حدیث کی صحت کو تسلیم کر لیں (جو قطعی ناممکن ہے) اور یہ بھی مان لیں کہ وہ عورت چہرہ کھلا رکھ کر آیا کرتی تھی، تو دریں صورت یہ حدیث نزولِ حجاب سے قبل پر محمول کی جائے گی۔

یہ آیت سورۃ الحجر کی ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سورۃ الحجر بالاتفاق مکی سورت ہے۔[2]

گزشتہ صفحات میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول بیان ہو چکا ہے، وہ فرماتی ہیں: میں نے انصار عورتوں سے افضل کوئی عورت نہیں دیکھی، جب سورۃ النور کی آیت:

[1] ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن المنذر، ابن مردویہ (بحوالہ الدر المنثور: ۵/۷۵۔)

[2] الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۵

[وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ] نازل ہوئی تو اگلی صبح تمام انصار عورتیں نبی ﷺ کے پیچھے، فجر کی نماز پڑھنے آئیں، اس طرح کہ وہ مکمل طور پہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی تھیں، ایسا لگتا تھا کہ ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوئے ہیں۔[1]

(ام المؤمنین کے اس قول سے ثابت ہوا کہ نزولِ حجاب کے بعد تمام انصار عورتیں پردے میں لپٹی آیا کرتی تھیں، اس قول کے عموم کے پیشِ نظر کیسے مان لیا جائے کہ وہ خوبصورت عورت کھلے چہرے کے ساتھ آتی تھی۔)

(حدیث کی صحت اگر مان لی جائے، نیز یہ بھی کہ وہ عورت چہرے کا پردہ کئے بغیر آتی تھی) تو ایک اور احتمال ممکن ہے اور وہ یہ کہ وہ خوبصورت عورت، لونڈی ہو سکتی ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگوں نے اس متن کی نکارت سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے نیز اسے بے پردگی کیلئے صحیح الاستدلال بنانے کیلئے یہ بات کہہ دی ہے: ہوسکتا ہے پچھلی صفوں میں کھڑے ہونے والے لوگ منافق ہوں، یا پھر دینِ اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے ہوں اور اسلام کے ادب وتہذیب سے ناواقف ہوں۔

اس قسم کی بات اس عورت کے بارہ میں کیوں نہ کہہ دی؟!

تیرھواں شبہ

کچھ لوگوں نے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اثر کا سہارا لیا ہے، انہوں نے ایک موقع پر فرمایا تھا: عورتوں کو زیادہ حق مہر نہ دیا کرو، تو ایک دراز قامت عورت، جس کی ناک چپٹی تھی نے کہا: آپ کو یہ بات کہنے کا اختیار حاصل نہیں ہے، امیر

[1] تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۴۴۰۶

المؤمنین نے فرمایا: کیوں؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: [وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا][1] تو امیر المؤمنین نے فرمایا: عورت صحیح بات کہہ گئی جبکہ آدمی سے غلطی سرزد ہوگئی۔

جواب: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت امیرِ عمر کے اس قصہ کو کئی طرق سے ذکر فرمایا ہے، ان میں سے ایک طریق کے بارہ میں فرماتے ہیں: اس کی سند عمدہ اور قوی ہے، اس طریق میں عورت کے دراز قد اور چپٹی ناک کا ذکر نہیں ہے۔

پھر فرماتے ہیں: یہ قصہ ایک اور طریق سے بھی مروی ہے، مگر وہ منقطع ہے، زبیر بن بکار روایت کرتے ہیں، مجھے میرے چچا مصعب بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں اور وہ میرے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ امیر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا...... پھر مذکورہ قصہ، مذکورہ اعتراض کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

سند کے جس انقطاع کی طرف اشارہ کیا ہے وہ مصعب کے دادا عبد اللہ اور عمر بن خطاب کی درمیان پایا جاتا ہے، چنانچہ جب زبیر بن بکار کے دادا عبد اللہ بن مصعب فوت ہوئے تو ان کی عمر تہتر سال تھی اور ان کی وفات سن 184 ہجری میں ہوئی (معلوم ہوا کہ ان کا امیر عمر سے سماع اور لقاء ثابت نہیں ہے۔)

چودھواں شبہ

کچھ لوگوں نے ابو السلیل سے مروی ایک اثر کا سہارا لیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ابوذر رضی اللہ عنہ کی بیٹی آئی، اس پر صوف کی دو چادریں تھیں اور اس کے رخساروں کی رنگت سرخی مائل تھی، اس کے ہاتھ میں اس کا تھیلا تھا، چنانچہ وہ سامنے آکر کھڑی ہوگئی، جبکہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے

[1] النساء: ۲۰

پاس ان کے بہت سے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے...... الخ۔

یہ روایت طبقات ابن سعد اور حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم الأصبہانی میں موجود ہے۔

جواب: ابو السلیل، جس کا نام ضریب بن نفیر تھا کا ابوذر سے لقاء ثابت نہیں، جیسا کہ تہذیب التہذیب اور تہذیب الکمال میں موجود اس کے ترجمہ سے ثابت ہے، اس پر مزید یہ کہ وہ تمام احتمال، جن کا ہم سابقہ صفحات میں ذکر کرتے آئے ہیں، یہاں بھی پائے جاسکتے ہیں، جن کی موجودگی میں اس اثر سے استدلال باطل ہوجاتا ہے۔

پندرھواں شبہ

کچھ لوگوں نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت کا سہارا لیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑی ہوگئیں، میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے کی طرف دیکھا، ان کے چہرے کی رنگت سے خون کی سرخی غائب تھی۔

پھر عمران بن حصین نے، فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے نبی ﷺ کی دعا کا ذکر کیا، عمران کہتے ہیں: میں نے دوبارہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چہرہ دیکھا تو اس پر خون کی سرخی چھا چکی تھی، اور وہ زردی جو پہلے چہرے پر غالب تھی رخصت ہوچکی تھی......

یہ قصہ ابن جریر نے تہذیب الآثار میں اور دولابی نے الکنیٰ میں ذکر فرمایا ہے۔

اس کا جواب متعدد وجوہ سے ہے:

① اس کی سند ضعیف ہے، بلکہ کچھ علماء نے موضوع قرار دیا ہے؛ کیونکہ اس کی سند میں عمر بن عبد المالک ہے، حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں اسے لین الحدیث کہا

ہے، جبکہ اس حدیث کا ایک اور راوی عتبہ بن حمید الضبی ہے، ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں نقل فرمایا ہے کہ اس کی حدیث کے بارہ میں امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ ضعیف ہے اور قوی نہیں ہے۔

② بالفرض اس اثر کی صحت کو مان بھی لیا جائے تو اسے نزولِ حجاب سے قبل پر محمول کیا جائے گا۔

سولھواں شبہ

کچھ لوگوں نے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث کا سہارا لیا ہے، وہ فرماتے ہیں: فتحِ مکہ والے دن، ہند بنت عتبہ اور کچھ دیگر عورتوں نے اسلام قبول کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، جبکہ آپ وادیٔ ابطح میں تشریف فرما تھے، حاضر ہو کر بیعت کر لی، اس موقع پر ہند نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو بھی کی...... (فرماتے ہیں) پھر اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اور کہا: میں ہند بن عتبہ ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مرحبا کہا۔ (رواہ ابن سعد)[1]

جواب: یہ حدیث موضوع ہے؛ اس کی سند میں واقدی ہے جو ابن ابی سبرۃ سے روایت کر رہا ہے، جو کہ متہم بالکذب ہے، صالح بن احمد بن حنبل اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں: ابوبکر محمد بن عبداللہ بن ابی سبرۃ، حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔

سترھواں شبہ

کچھ لوگوں نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے استدلال کی کوشش کی ہے، وہ فرماتے

[1] طبقات ابن سعد: ۸/۱۸۸

ہیں: میں نے عائشہ بنت طلحہ سے بڑھ کر کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا، سوائے امیر معاویہ کے جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے ہوتے تھے۔ (رواہ ابن عساکر والأصفھانی)[1]

جواب: اس اثر کی سند ضعیف ہے، اور اس اثر سے استدلال کرنے میں جو تساہل کار فرما ہے، وہی تساہل اصفہانی سے مروی ایک اثر کو وارد کرنے میں ہوا، وہ اثر یہ ہے کہ عائشہ بنت طلحہ نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر، اپنے شوہر کے کچھ گلے شکوے پیش کئے، اچانک ان کے چہرے سے چادر سرک گئی (یعنی بلا ارادہ، تو گویا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی نظر- بفرضِ تسلیمِ صحت- بلا ارادہ پڑ گئی)[2]

اٹھارواں شبہ

کچھ لوگوں نے امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ اسماء، جن کے چہرے کی رنگت سفید تھی، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سرہانے کھڑی تھیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی سفید اور لاغر پڑ چکے تھے۔

جواب: اس کی سند میں بھی کلام ہے، اسے امام طبرانی نے اپنے شیخ قاسم بن عباد الخطابی کے طریق سے روایت کیا ہے اور یہ سند قیس تک پہنچتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ امیرِ معاویہ نے فرمایا۔ امام طبرانی کے شیخ کا ابن نقطہ نے ترجمہ ذکر کیا ہے اور اس کے بارہ میں کوئی جرح یا تعدیل نقل نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے، آپ کو بخوبی علم ہونا چاہئے کہ جو حکایات پچھلے

[1] تاریخ دمشق: ۶۹/۲۵۰، الأغانی للأصفہانی: ۱۱/۱۹۷

[2] الأغانی للأصفہانی: ۱۱/۱۹۴

صفحات میں گذری ہیں، جن سے لوگوں نے استدلال کیا ہے، درحقیقت انہیں کسی سابق یالاحق کے بغیر اختصار سے بیان کیا جاتا ہے، اگر کسی حکایت میں کسی خاتون کے کھلے چہرے کا ذکر پایا بھی جاتا ہے تو عین ممکن ہے وہاں کوئی نسبی یا رضاعی محرمیت کا تعلق ہو، جو بعد میں آنے والوں پر مخفی رہ گیا ہو۔

ام حرام اور نبی ﷺ کے مابین پائے جانے والا رشتہ بہت سے لوگوں پر پوشیدہ رہ گیا، حالانکہ آپ اللہ کے نبی ہیں، دوسروں کا تو کہنا ہی کیا۔

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے حالات میں، الاصابۃ میں ہے کہ وہ بہت سی صحابیات کی بہن تھیں، کچھ صحابیات کی حقیقی، کچھ کی علاتی اور کچھ کی اخیافی بہن تھیں، ایک قول کے مطابق ماں کی طرف سے ان کی دس بہنیں تھیں، اور ماں اور باپ دونوں کی طرف سے چھ بہنیں تھیں (اس تعداد سے ہمارا ذکر کردہ احتمال قوی ثابت ہورہا ہے؛ کیونکہ اسماء کی ان کثیر التعداد بہنوں کا واضح ذکر نہیں ملتا)

پھر بتایئے کہ کیا اس قسم کی حکایات، کتاب وسنت کے نصوص کا مقابلہ کرسکتی ہیں، یہ روش توصوفیوں نے اپنائی تھی، جونتیجۃً جادۂ توحید سے انحراف کا شکار ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال ہے۔

انیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے ایک مرفوع حدیث، بطورِ دلیل ذکر کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: آدمی کا احرام اس کے سر میں ہے اور عورت کا چہرے میں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ حالتِ احرام میں عورت کا چہرہ لازمی طور پہ کھلا ہو، اس وجوب

کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو حالتِ احرام میں نقاب کرنے اور دستانے پہننے سے منع فرمایا ہے۔

جواب: مذکورہ مرفوع حدیث بے اصل ہے۔

جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی عورتوں کیلئے نقاب اور دستانے پہننے کی ممانعت کا تعلق ہے تو یہ نہی عورتوں کیلئے، حالتِ احرام میں مخصوص ہے، لیکن جب محرم عورتوں کا اجنبی مردوں سے سامنا ہوگا تو چادر کے ساتھ چہرے کا ڈھانپنا اور آستینوں کے ساتھ ہاتھوں کا ڈھانپنا ضروری ہوگا، اس کیلئے بہت سے دلائل بیان ہوچکے۔

اس مسئلہ کو مزید سمجھنے کیلئے اس حقیقت پر غور کیجئے کہ مردوں کیلئے حالتِ احرام میں، شلوار کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا ہے، توکیا وہ ازار کے ساتھ اپنی شرم گاہیں نہیں ڈھانپیں گے؟

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے، عبداللہ بن عمر کی حدیث میں جو محرم عورت کو نقاب کرنے اور دستانے پہننے سے روکا ہے، وہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ، مرد کے بدن کا حکم رکھتا ہے، نہ کہ اس کے سر کا، چنانچہ عورت کیلئے بحالتِ احرام اس نقاب یا برقعہ کا استعمال ممنوع ہے، جس کی سلائی چہرے کے ناپ سے ہو، لیکن بوقتِ ضرورت چادر وغیرہ سے چہرے کا ڈھانپنا ناجائز نہیں ہے، مزید فرماتے ہیں: اسماء رضی اللہ عنہا بحالتِ احرام اپنا چہرہ ڈھانپا کرتی تھیں۔

جہاں تک حدیث: (مرد کا احرام اس کے سر میں اور عورت کا اس کے چہرے میں ہے) کا تعلق ہے تو ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا کوئی اصل نہیں ہے، کتبِ معتمدہ میں سے کسی میں مذکور نہیں ہے، نہ ہی اس کی کوئی سند معلوم ہوئی ہے، یہ قطعی ناقابلِ

استدلال ہے، تو اِس حدیث کی خاطر اُس حدیث کو کیونکر چھوڑا جاسکتا ہے جس کی دلالت یہ ہے کہ عورت کے چہرے کا حکم اس کے بدن جیسا ہے اور یہ کہ احرام کی حالت میں عورت اس کپڑے کو استعمال نہیں کرسکتی جو کسی خاص عضو کیلئے تیار کیا گیا ہو، جیسے: چہرہ کا نقاب اور جیسے ہاتھوں کے دستانے وغیرہ، لیکن حالتِ احرام میں مطلقاً پردہ کرنا ناجائز نہیں ہے، واللہ اعلم۔[1]

بیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے قریبہ نامی ایک خاتون کی روایت سے استدلال کیا ہے، وہ اپنی والدہ سے نقل کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: یارسول اللہ! آگ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمہاری حاجت کیا ہے؟ اس نے اپنے معاملے کی خبر دی، اس وقت وہ چہرے پر نقاب کئے ہوئے تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ کی بندی! اپنا چہرہ کھول دو، چہرہ کھلا رکھنا اسلام سے ہے اور چہرے پر نقاب ڈالنا فسق وفجور ہے۔

جواب: یہ حدیث بے اصل اور منکر ہے؛ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے، الاصابہ میں مندوس بنت عمرو کے ترجمہ میں ابن الاثیر کے حوالے سے فرمایا ہے: مندوس کی بیٹی، جس کا نام قریبہ ہے نے اپنی والدہ سے روایت کیا ہے، اور بطورِ مثال اسی حدیث کا ذکر کیا ہے اور اسے ابن مندہ اور ابونعیم کی طرف منسوب کیا ہے، جبکہ میں نے یہ حدیث ان دونوں میں سے کسی کتاب میں نہیں پائی۔

قریبہ کی اپنی والدہ سے روایت کردہ یہ حدیث بے شمار قولی اور تقریری احادیث اور

[1] تہذیب السنن لابن القیم، بذیل مختصر المنذری: ۲/۳۵۰، بدائع الفوائد: ۳/۱۴۱-۱۴۲

لاتعداد فعلی آثار، جو چہرے کے نقاب کی مشروعیت پر دال ہیں، کی مخالفت کررہی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ محرم عورت کیلئے نقاب اور دستانوں کا استعمال ممنوع ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ غیر محرم عورتیں یہ دونوں چیزیں استعمال کیا کرتی تھیں، جو اس امر کی متقاضی ہے کہ عورتوں کیلئے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپنا ضروری ہے۔[1]

[1] مجموع الفتاویٰ: ۱۵/۳۷۱-۳۷۲

پانچویں فصل

(ایسے شبہات سے استدلال، جو کسی عذرِ شرعی کی بناء پر محلِ نزاع سے خارج ہوجاتے ہیں)

اس فصل کے تحت تین فروع ہیں:

پہلی فرع: یہ ہے کہ عورت بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے، ایسی عورت کیلئے مشروط طور پر اپنے چہرے کو کھولنا جائز ہے۔ درج ذیل شبہات کا یہی جواب بنتا ہے۔

اکیسواں شبہ

قبیصہ بن جابر روایت کرتے ہیں: میں ایک بوڑھی عورت، جس کا تعلق بنواسد سے تھا، کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر گیا، ہمارے ساتھ تین آدمی اور بھی تھے، عبداللہ بن مسعود نے اس عورت کی چمکتی پیشانی دیکھی، بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا: کیا تم پیشانی پر حلق کرتی ہو؟ (یعنی: مونڈتی ہو؟)[1]

جواب: قبیصہ کا یہ کہنا کہ وہ عورت بوڑھی تھی، جواب کیلئے کافی ہے، تاکہ ہمارا وقت اور توانائی بچ جائے، بوڑھی عورتوں کیلئے چہرے سے پردہ ہٹانا گناہ نہیں ہے، یہی عذر کافی ہے، کسی اور عذر کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

[1] جلباب المرأۃ ص:89

بائیسواں شبہ

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (جلباب المرأۃ) میں فرمایا ہے: تاریخ ابن عساکر میں ابن الزبیر کے ایک قصہ میں ہے کہ ان کی والدہ اسماء بنت ابی بکر تشریف لائیں، ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا اور وہ مسکرا رہی تھیں۔

جواب: شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنے منہج کے برخلاف اس حکایت کی نہ تو سند ذکر فرمائی ہے، نہ اس کا درجہ؟؟ اگر اس حکایت کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو جس وقت کا یہ واقعہ ہے، اس وقت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بہت بوڑھی ہوچکی تھیں، اُس عمر میں چہرہ کھولنا گناہ نہیں قرار پاتا۔ (ان کے بوڑھا ہونے کی گواہی یہ ہے کہ) ہشام بن عروہ فرماتے ہیں: میں عبداللہ بن زبیر کے قتل سے دس دن قبل اسماء بنت ابی اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت ان کی عمر 100 سال تھی۔[1]

ابن السکن روایت کرتے ہیں: ابوالمحیاۃ یحیی بن یعلی التیمی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: میں عبداللہ بن زبیر کے قتل کے بعد مکہ گیا اور میں نے انہیں صلیب پہ لٹکا دیکھا، ان کی والدہ اسماء کو بھی دیکھا جو بوڑھی اور نابینا ہوچکی تھیں اور وہ دراز قامت خاتون تھیں۔[2]

دوسری فرع: پیغام نکاح (منگنی) کے وقت عورت، اپنے منگیتر کیلئے اپنا چہرہ کھول سکتی ہے۔ درج ذیل شبہات کا یہی جواب بنتا ہے۔

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر: ۶۹/۹

[2] ملاحظہ ہو الاصابۃ لابن حجر

تیئیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی، اس حدیث سے دلیل لی ہے:

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی خدمت میں آئی ہوں تاکہ اپنا نفس آپ کو ہبہ کردوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور کئی بار نگاہوں کو بلند فرمایا، پھر اپنا سر جھکالیا، جب اس عورت نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارہ میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا ہے تو وہ بیٹھ گئی......[1]

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث میں ایسی کوئی صراحت نہیں ہے کہ وہ عورت اپنے چہرے سے پردہ ہٹائے ہوئے تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کی طرف دیکھنے سے اس کا کھلے چہرہ ہونا لازم نہیں آتا، ممکن ہے اس کی طرف نگاہ کرنے کا مقصد اس کے جسم کی ہیئت کو دیکھنا ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس خاتون نے اپنا آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہبہ کردیا تھا، لہذا اس کیلئے جائز تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنا چہرہ کھولے، چنانچہ پیغامِ نکاح ایک ایسا شرعی عذر ہے جس کی بناء پر عورت اپنے منگیتر کیلئے اپنا چہرہ کھول سکتی ہے اور اس کا منگیتر اسے دیکھ سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے اس امر کا جواز ثابت ہوتا ہے کہ مرد، ارادۂ نکاح پر مطلوبہ عورت کی طرف گہری نظر ڈال سکتا ہے......(مزید فرماتے ہیں)

[1] بخاری ومسلم

ہمارے ہاں یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اجنبی مؤمن خواتین کو دیکھنا ناجائز نہیں تھا، باقی سب کیلئے ناجائز ہے۔

ابن العربی نے ایک نئی بات لکھ دی ہے، فرماتے ہیں: ممکن ہے یہ واقعہ نزولِ حجاب سے قبل کا ہو، یا پھر نزولِ حجاب کے بعد کا ہو لیکن دریں صورت وہ عورت اپنی چادر میں لپٹی ہوئی تھی، حدیث کا سیاق اس جواب کو بعید از قیاس قرار دیتا ہے۔ (ابن حجر کا کلام پورا ہوا)[1]

تیسری فرع: آیت حجاب کے نزول سے قبل عورت کیلئے اپنا چہرہ کھلا رکھنا جائز تھا۔ درج ذیل شبہات کا یہی جواب بنتا ہے۔

چوبیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے حارث بن حارث الغامدی سے مروی اس حدیث سے استدلال کیا ہے، حارث کہتے ہیں: میں (آغازِ اسلام میں) اپنے والد کے ساتھ میدانِ منیٰ میں تھا، مجھے ایک جماعت دکھائی دی، میں نے اپنے والد سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ میرے والد نے کہا: یہ ایک قوم ہے جو ایک صابی شخص کے اردگرد جمع ہے، ہم نے قریب جا کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے تھے، لوگ نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ٹھکرا رہے تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء بھی دے رہے تھے، حتی کہ سورج کافی بلند ہوگیا اور لوگ بھی آہستہ آہستہ بکھر گئے، اچانک ایک عورت روتی ہوئی آئی، اس کا گریبان کھلا ہوا تھا، اس کے ہاتھ میں پانی سے بھرا ایک پیالا اور ایک رومال تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ برتن لے لیا اور

[1] فتح الباری لابن حجر: [illegible]

اس میں سے پانی پیا اور وضوء کیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: اے میری بیٹی! اپنا گریبان ڈھانپ لو اور اپنے والد کے تعلق سے کوئی اندیشہ نہ رکھو، ہم نے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ آپ کی بیٹی زینب ہے۔[1]

جواب: اس حدیث کا جواب متعدد وجوہ سے ہوسکتا ہے۔

① حدیث میں ایسا کوئی ذکر نہیں کہ زینب کا چہرہ کھلا ہوا تھا، ان کا گریبان بے اختیاری اور بے دھیانی کی وجہ سے کھلا ہوا تھا (حالانکہ اگر توجہ اور دھیان قائم ہو تو گریبان کا کھولنا ناجائز ہے) نبی ﷺ کا زینب سے یہ کہنا کہ اپنا گریبان ڈھانپ لو، جس میں یہ اشارہ ہے کہ زینب کا چہرہ کھلا ہوا تھا، مگر گریبان کے ڈھانپنے کا حکم دینے کے اندر چہرہ ڈھانپنے کا حکم بھی موجود ہے؛ کیونکہ گریبان ڈھانپنے کیلئے کپڑے کو سر سے لٹکایا جائے گا، ڈھانپنے کے اس عمل میں چہرہ خود بخود شامل ہوگیا۔

② اس حدیث کی صحت مشکوک ہے؛ کیونکہ ہشام بن عمار آخری عمر میں متغیر الحفظ ہو گئے تھے، اور ان کی یہ حدیث کبر سنی کے دور کی ہے، جب وہ تلقین قبول کیا کرتے تھے۔

③ اگر یہ مان لیا جائے کہ زینب کا چہرہ کھلا ہوا تھا تو یہ حدیث نزولِ حجاب سے قبل پر محمول کی جائے گی، بلکہ سیاقِ حدیث میں اس جانب اشارہ موجود ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے قبل کا ہے۔ اور ہمارے اس جواب کی تقویت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کا حجۃ الوداع سے قبل انتقال ہوگیا تھا۔

ابن عساکر نے یہ بات نقل کر کے ابوزرعہ الرازی سے اس کی اور ایک دوسری روایت

[1] رواہ ابن عساکر والطبرانی فی الکبیر وغیرھما

کی سند کی صحت نقل فرمائی ہے، وہ دوسری روایت بطریق منیب بن مدرک بن منیب عن ابیہ عن جدہ ہے، افرماتے ہیں: میں نے اپنی جاہلیت کے دور میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ فرمارہے تھے: (قولوا لاإله إلا الله تفلحوا) یعنی: لاإله إلا الله کہو تم فلاح پاجاؤ گے۔ لوگوں نے یہ سن کر بڑی بدسلوکی کی، حتی کہ کچھ لوگوں نے آپ ﷺ کی طرف منہ کر کے تھوک ڈالا...... اس کے بعد حارث الغامدی والے مذکورہ متن والا مضمون ہے، اس میں زینب کے آنے کا بھی ذکر ہے، لیکن نہ تو گریبان کھلا ہونے کا بیان ہے نہ نبی ﷺ کا ڈھانپنے کا حکم۔

پھر فرماتے ہیں: اسے کتب ثلاثہ نے روایت کیا ہے، اور انہوں نے یہ حدیث، مدرک بن حارث الأزدی کے بارہ میں روایت کی ہے، جو پہلے گذر چکی، پھر غامدی کی مذکورہ حدیث نقل فرمائی۔[2]

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر: ۱۱/۴۰۷

[2] أسد الغابة لابن الاثیر: ۲۶۴، ۵/۱۲۴

چھٹی فصل

(ایسے شبہات جو کسی احتمال کے پیدا ہونے کی وجہ سے قابلِ استدلال نہیں رہتے)

ایک معروف اور ثابت قاعدہ ہے کہ کسی بھی دلیل میں جب کوئی احتمال داخل ہوجاتا ہے تو اس دلیل سے استدلال باطل ہوجاتا ہے، چنانچہ ان لوگوں کے بعض دلائل اسی نوعیت کے ہیں، (یعنی وہ چہرہ کھلا رکھنے پر صراحت کے ساتھ دال نہیں ہیں) بلکہ محتمل ہیں، چنانچہ درج ذیل شبہات کا یہی جواب بنتا ہے۔

پچیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحج (یوم النحر) کو فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھالیا، فضل بہت خوبصورت نوجوان تھے، رسول اللہ ﷺ کچھ دیر کیلئے لوگوں کے سوالات کے جواب دینے کیلئے رک گئے، اسی دوران بنو خشعم قبیلے کی ایک انتہائی خوبصورت عورت آئی، اور رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ طلب کرنے لگی، فضل اسے دیکھنے لگے، اس عورت کا حسن انہیں بہت بھارہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فضل کو دیکھا جو اس عورت

کو دیکھے جارہے تھے، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر فضل کی ٹھوڑی پکڑ لی اور ان کا منہ دوسری طرف پھیر دیا۔ اس عورت کا سوال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فریضۂ حج کی فرضیت، میرے والد پر اس عمر میں ہوئی ہے کہ وہ انتہائی بوڑھے ہوچکے ہیں، سواری پر بیٹھنے کے قابل بھی نہیں رہے، اگر میں ان کی طرف سے حج کرلوں تو ان کی طرف سے ادا ہوجائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔[1]

جواب: واضح ہو کہ جو لوگ عورت کے چہرے کی بے پردگی کے جواز کے قائل ہیں، ان کے ہاں انتہائی قوی اور نفیس قسم کے چار دلائل ہیں:

① یہی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث۔

② حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں آپ ﷺ نے اسماء سے فرمایا تھا کہ عورت جب بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے......الخ (یہ حدیث مع جواب گذر چکی ہے)

③ حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ جس میں (سفعاء الخدین) کے الفاظ ہیں۔ (جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔)

④ قولہ تعالیٰ: [إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] کی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی تفسیر۔

یہ چاروں دلائل جو ان کے تھیلے میں سب سے قوی شمار ہوتے ہیں، اس قابل نہیں کہ علی وجہ الاستقلال، ان کے موقف کو ثابت کرسکیں، اور اگر انہیں قابلِ استدلال مان بھی لیں، پھر بھی ایسی کافی وشافی حجت نہیں بن سکتے کہ جن کے پیشِ نظر، چہرے کی بے پردگی کا قول لزوماً اختیار کیا جاسکے، جبکہ ان چاروں دلائل کا جواب انتہائی آسان ہے۔ (کچھ کا

[1] متفق علیہ

جواب گذر چکا اور کچھ کا آئندہ صفحات میں ملاحظہ کیجئے۔)

ان کے علاوہ جو ادلہ ہیں وہ اصلاً استدلال کے قابل ہی نہیں، انہیں پیش کرنے کا ایک ہی مقصد ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ ان کے دلائل زیادہ نظر آئیں، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک مفلس شخص اپنے چند ٹکوں کو کسی سستی کرنسی کہ جو بازار میں کسی قدر کی مستحق نہ ہو، کی صورت میں ظاہر کرے تاکہ وہ زیادہ دکھائی دے۔

بلکہ اس قسم کے دلائل کی زیادتی، باعثِ فضیحت ہوسکتی ہے، بلکہ مدعی کو مضبوط کرنے کی بجائے مزید کمزور کرنے کا سبب بن سکتی ہے، اس قسم کے دلائل کو علماءِ محققین نے کسی التفات کے قابل نہیں سمجھا؛ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ کسی طرح بھی استدلال کے قابل نہیں۔

ان علماء میں ایک بڑا نام حافظ ابوالحسن بن القطان کا ہے، جن کی کتاب (النظر فی أحکام النظر) دیکھ لی جائے۔ (انہوں نے اس قسم کے دلائل کو قابل ذکر نہیں سمجھا حالانکہ ان کا علمی توسع معترف بہ ہے۔)

اب ہم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیث کے جواب کی طرف آتے ہیں، جو متعدد وجوہ سے ممکن ہے:

(۱) حدیث اور اس کے جملہ شواہد میں ایسی کوئی صراحت نہیں ہے، جس سے واضح ہورہا ہو کہ بنو خشعم قبیلہ کی وہ عورت کھلے چہرے کے ساتھ آئی، نہ ہی یہ صراحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھلے چہرے کے ساتھ دیکھا اور اسے برقرار رکھا، زیادہ سے زیادہ یہی مذکور ہے کہ وہ خوبصورت تھی، یا روشن چہرے والی تھی، یا پھر ایک روایت کے مطابق فضل بن عباس اسے دیکھتے رہے اور اس کا حسن انہیں متاثر کررہا تھا۔ ان تمام الفاظ سے اس کے

چہرے کا کھلا ہونا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ اس کا حسن پہلے ہی سے کسی وجہ سے معروف ہو، پھر بعض اوقات عورت کا حسن (چہرے کے بغیر) دیگر نشانیوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے، مثلاً: اس کے جسم کی بناوٹ، عمدہ تقسیم یا جسم کا بھرا پن وغیرہ، یا ممکن ہے کہ کبھی کسی اضطرار کی بناء پر اس کے اطرافِ جسم میں سے کچھ ظاہر ہوا ہو۔[1]

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا ہے: [وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ]

یعنی: جب آپ انہیں دیکھیں گے تو ان کے جسم آپ کو اچھے لگیں گے۔

حالانکہ ان کے جسم کپڑوں میں چھپے ہوتے تھے۔

اسی طرح ایک شاعر کا قول ہے:

طافت أمامة بالركبان آونة
ياحسنها من قوام ما ومنتقبا

یعنی: ابھی امامہ قافلے کا چکر لگا کر گئی ہے، اس کے جسم کی بناوٹ، کس قدر اس کے حسن کی مظہر ہے۔

بخاری و مسلم کی معروف حدیث کے مطابق، مخنث نے ام سلمہ کے بھائی عبداللہ سے کہا تھا: اگر کل طائف فتح ہوگیا تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی دکھاؤں گا جو چار شکنوں کے ساتھ آتی ہے اور آٹھ شکنوں کے ساتھ جاتی ہے۔[2]

(یہاں بھی صرف عورت کے جسم کی بناوٹ سے اس کے حسن کو ظاہر کیا گیا ہے۔)

---

[1] البتہ مسند احمد (۱/۲۱۱) میں حکم بن عتیبہ عن ابن عباس عن اخیہ الفضل کی سند سے یہ الفاظ مروی ہیں: ''کہ نبی علیہ السلام نے میری طرف دیکھا اور میرے چہرے کو اس (عورت) کے چہرے سے ہٹا دیا''، لیکن حکم اور ابن عباس کے درمیان انقطاع ہے۔

[2] البخاری: ۵۵۴۸، مسلم: ۲۱۸۰

قیس العقیلی کا شعر ہے:

ویبدی الحصی منها إذا قذفت به
من البرد أطراف البنان المخضب

مدائنی نے عبداللہ بن عمر العمری سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں حج کیلئے نکلا، دورانِ سفر ایک خوبصورت عورت کو دیکھا جو بڑی دلنشیں گفتگو کر رہی تھی، میں نے اپنی اونٹنی اس کے قریب کی اور پوچھا: اے اللہ کی بندی! کیا تو حج کرنے نہیں نکلی؟ تجھے کوئی اللہ کا خوف نہیں ہے؟ اس عورت نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا دیا، اس کے چہرے کا حسن، سورج کی روشنی کو ماند کر رہا تھا (گویا عبداللہ بن عمر العمری کو اس عورت کے حسن کا اندازہ اس کے کلام اور جسم کی بناوٹ سے ہوا؛ کیونکہ چہرے کا پردہ اس نے بعد میں ہٹایا تھا)

(۲) بعض اوقات عورت کے چہرے کا پردہ غیر ارادی طور پر مجبوراً، اختیاری یا اضطراری حرکت سے سرک جاتا ہے، مثلاً: اس کے ہلنے جلنے سے یا تیز ہوا کے جھونکے سے وغیرہ۔ اس حقیقت کا انکار ممکن نہیں ہے، وہی شخص انکار کرسکتا ہے جس میں کبر ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: مجھے قطعی ناپسند ہے کہ تمہارا دوپٹہ چہرے سے گر جائے یا تمہارا کپڑا پنڈلیوں سے اٹھ جائے اور لوگ تمہارے بعض اعضاء کو دیکھ لیں، جن کا دکھائی دینا تمہیں ناپسند ہے۔[1]

نابغہ کا شعر ہے:

سقط النصيف ولم ترد إسقاطه
فتناولته واتقتنا باليد

---

[1] النسائی: ۳۲۳۷

یعنی: اچانک اس کا دوپٹہ گر گیا، جسے گرانے میں اس کا ارادہ شامل نہیں تھا، اس نے اسے فوراً اٹھالیا اور اپنے ہاتھ کے اس عمل سے ہماری پرہیزگاری کا بھرم رکھ لیا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قصۂ افک بیان فرمایا ہے، اس تذکرہ کے بعد کہ ان کی آنکھ لگ گئی اور وہ سوگئیں، فرماتی ہیں: میرے پاس صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ آیا اور مجھے دیکھ کر پہچان گیا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس سے یہ بات سمجھ آرہی ہے کہ سو جانے کی وجہ سے ان کے چہرے سے چادر ہٹ گئی، (چادر سے اپنے آپ کو ڈھکے رکھنے کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) اور جب صفوان کے إنا لله وإنا إليه راجعون پڑھنے سے بیدار ہوئیں تو بہت تیزی اور جلدی کے ساتھ اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔[1]

جب یہ ثابت ہوگیا (کہ عورت کے حسن کا مظہر صرف اس کا چہرہ ہی نہیں ہے، دیگر بہت سے امور اس کے حسن کی پہچان بن سکتے ہیں، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی عورت کا چہرہ کھلا دکھائی دیا ہے تو ضروری نہیں کہ اس میں اس کا قصد و ارادہ شامل ہو، بعض اوقات غیر اختیاری طور پر چہرے سے پردہ ہٹ سکتا ہے یا گر سکتا ہے، مذکورہ مختلف واقعات اس موقف کی وضاحت پیش کر رہے ہیں) تو پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث، جس میں بنو خثعم قبیلے کی عورت کا ذکر ہے، کسی ایسی ہی اضطراری کیفیت پر محمول ہوسکتی ہے، اگر یہ تسلیم کرلیں کہ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا چہرہ ہی دیکھا تھا، تو عین ممکن ہے کہ اس کا چہرہ کسی وجہ سے بلا قصد و ارادہ کھل گیا ہو، صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ کی

---

[1] فتح الباری لابن حجر: ۸/۴۶۲

حدیث اسی قسم کے ایک اضطرار کی طرف اشارہ کررہی ہے، الفاظ یوں ہیں: (مرت بہ ظعن یجرین فطفق الفضل ینظر إلیهن) یعنی: کچھ عورتیں دوڑتی ہوئیں پاس سے گذریں، توفضل انہیں دیکھنے لگے۔ دوڑتے ہوئے چہرے سے پردے کا سرک جانا ایک قوی احتمال بن سکتا ہے۔

ایک اور قوی احتمال کا اشارہ مسند احمد کی حدیث سے ہوتا ہے:

فضل فرماتے ہیں: (جب رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ سے منیٰ کی طرف افاضہ فرمایا تو میں سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا، ایک اعرابی مسلسل ساتھ ساتھ چل رہا تھا، جس کے پیچھے اس کی ایک خوبصورت بیٹی بھی سوار تھی)[1]

اس روایت سے پردے کے غیر اختیاری سرکنے کے کئی احتمال سامنے آرہے ہیں:

ایک یہ کہ اعرابی کا مسلسل ساتھ ساتھ چلنا، سفر کی طوالت کا پتہ دے رہا ہے، دوسرا یہ کہ ویسے بھی حج کے اعمال انتہائی دشوار ہوتے ہیں، جب اس قسم کے امور جمع ہوجائیں تو غیر اختیاری طور پر چہرے سے چادر کا ہٹ جانا یا گرجانا ممکن ہے۔

اس بات کی تقویت یوں بھی ہوتی ہے کہ جن لوگوں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا انہوں نے اس عورت کے حسن کا ذکر نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ ﷺ جو فضل کو اپنے پیچھے سوار کئے ہوئے تھے، نے فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے کی علت یہ نہیں بیان فرمائی کہ وہ عورت خوبصورت تھی، یا تو اس لئے کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے ہوگی، یا پھر کسی عارضہ کی بناء پر اس کا کپڑا سرک گیا ہوگا (جسے اس نے فوراً ڈھانپ لیا ہوگا)

[1] احمد: ۱/۲۱۳

نبی ﷺ نے فضل کا رُخ پھیرنے کی وجہ کیا بتلائی؟

عباس نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے چچازاد بھائی کی گردن کیوں پھیر دی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک نوجوان لڑکے اور ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا تو میں ان کے تعلق سے شیطان کی کسی بھی شرارت سے بے خوف نہ رہ سکا۔[1]

ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس عورت کی خوبصورتی کا ذکر فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس نے یہ حدیث فضل بن عباس سے سن کر روایت کی ہے؛ کیونکہ عبداللہ بن عباس وہاں موجود ہی نہیں تھے، صحیح احادیث کے مطابق انہیں رسول اللہ ﷺ نے ضعیف مردوں اور عورتوں کے ساتھ رات ہی کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ کردیا تھا۔[2]

اگر یہ مان بھی لیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وہاں موجود تھے، تو اس سے کیا لازم آئے گا؟ کیا یہ حکایت کوئی ایسی وحی کا درجہ رکھتی ہے، جو کسی معصوم سے صادر ہوئی ہو؟ جس کے الفاظ پر یوں گہری نظر ڈالی جائے؟ جس کے قائل کے محض اس لفظ سے کہ (وہ عورت خوبصورت تھی) کو ایک ایسی مضبوط چٹان قرار دے دیا جائے کہ جسے تمام نصوصِ شرعیہ (جو چہرے اور ہاتھوں کے پردے کے متقاضی ہیں) پر پھینک کر انہیں ریزہ ریزہ کردیا جائے؟

پھر ان لوگوں کو بخوبی معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں لوگوں پر فقر وفاقہ کی سختیوں کی کیا صورتِ حال تھی؟ بعض لوگوں کو مکمل لباس بھی میسر نہیں تھا، صحیح بخاری وغیرہ

[1] الترمذی: ۸۸۵۔ امام ترمذی نے اسے "حسن صحیح" کہا ہے۔

[2] دیکھئے: أضواء البیان للشنقیطی: ۶۰۲-۶/۵۹۹

میں ہے: لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اور ان کے تہبند چھوٹا ہونے کی وجہ سے ان کی گردنوں کے ساتھ بندھے ہوتے تھے، عورتوں سے کہا جاتا تھا: تم اس وقت تک سجدوں سے اپنے سر نہ اٹھایا کرو، جب تک مرد سجدوں سے اُٹھ کر پوری طرح بیٹھ نہ جایا کریں۔

ابوداؤد میں اسی حدیث کے آگے یہ اضافہ بھی مروی ہے: اس ڈر سے کہ کہیں عورتیں، مردوں کی شرمگاہیں نہ دیکھ لیں۔

عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو جماعت کرایا کرتے تھے اور ان کے جسم پر جو کپڑا ہوتا تھا وہ ان کی شرمگاہ نہ ڈھانپ پاتا۔[1]

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک ہی کپڑا تھا، جب اس سے سر ڈھانپتی تو وہ پاؤں تک نہ پہنچ پاتا اور جب پاؤں ڈھانپتی تو سر تک نہ پہنچ پاتا۔[2]

ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے عرض کیا تھا: اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو کیا کرے؟ فرمایا: اس کی بہن یا سہیلی اسے اپنی چادر اوڑھا دے۔[3]

(۳) محرم عورت کیلئے اصل مسئلہ یہی ہے کہ وہ، رمی جمار تک اپنا چہرہ کھلا رکھے، بشرطیکہ اس کے اردگرد اجنبی مرد نہ ہوں، اور یہ خشعمی عورت محرم تھی، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے[4]، اور یہ عورت رمی جمار کیلئے جا رہی تھی تو ممکن ہے اس نے اپنے محرم

---

[1] رواہ البخاری

[2] رواہ ابوداؤد

[3] متفق علیہ

[4] فتح الباری لابن حجر: ۴/۶۷

ہونے کی وجہ سے چہرہ کھلا رکھا ہو، نہ کہ اس لئے کہ وہ چہرے کے کھلا رکھنے کے جواز کی قائل تھی، چنانچہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی اسی دوران اچانک نظر پڑ گئی ہو۔

یہ اشارہ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فعل سے بھی ملتا ہے، جب وہ اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھنے کیلئے روانہ ہوئیں، فرماتی ہیں: مجھے عبدالرحمن نے اونٹ پر اپنے پیچھے سوار کر لیا، دورانِ سفر میں نے اپنے چہرے اور گردن سے چادر ہٹا کر اوپر کر لی، عبدالرحمن نے سواری کی لکڑی سے میرے پاؤں پر ٹھوکر ماری (یعنی چہرہ کھلا کر لینے کی وجہ سے) میں نے کہا: کیا تمہیں کوئی اجنبی مرد دکھائی دے رہا ہے؟![1]

(۴) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس خاتون کے چہرے کے بے پردہ ہونے کی ایک قریبی وجہ اور بھی ہو سکتی ہے، مسند ابویعلیٰ میں قوی سند کے ساتھ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے، وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور وہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: میں نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھا، ایک اعرابی اپنی بیٹی آپ ﷺ پر پیش کر رہا تھا، اس

---

[1] مسلم: ۱۲۱۱۔ ان لوگوں کی یہ بات بڑی تعجب خیز ہے جو خمار کے متعلق قولِ عائشہ: "احسرہ عن عنقی" (میں نے چادر اپنی گردن سے ہٹا لی) کو اس بات کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ "خمار" لغوی اعتبار سے اس کپڑے کو نہیں کہا جاتا جس سے چہرہ ڈھانپا جائے۔ ان لوگوں کی اس بات سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ خمار اوڑھنے کے طریقے سے لاعلم ہیں، جو کہ یہ ہے کہ عورت خمار کو سر پر رکھ کر اسے گردن کے گرد لپیٹ لیتی ہے اور باقی ماندہ کپڑے کو چہرے، سینے اور قمیض کے گریبان پر ڈال لیتی ہے۔ قاضی عیاض نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ ازواج النبی ﷺ پر بھی چہرہ کو ڈھانپنا واجب تھا۔ اگر کوئی شخص مذکورہ قولِ عائشہ سے یہ استدلال کرے کہ خمار سر ڈھانپنے کیلئے نہیں ہوتا تو یقیناً یہ لوگ اس استدلال کے ابطال میں حق بجانب ہونگے، اور اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ابن ابی خیثمہ نے اسمٰعیل بن ابی حکیم سے بلاغاً قصہ خدیجہ میں یہ الفاظ ذکر کئے ہیں "فألقت خمارها وحسرت عن صدرها" (یعنی اپنے خمار کو سینے سے ہٹا دیا) جو اس بات کی دلیل ہے کہ خمار گردن ڈھانپنے کیلئے نہیں ہوتا، تو یقیناً اس کا یہ قول بھی باطل ہوگا۔

امید ہے کہ آپ ﷺ اس سے رشتہ زوجیت قائم فرمالیں۔

(فضل فرماتے ہیں): میں اس عورت کی طرف جھانکنے لگا اور نبی ﷺ میرے سر کو پکڑ کر دوسری طرف پھیرنے لگے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ایسا لگتا ہے کہ اس عورت کے والد نے اپنی بیٹی کو حکم دیا ہوگا کہ تم نبی ﷺ سے سوال کرو؛ تاکہ رسول اللہ ﷺ اس کی بات سن کر اسے دیکھ لیں اور شاید اپنے نکاح میں لے لیں۔[1]

(۵) اگر یہ مان لیں کہ وہ عورت کھلے چہرے کے ساتھ تھی، تو یہ احتمال ہے کہ اسے حجاب کے حکم کا علم نہ ہو، (اگر ایسا نہ بھی ہو) تو کیا ایک اعرابی عورت کی غلطی کی بناء پر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور مسلمانوں کے عمل کو چھوڑنا روا ہوسکتا ہے؟ جبکہ ہمیں پختہ علم بھی نہیں کہ وہ بے پردہ تھی بھی یا نہیں۔

اسی قسم کی ایک غلطی قیلہ العنبریہ رضی اللہ عنہا سے سرزد ہوئی تھی، جو مردوں کی صفوں میں کھڑی ہوکر نماز پڑھنے لگ گئی تھیں۔

یہاں یہ نہ کہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس خثعمی عورت کے کھلے چہرے پر اسے ٹوکا نہیں تھا، بلکہ اس کے اس عمل کو برقرار رکھا تھا؟ کیا اس بات کو ایک ایسے قطعی ثبوت کے ساتھ ثابت کیا جاسکتا ہے، جو کسی احتمال کو باقی نہ چھوڑے اور نہ ہی کسی تردد کی کوئی گنجائش بچے؟ پھر اس کے ساتھ ساتھ ایک تکلف اور بھی کرنا پڑے گا، اور وہ یہ کہ اتنی بڑی تعداد میں موجود ان تمام نصوص کی تاویل کرنی پڑے گی جو عورت کیلئے چہرے کا ڈھانپنا واجب قرار

---

[1] فتح الباری لابن حجر: ۶۸/۴

دیتے ہیں، تو گویا یہ مسئلہ آسان نہیں ہے۔

اس کی بجائے یہ بات زیادہ بہتر اور وزنی محسوس ہوتی ہے کہ اگر اس خاتون کا چہرہ واقعی کھلا ہوا تھا تو یہ کسی قرینے کی وجہ سے، اس کیلئے مخصوص ہوگا، (کچھ قرائن سابقہ سطور میں بیان ہو چکے ہیں) یا پھر یہ کہ نبی ﷺ کیلئے جو کچھ دیکھنا روا ہے وہ کسی اور کیلئے نہیں ہے۔ (یہ بات زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے چہرے کی بے پردگی برقرار رکھی۔)

روایات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اس عورت کو کسی نے نہیں دیکھا تھا، اور فضل کے چہرے کو بھی رسول اللہ ﷺ نے دوسری طرف پھیر دیا تھا، گویا رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کو برقرار نہیں رکھا تھا، اور یہ قاعدہ معلوم اور مقرر ہے کہ کسی چیز کا نقل نہ ہونا، اس کے معدوم ہونے کی نقل نہیں ہوتا (کہا جاتا ہے کہ عدمِ بیان، عدمِ شئ کو مستلزم نہیں۔) لہذا اگر اس کا چہرہ کھلا تھا تو ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے بعد میں تنبیہ فرمائی ہو اور اس عمل کا انکار کیا ہو۔

المہم! کسی صحابی خاتون کا اپنا چہرہ کھلا رکھنا، ناقابلِ تصور ہے؛ کیونکہ یہ فعل، ترکِ واجب کے زمرے میں آتا ہے، یا پھر کم از کم ترکِ افضل کے زمرے میں۔

اس امت کی پہلی جماعت (صحابہ کرام) کے حوالے سے یہ حقیقت بخوبی معلوم ہے کہ وہ ہر قسم کی خیر کے کام کو اپنانے کے سب سے بڑے حریص تھے۔

پھر جن لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، انہیں کیا ہوگیا کہ انہوں نے، نبی ﷺ کے فضل بن عباس کے چہرے کو پھیرنے والے معاملے سے اپنی آنکھیں بند کررکھی ہیں، اور نبی ﷺ کے اس فرمان کو سننے سے اپنے کان بھی بند کئے ہوئے ہیں: میں

ان دونوں (یعنی فضل اور خثعمی عورت) کے تعلق سے شیطان سے بے خوف نہیں۔

یہ بات دورِ صحابہ کی ہے جو علی الاطلاق سب سے بہترین دور تھا، کیا یہ لوگ اُس دور کے مشہود لہ بالخیر ہونے سے ناواقف ہیں؟ یا جان بوجھ کر نا آشنا ہیں؟

اور آج کا دور کیا ہے؟:

مردوزن سے بھرے بازار، بدترین اختلاط کے مظاہرے

دینی حالت انتہائی پست اور کمزور

خواہشاتِ نفس کا غلبہ

آنکھیں کھول کر اور دیکھ بھال کر بازار میں چلنا............(الامان والحفیظ)

بقول شاعر:

يقولون لاتنظر وتلك بلية

ألا كل ذي عينين لابد ناظر

یعنی: مجھے کہتے ہیں دیکھو نہیں، یہ کتنی بڑی آزمائش ہے، ہر وہ شخص جس کے پاس دو آنکھیں ہیں، اس کا دیکھنا تو ضروری ہے۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے: کھلے چہرے والی عورت کو دیکھنا جائز ہے، یہ ایک اور بہت بڑی اور خطرناک آفت ہے۔

بقول شاعر:

ألقاه في اليم مكتوفاوقال له

إياك إياك أن تبتل بالماء

یعنی: اس نے، اس کے ہاتھوں کو کاٹ کر اسے دریا میں پھینک دیا اور کہا خبردار اپنے

آپ کو پانی میں بھیگنے سے بچانا؟؟

چھبیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت سے استدلال کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں عید والے دن، نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے خطبہ سے قبل، بلا اذان واقامت، عید کی نماز پڑھائی، پھر بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے (اور خطبہ ارشاد فرمایا) اس موقعہ پر آپ ﷺ نے لوگوں کو اپنی اطاعت کی ترغیب دلائی اور بہت کچھ وعظ ونصیحت فرمائی، پھر آپ ﷺ چل پڑے، حتی کہ خواتین کے پاس آ گئے، انہیں بھی وعظ ونصیحت فرمائی، چنانچہ فرمایا: صدقہ دیا کرو؛ کیونکہ اکثر عورتیں جہنم کا ایندھن ہیں، عورتوں کے بیچ میں سے ایک عورت جس کے رخسار سیاہ تھے، کھڑی ہوئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ ﷺ ایسا کیوں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیونکہ تم بہت زیادہ شکوے کرتی ہو اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہو، چنانچہ عورتوں نے اپنے زیورات بطورِ صدقہ دینے شروع کر دیئے، عورتیں بلال کے کپڑے میں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈالتی جارہی تھیں۔[1]

جواب: اس حدیث کا جواب کئی وجوہ سے ہے:

(۱) حدیث میں ایسی کوئی دلالت نہیں ہے کہ وہ عورت کھلے چہرے کے ساتھ تھی، نہ ہی کوئی ایسی صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے کھلے چہرے کے ساتھ دیکھا، اور اُس کے اِس عمل کو برقرار رکھا، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے بتلایا تھا کہ وہ سیاہ

[1] صحیح مسلم

رخساروں والی تھی (جو اس کے کھلے چہرے کی دلیل ہے)۔

تو اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بات پرانی معرفت کی بنیاد پر کہی ہو (یعنی نزولِ حجاب سے قبل کی) اور اس وقت اسے اس کے قد کاٹھ اور ضخامتِ جسم کی بناء پر پہچان لیا ہو، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کو، ان کے جسم کی علامات کی بناء پر پہچان لیا تھا، حالانکہ وہ مکمل پردے میں تھیں، چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: نزولِ حجاب کے بعد سودہ، کسی ضروری کام کیلئے باہر نکلیں، اور وہ بہت بھاری جسم والی خاتون تھیں، جو انہیں پہچانتا ہوتا اس پر وہ پردے کے باوجود مخفی نہ رہتیں، چنانچہ انہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور کہا: اے سودہ! اللہ کی قسم تو مجھ پر مخفی نہیں ہے (یعنی میں تمہیں پہچان گیا ہوں)[1]

(۲) ممکن ہے کہ وہ عورت بوڑھی ہو، یا ایسی ہو جو کسی خیال یا خواہش کو برانگیختہ نہ کرسکے، اس احتمال کو حدیث کے الفاظ (سفعاء الخدین) یعنی: "سیاہ رخساروں والی" سے بھی تقویت حاصل ہوتی ہے، گویا وہ خاتون ایسی تھی جس کے چہرے کا برہنہ ہونا کسی فتنہ میں مبتلا ہونے کے امکان کو بالکل کمزور کردیتا ہے۔

(سفعاء الخدین) کا معنی بیان کرتے ہوئے، جوہری اپنی کتاب (الصحاح) میں فرماتے ہیں: سفعاء، السفعۃ سے ماخوذ ہے، (سفعۃ فی الوجہ) کا معنی ہوگا: عورت کے رخساروں میں کسی مرض کی بناء پر چھاجانے والی سیاہی۔ (اشارہ چہرے کی بدنمائی کی طرف ہے)

---

[1] البخاری: ۴۵۱۷، مسلم: ۲۱۷۰۔ عمر رضی اللہ عنہ نے سودہ رضی اللہ عنہا کو اس کی جسامت سے پہچانا جو چہرہ کے پردہ کے وجوب کی دلیل ہے، کیونکہ اگر وہ چہرے کے پردہ کے بغیر ہوتیں تو عمر رضی اللہ عنہ انہیں ان کے چہرے سے پہچانتے نہ کہ جسامت سے۔

ابن منظور اپنی کتاب (لسان العرب) میں حدیث کے الفاظ (أنا وسفعاء الخدین الحانیۃ علی ولدھا) کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سفعاء الخدین سے مراد وہ عورت ہے جس کا چہرہ انتہائی سیاہ ہو، اور اس حدیث میں جو یہ ذکر ہے کہ وہ اپنے بچے پر شفقت کرنے والی ہے، اس سے مراد یہی ہے کہ وہ اپنی تمام تر توانائیاں بچے کی نگہداشت پر صرف کردیتی ہے اور اپنے چہرے وغیرہ کی زینت یا حسن سے بالکل غافل رہتی ہے، حتی کہ اس کے چہرے کی رنگت تبدیل ہوجاتی ہے اور وہ سیاہ ہوجاتا ہے۔

حدیثِ زیرِ بحث (حدیثِ جابر) میں جو یہ ذکر ہے کہ وہ عورت سیاہ رخساروں والی تھی، سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا، اس قسم کے جملے کا اطلاق ہر اس عورت پر کیا جاسکتا ہے جو بچوں کی نگہداشت کی وجہ سے اپنی زیب و زینت کو یکسر فراموش کربیٹھتی ہے، اس قسم کی عورت کی یہ حالت اور کیفیت، عمومی طور پر چہرے کی تبدیلی اور اس پر سیاہی کے غلبے کا باعث بن جاتی ہے۔

پھر جابر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا کچھ ذکر نہیں فرمایا کہ وہ عورت کھلے چہرے کے ساتھ تھی۔

(۳) یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عورت لونڈی ہو؛ چنانچہ بیہقی میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں یہ الفاظ بھی وارد ہے: (فقامت امرأۃ منھن من سفلۃ النساء سفعاء الخدین) یعنی: ان میں سے ایک عورت کھڑی ہوئی جس کا تعلق نچلے طبقے کی خواتین سے تھا اور وہ سیاہ چہرے والی تھی، جبکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: (لیست من علیۃ النساء) یعنی: وہ عورت اونچے طبقے کی خواتین میں سے نہیں تھی۔ (مسند احمد، سنن نسائی) اسے ابن حبان، حاکم اور ذھبی نے صحیح کہا ہے۔[1]

---

[1] طبقات ابن سعد: ۸/۱۴۱

(۴) یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ مذکورہ واقعہ، نزولِ حجاب سے قبل کا ہو، اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ عیدین کی نماز ۲ھ میں مشروع ہوئی، جبکہ حجاب کا حکم، صالح بن کیسان وغیرہ کے قول کے مطابق ذوالقعدہ ۵ھ میں نازل ہوا۔

(۵) یہ بھی ممکن ہے کہ اس عورت کا دوپٹہ، اس کے چہرے سے بلاقصد وارادہ سرک گیا ہو، اور عین اسی وقت جابر کی اس پر نظر پڑ گئی ہو۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ اس قصہ کو بہت سے صحابہ نے روایت کیا ہے، مثلاً: جابر، ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، ابوھریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم، لیکن کسی نے بھی چہرے کے کھلا ہونے کا ذکر نہیں کیا، نہ اس خاتون کا نہ کسی دوسری کا، صرف اکیلے جابر رضی اللہ عنہ نے (سفعاء الخدین) کا ذکر کیا ہے، حالانکہ اس وقت بہت سے صحابہ نے نبی ﷺ کے اس خطبہ اور نصیحت کا سماع کیا تھا، مزید برآں یہ حدیث، جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیح بخاری میں بھی مروی ہے، جو ابن جریج عن عطاء عن جابر سند، کے ساتھ ہے، لیکن اس حدیث میں (سفعاء الخدین) کے الفاظ نہیں ہیں، یہ الفاظ جس طریق سے مروی ہیں وہ یوں ہے: عبدالملک بن ابی سلیمان عن عطاء عن جابر......

جبکہ عطاء کے شاگردوں میں ابن جریج، عبدالملک سے زیادہ ثقہ اور قوی ہیں۔ صالح اپنے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں: عبدالملک بن ابی سلیمان، حفاظ حدیث میں سے ہیں، لیکن انہوں نے بہت سی احادیث کی اسانید میں ابن جریج کی مخالفت کی ہے، اور ہمارے نزدیک ابن جریج اس سے زیادہ ثقہ ہے۔[1]

[1] تہذیب الکمال: ۱۸/۳۲۶-۳۲۷

ساتویں فصل

(ایسے شبہات کا بیان جو غلط استنباطات پر مبنی ہیں)

ستائیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل اثر سے دلیل پکڑی ہے، وہ فرماتے ہیں: امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس کسی مہاجر یا انصاری صحابی کی ایک لونڈی آئی، جسے وہ جانتے تھے، اس لونڈی نے چادر اوڑھی ہوئی تھی، آپ نے اس سے پوچھا: کیا تو آزاد ہوچکی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: پھر یہ چادر کیوں اوڑھ رکھی ہے؟ اسے اپنے سر سے اتار دے، چادر اوڑھنا آزاد مسلمان خواتین کی نشانی ہے، اس لونڈی نے کچھ پس وپیش کی تو امیر المؤمنین اپنا کوڑا لے کر اس کی طرف بڑھے اور اس کے سر سے چادر ہٹا ڈالی۔[1]

اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے:

(۱) اس اثر میں ایسا کچھ ذکر نہیں کہ وہ لونڈی کھلے چہرے کے ساتھ تھی۔

پچھلے صفحات میں صفیہ بنت ابی عبید کا اثر گذر چکا ہے، جس میں وہ فرماتی ہے کہ ایک

[1] ابن ابی شیبہ

لونڈی چادر اوڑھے، دوپٹہ سے منہ ڈھانپے آئی تو امیر المؤمنین نے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟......الخ

اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ لونڈی چہرہ ڈھانپے ہوئی تھی، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ امیر المؤمنین اسے جانتے تھے تو ممکن ہے اسے اس کے جسم کے ظاہری اوصاف سے پہچانا ہو، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: طبقات ابن سعد میں عبداللہ بن عمر العمری سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے صفیہ کو ظاہر کیا تو انہوں نے عائشہ صدیقہ ؓ کو دیکھا، جو عورتوں کے بیچ چہرے پر نقاب کئے کھڑی تھیں، وہ ان کے پاس گئیں اور ان کا کپڑا پکڑ کر پوچھا: اے شقیراء! (سرخ رنگت والی) تو نے کیسا پایا؟[1]

(مقصد یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ عائشہ ؓ اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھیں، مگر پھر بھی صفیہ انہیں پہچان گئی، جس سے واضح ہوا کہ چہرہ دیکھے بغیر، جسم کی علامات سے بھی کسی کو پہچانا جاسکتا ہے)

عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک شخص کو قبر میں اتارا، جب ہم لوٹے اور اس کے گھر کے دروازے کے پاس پہنچے تو اچانک آپ نے ایک عورت کو دیکھا، ہمیں نہیں خیال کہ آپ نے اسے پہچان لیا ہوگا، آپ نے فرمایا: اے فاطمہ!......الحدیث۔[2]

---

[1] الإصابة (ترجمة صفية) ابن ماجه: ۱۹۸۰، البتہ اس کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس میں علی بن زید بن جدعان راوی ہے جو کہ ضعیف ہے۔ (مصباح الزجاجة للبوصيری: ۷۰۳)

[2] مستدرل حاکم: ۴-۳۷۳-۳۷۴، احمد: ۲/۱۶۹، ابوداؤد: ۳۱۲۳، نسانی: ۱۸۸۰، امام نسائی نے اسے معلول قرار دیا ہے۔ حاکم نے صحیح علی شرط شیخین کہا ہے اور ذھبی نے موافقت کی ہے۔ اور شیخ احمد شاکر (التعليق على المسند: ۶۵۷۴) نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

بلکہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: میں حولاء کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، کیا تمہیں آرہی ہے؟[1]

ان تمام نصوص کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص اسی بات پر مصر رہے کہ کسی بھی خاتون کی معرفت اس کے چہرے کے بغیر ممکن نہیں ہے، تو اس نے ایک وسیع باب میں خوامخواہ تنگی پیدا کردی۔

پھر بعض رواۃ نے یہ اثر قتادہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے انس بن مالک ؓ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: عمر بن خطاب ؓ آلِ انس کی ایک لونڈی کے پاس سے گذرے، جو چادر سے ڈھاٹا باندھے نماز ادا کررہی تھی، امیر المؤمنین نے اسے ایک ضرب لگائی اور فرمایا: اپنا سر کھول دے اور آزاد عورتوں کی مشابہت اپنانے سے گریز کر۔[2]

اور یہ بات معلوم ہے کہ آزاد عورت جب اکیلی نماز پڑھتی ہے تو اپنا چہرہ کھلا رکھتی ہے۔

(۲) اگر یہ بات تسلیم کرلیں کہ اس لونڈی کا چہرہ کھلا ہوا تھا تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اسے معلوم تھا کہ اسے اپنا چہرہ کھلا رکھنا ہے، لیکن اس سے غلطی یہ ہوئی کہ اس نے اپنی چادر، آزاد عورتوں کے انداز سے سر پہ ڈالی ہوئی تھی۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: حجاب آزاد عورتوں کیلئے مخصوص ہے، لونڈیوں کیلئے نہیں ہے۔

مزید فرماتے ہیں: عمر ؓ جب کسی لونڈی کو چادر اوڑھے دیکھتے تو اسے مارنے کیلئے

---

[1] الإصابة (ترجمة الحولاء العطاره) ابن حجر نے اس کی سند کو شدید کمزور کہا ہے۔

[2] الحاوی الکبیر للماوردی: ۲۲۴-۲/۲۲۳

لپکتے اور فرماتے: اے نیچ عورت! کیا تو آزاد عورتوں کی مشابہت اپناتی ہے؟ لہذا لونڈی اپنا سر، دونوں ہاتھ اور چہرہ کھول کر رکھے گی۔[1]

پھر جو لوگ چہرے کے حجاب کے قائل نہیں ہے، وہ اس اثر سے کیوں استدلال کرتے ہیں؟ جبکہ ان کا مؤقف یہ ہے کہ دوپٹہ کے معاملے میں لونڈی، آزاد عورت کے مشابہ ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اٹھائیسواں شبہ

ان لوگوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ فرماتی ہیں: مؤمن عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، فجر کی جماعت میں حاضر ہوتی تھیں اس طرح کہ وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوتی تھیں، پھر نماز سے فارغ ہونے پر اپنے گھروں کو لوٹتیں، اور اندھیرا ہونے کی وجہ سے کوئی انہیں پہچان نہ پاتا۔[2]

اس شبہ کا جواب کئی وجوہ سے ہے:

(ا) یہ حدیث تو چہرہ ڈھانپے رکھنے کی دلیل ہے اور یہی صحابیات کا عمل تھا، جیسا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول (متلفعات بمروطھن) سے واضح ہو رہا ہے، یعنی وہ اپنے کمبلوں میں لپٹی ہوتی تھیں۔

یہ الفاظ تو پردے کے تعلق سے انتہائی مبالغہ اختیار کرنے کی مشروعیت پر دلالت کر رہے ہیں، صحیح بخاری کی ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں: (لایعرفن بعضھن

---

[1] مجموع الفتاوی: ۱۵/۳۷۲

[2] متفق علیہ

بعضا) یعنی: پردے کی وجہ سے عورتیں بھی ایک دوسرے کو نہ پہچان پاتیں۔[1]

ظاہر ہے اگر اوڑھنیاں اوڑھنے اور ان میں لپٹنے میں مبالغہ نہ ہوتا تو کم از کم ایک عورت اپنے ساتھ والی خاتون کو ضرور پہچان لیتی، جیسا کہ حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ مرد اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا۔

ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھ کر ایسے وقت میں لوٹا کرتے تھے کہ ایک آدمی اپنے ساتھ والے کو (بمشکل) پہچان پاتا۔[2]

علامہ عینی فرماتے ہیں: حدیث کا لفظ (متلفعات) کا معنی: متلفحات سے ہوسکتا ہے، یعنی لحاف میں لپٹی ہوئیں، یہ تلفع سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب: شدت کے ساتھ چادر یا کمبل کے ساتھ لپٹ کر اپنے آپ کو اس طرح چھپالینا کہ گویا کوئی لحاف اوڑھا ہوا ہے۔[3]

امام نووی فرماتے ہیں: جو عورت متلفعہ ہوتی ہے، دن کے وقت بھی اس کی ذات ناقابلِ پہچان ہوتی ہے۔[4]

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا: (انہیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی پہچان نہ پاتا) کے معنی میں کئی احتمال ہوسکتے ہیں:

أ۔ ایک یہ کہ باعتبارِ جنس، ان کی پہچان ممکن نہ ہوتی، یعنی کہ وہ مرد ہیں یا عورتیں؟ صرف ہیولے دکھائی دیتے، یہ معنی داؤدی نے ذکر کیا ہے،[5] جس کی تائید عائشہ رضی اللہ عنہا کے

---

[1] البخاری: ۸۳۴

[2] البخاری: ۵۷۴، مسلم: ۴۶۱

[3] عمدۃ القاری للعینی: ۶/۷۴

[4] شرح صحیح مسلم: ۱۴۵-۵/۱۴۴

[5] شرح صحیح مسلم للنووی: ۵/۱۴۴

واقعۂ افک کے سیاق میں ان کے اس قول سے ہوتی ہے، فرماتی ہیں: صفوان بن معطل لشکر کے پیچھے پیچھے آرہا تھا، رات بھر کے سفر کے بعد صبح کے وقت وہ میرے ٹھکانے کے پاس پہنچا (فرأى سواد انسان نائم) یعنی :اس نے ایک سوئے ہوئے انسان کی شبیہ دیکھی، اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یعنی اس نے ایک انسان کی ذات دیکھی، ظاہر نہیں ہورہا تھا کہ وہ مرد ہے یا عورت؟ [1]

قیلہ بنت مخرمہ العنبریہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ ﷺ لوگوں کو نمازِ فجر کی امامت کرا رہے تھے، فجر کی نماز فجر کے پھوٹتے ہی قائم کردی گئی تھی اور ستارے آسمان میں بکثرت موجود تھے اور رات کی تاریکی کی وجہ سے مردوں کا پہچانا جانا ناممکن ہورہا تھا، میں جو ابھی نئی نئی اسلام میں داخل ہوئی تھی، مردوں کی صف، میں کھڑی ہوگئی، میرے ساتھ والے آدمی نے کہا: تو مرد ہے یا عورت؟ میں نے کہا: میں عورت ہوں، تو اس نے کہا: تو نے تو مجھے فتنہ میں ڈال دیا، جا کر پیچھے عورتوں کی صف میں کھڑی ہوکر نماز پڑھو......الخ [2]

ب۔ دوسرا احتمال یہ ہوسکتا ہے کہ غلس یعنی رات کے اندھیرے نے ہر عورت کی بعینہ شخصیت کو مخفی کردیا ہو، چنانچہ اندھیرے نے ان کی پہچان کی ظاہری علامات اور معروف ہیئات مثلاً: ان کا قد یا جسم کا بھاری پن وغیرہ کو چھپادیا ہو، جنہیں عام طور پر جسم پر موجود اوڑھنیاں نہیں چھپا پاتیں۔

امہات المؤمنین رات کے وقت باہر قضائے حاجت کیلئے جایا کرتی تھیں، تاکہ رات

[1] فتح الباری: ۸/۴۶۲

[2] تہذیب الکمال: ۳۷۶-۳۷۵/۳۵ وغیرہ

کی تاریکی ان کیلئے مزید چھپنے کا سبب بن جائے، حالانکہ چہرہ ڈھانپ کر نکلنا، ان کے حق میں فرض تھا، جس پر اجماع قائم ہے۔

رات کی تاریکی میں جانے کا مقصد یہی ہے کہ جسم پر موجود کپڑا اور چادر تو جسم کو چھپاتے ہی ہیں، مگر رات کا اندھیرا مزید ستر کا باعث بن جائے، اگر یہ مقصد کارفرما ہوتو رات کو جانے کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔

ج۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ان کے چہرے کھلے ہوتے تھے (جس کی بناء پر حدیثِ عائشہ میں یہ جملہ وارد ہوا کہ اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہ پاتا) تو پھر بھی ہم کہیں گے کہ جب اندھیرا چھایا ہوا اور ایک عورت یہ سمجھتی ہو کہ وہ مردوں کی نگاہوں سے دور ہے، تو دریں صورت وہ اپنا چہرہ کھول سکتی ہے۔

مسند ابی یعلیٰ کی حدیث کے الفاظ (ومایعرف بعضنا وجوہ بعض) مذکورہ معنی کی تائید کرتے ہیں۔

(۲) اگر یہ تسلیم کرلیں کہ ان کے چہرے کھلے ہوتے تھے اور اندھیرا ان کی شخصیات کی معرفت میں حائل ہوتا تھا، تو پھر اس میں چہرہ کھلا رکھنے کے جواز کی دلیل کہاں نکلتی ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے [مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ] کہہ کر حجاب کا حکم دیا ہے، جیسے بھی حاصل ہوجائے، مثلاً: لباس کے ساتھ یا دیوار کی آڑ کے ساتھ یا ایسی تاریکی کے ساتھ جو کسی کو دیکھنے اور پہچاننے میں حائل ہوجائے۔

اس حدیث میں یہی تاریکی حجاب کے حکم میں ہے، تو پھر چہرے کے عدمِ حجاب کے قائلین کیلئے اس حدیث میں کوئی حجت باقی نہ رہی۔

آٹھویں فصل

(ان شبہات کے بیان میں، جن میں مذکور بعض اشیاء یا مسمیات کی حقیقت کے تعین یا فہم میں لوگ وہم کا شکار ہوگئے)

گذشتہ صفحات میں بیشمار دلائل، جن کی دلالت اپنے مدعیٰ پر بالکل صریح ہے، گذر چکے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کیلئے اجنبی مردوں سے اپنا چہرہ چھپانا فرض ہے، چنانچہ جس چیز سے بھی اپنا چہرہ چھپالے، کفایت کر جائے گا، خواہ دوپٹہ پر اوڑھنی لٹکا کر چھپائے، اور اکثر عورتیں گھروں سے نکلتے ہوئے یہی پردہ استعمال کرتی ہے، یا پھر صرف دوپٹہ سے چہرہ ڈھانپ لے، یا صرف اوڑھنی سے، یا کسی دوسرے کپڑے سے۔

اوڑھانپنے کا طریقہ خواہ کپڑا لٹکا کر ہو یا لپیٹ کر یا ڈھاٹا باندھ کر، ہر صورت درست شمار ہوگی؛ کیونکہ ان تمام طریقوں سے شرعی اور عرفی طور پر چہرے کا ڈھانپنا حاصل ہوجاتا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ نے اس قصہ میں جس میں آپ ﷺ نے صفیہ کو بطورِ ام المؤمنین، سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا تھا، ذکر فرمایا ہے: رسول اللہ ﷺ نے صفیہ کو پردہ سے چھپالیا تھا اور وہ اس طرح کہ اپنی چادر ان کے چہرے اور کمر پر ڈال کر پاؤں کے نیچے سے باندھ دیا تھا،

اور انہیں اپنے پیچھے سوار فرمالیا تھا۔ (یعنی اس حدیث میں پردے کا لباس اور اس کے استعمال کا ایک طریقہ مذکور ہے)[1]

عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسجد میں حبشیوں کے کھیلنے والا واقعہ بیان فرمایا ہے، جس میں انہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا تھا، فرماتی ہے: رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی چادر سے چھپایا ہوا تھا۔[2] (یہاں حجاب کے استعمال کی دوسری شکل مذکور ہے)

اس تفصیل سے مذکورہ تمام شبہات باطل ہوگئے (جن کا منشاء وہم ہے جو پردے کی مختلف صورتوں کی وجہ سے پیدا کردیا گیا)

انتیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے، ان کی عدت گذارنے والے واقعہ میں انہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: تم ابن ام مکتوم جو کہ نابینا ہے، کے گھر چلی جاؤ؛ کیونکہ جب تم اس کے گھر میں اپنا دوپٹہ اتاروگی تو وہ تمہیں نہیں دیکھ سکے گا، چنانچہ فاطمہ بنت قیس ان کے گھر چلی گئیں۔[3]

جواب: یہ شبہ تو ان لوگوں کی دلیل ہے جو عورت کیلئے چہرے کو ڈھانپنا واجب قرار دیتے ہیں؛ کیونکہ اس حدیث میں خمار یعنی دوپٹہ کا ذکر ''نصاً'' موجود ہے، مگر بعض متاخرین نے اس حدیث کے فہمِ صحیح سے روگردانی اختیار کی اور اس میں وارد لفظ ''الحجاب'' کی تفسیر اور حقیقت کے فہم میں وہم کا شکار ہوگئے، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ خمار سے مراد وہ دوپٹہ ہے

---

[1] طبقات ابن سعد: ۸/۹۶، اس کی اصل صحیحین میں ہے۔

[2] متفق علیہ

[3] صحیح مسلم

جو صرف عورت کے سر کو ڈھانپ لے، نہ کہ چہرے کو۔

اسی وہم کی بنیاد پر انہوں نے یہ شبہ اور اس قسم کے دیگر شبہات پیدا کئے۔

لیکن ان کا یہ شبہ محض وہم اور ایک باطل تشریح پر قائم ہے، اور جو چیز باطل پر قائم ہو وہ خود باطل ہوتی ہے؛ کیونکہ یہ بات بڑی وضاحت سے گذر چکی ہے کہ خمار کا شرعی اور عرفی معنی یہ ہے کہ وہ کپڑا جو عورت کے سر، چہرے، گردن، گریبان اور سینے کو ڈھانپ لے۔

تیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے یحیی بن ابی سلیم سے مروی ایک اثر سے استدلال کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے سمراء بنت نہیک (جس نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ہوا ہے) کو دیکھا، وہ ایک موٹی چادر اور موٹا دوپٹہ لئے ہوئے تھی، اس کے ہاتھ میں کوڑا تھا اور وہ لوگوں کو ادب سکھا رہی تھی، انہیں نیکی کا حکم دیتی تھی اور برائی سے روکتی تھی۔[1]

جواب: اس اثر کا وہی جواب دیا جا سکتا ہے جو فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث کا دیا جا چکا ہے، اس پر یہ اضافہ بھی کر لیجئے کہ اس اثر کی صحت مشکوک ہے، نیز یہ کہ وہ عورت بڑی عمر کی تھی۔

اکتیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے میمون بن مہران سے مروی ایک اثر سے استدلال کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں ام الدرداء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ ایک گف کپڑا اوڑھے ہوئے تھیں، وہ کپڑا چھوٹا تھا، انہوں نے کچھ تسمے ساتھ جوڑ کر اسے بڑا کیا ہوا تھا۔[2]

---

[1] اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے

[2] ابن عساکر تاریخ دمشق

جواب: اس اثر کا بھی وہی جواب بنتا ہے جو فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گذرا ہے۔

بتیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے عیینہ بن عبد الرحمن سے مروی ایک اثر سے استدلال کیا ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ایک عورت، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی...... وہ فرماتے ہیں: وہ عورت اپنا سر ڈھانپے ہوئی تھی۔[1]

جواب: یہ اثر تو ان لوگوں کی دلیل بنتا ہے جو عورت کے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں، جو لوگ چہرہ کھلا رکھنے کے قائل ہیں انہیں اس اثر کے لفظ (متقنعة) کے فہم میں غلطی ہوئی ہے، وہ تقنع سے مراد عورت کا سر ڈھانپنا لیتے ہیں، چہرہ نہیں۔

یہ ان کے فہم کی غلطی ہے، تقنع کا معنی اس سے زیادہ وسعت رکھتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (فاختمرن بها) یعنی: انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا، جس کی صورت یہ ہے کہ دوپٹہ اپنے سر پہ ڈال کر اسے دائیں طرف سے اپنے بائیں کندھے پر پھینک دے، اسی کو تقنع کہتے ہیں۔

زمخشری، قولہ تعالیٰ: [مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ] میں (مِن) کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنی چادر کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر ڈال کر تقنع کر لے۔

محمد بن سیرین فرماتے ہیں: میں نے عبیدہ السلمانی سے آیت کریمہ [يُدۡنِيۡنَ

---

[1] بیہقی

عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ] کی تفسیر پوچھی، تو انہوں نے ایک چادر جوان کے پاس تھی
سے تقنع کیا، اور وہ اس طرح کہ اس چادر سے اپنا پورا سر ڈھانپ لیا، حتی کہ وہ چادر چہرے
کی پلکوں تک پہنچ گئی، اور پھر پورا چہرہ بھی ڈھانپ لیا، اور اپنی بائیں آنکھ کو کھلا رکھا، یہ تفسیر
پچھلے صفحات میں گذر چکی ہے۔

لسان العرب میں ایک ضرب المثل مذکور ہے (القی عن وجهه قناع الحياء) یعنی:
اس نے اپنے چہرے سے حیاء کا لبادہ اتار دیا۔ (اس مثال میں قناع کو چہرے کے پردے
کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ تقنع کا اصل معنی چہرہ ڈھانپنا ہے)

اصفہانی کہا کرتے تھے: وضاح الیمن، مقنع الکندی اور ابوزبید الطائی عرب کے میلوں
میں، نظرِ بد کے خوف سے اپنے چہرے ڈھانپ کر آیا کرتے تھے (یہاں چہرے ڈھانپنے
کیلئے انہوں نے (مقنعین) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

تینتیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک اثر سے استدلال کیا ہے، وہ فرماتی ہیں:
اللہ کی قسم! میں نے انصار عورتوں سے افضل کوئی عورت نہیں دیکھی، سورۃ النور میں جب
اللہ تعالیٰ کا فرمان: [وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ] نازل ہوا تو ان کے مرد اپنے
گھروں کو لوٹے اور اپنی عورتوں پر اس آیت کی تلاوت کی، راتوں رات ہی ہر عورت اپنا
مفروش کمبل لیتی ہے، اور اس میں ڈھک چھپ کر (نمازِ فجر کیلئے حاضر ہوتی ہے) اللہ تعالیٰ
کے حکم کی تعمیل، تصدیق اور بھرپور ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔[1]

---
[1] ابن ابی حاتم

جواب: یہ اثر بھی ان لوگوں کی دلیل بنتا ہے جو عورت کے چہرے کے پردہ کے وجوب
کے قائل ہے، جن متاخرین نے اس اثر سے چہرا کھولنے کی دلیل لی ہے ان کے شبہ کی بنیاد
لفظ (فاعتجرت به) ہے، انہوں نے اعتجار کا معنی یہ سمجھا ہے کہ عورت کا اپنے سر کو باندھ لینا
اور چہرہ کھلا رکھنا، یہ فہم بالکل غلط ہے؛ کیونکہ اعتجار کے عمل سے مراد عورت کا اپنے سر اور
چہرہ دونوں پر کپڑا لپیٹنا ہے، پچھلے صفحات میں ابن الاثیر کے حوالہ سے یہ معنی گذر چکا ہے۔

نویں فصل

(رائے اور تقلید کی بناء پر استدلال)

ہمارا یہ فرضِ منصبی ہے کہ ہم جملہ مسائل میں، اختلافی امور کو کتاب وسنت کی طرف لوٹا دیں اور جو قول ظاہرِ نصوص کے زیادہ قریب ہو اسے اپنالیں، یہی روش دنیا وآخرت میں، انجامِ کار کے اعتبار سے سب سے بہترین ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

[فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۵۹][1]

ترجمہ: اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں: ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ، کوئی حجت نہیں ہے، اور جب سلف صالحین کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف کھڑا ہو جائے تو ضروری ہے

[1] النساء:۵۹

اسے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کی طرف لوٹا دیا جائے، جس کا معنی یہ ہے کہ اسے قرآن وحدیث کی طرف لوٹا دیا جائے۔[1]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: امام شافعی کی رائے، امام مالک کی رائے اور امام ابوحنیفہ کی رائے، میرے نزدیک یہ سب محض رائے ہیں اور میرے نزدیک یہ سب برابر ہیں، حجت صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں۔[2]

آئندہ آنے والے کچھ شبہات کا جواب اسی روشنی میں دیا جائے گا۔

چونتیسواں شبہ

ائمہ ثلاثہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہ مذہب بتایا جاتا ہے کہ وہ چہرے کو پردہ نہیں مانتے تھے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کی ایک روایت اسی طرح وارد ہے۔

چنانچہ جو لوگ چہرے کے عدمِ پردہ کے قائل ہیں، انہوں نے ائمہ کے اس مذہب سے بھی استدلال کیا ہے۔

اس شبہ کا جواب کئی وجوہ سے دیا جا سکتا ہے:

(۱) بہت سے لوگ جو اپنے اماموں کی پیروی کرتے ہیں وہ کئی مسائل میں اپنے غلط فہم کی بناء پر، اپنے اماموں کی طرف غلط اقوال منسوب کر بیٹھتے ہیں، چنانچہ ان کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کر ڈالتے ہیں جو انہوں نے کہی ہی نہیں ہوتیں، انہی باتوں کو ان کا مذہب بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے، حالانکہ وہ ان اقوال سے اس طرح بری ہوتے ہیں جیسے

[1] المحلی: ۳/۲۲۱

[2] اعلام الموقعین لابن القیم: ۱/۷۹

بھیڑ یا یوسف علیہ السلام کے خون سے بری تھا۔

جیسے امام شافعی رحمہ اللہ کے اَتباع نے اپنے امام کی طرف نماز کی نیت زبان سے ادا کرنے کا قول منسوب کر دیا ہے،[1] حالانکہ یہ صریح غلط ہے، اسی طرح ائمہ کرام نے جن مسائل میں لفظِ (کراہت) استعمال کیا ہے، متاخرین نے اسے بمعنی تحریم لینے کو قبول نہیں کیا، یہ بھی غلط ہے۔

ائمہ کرام کی طرف منسوب بہت سے اقوال، ان کے پیروکاروں کی اپنی تخریجات یا قیاسات پر مبنی ہوتے ہیں، یا ان کی حیثیت ایسے لوازم کی ہوتی ہے جن کا مصداق لازم نہیں آ رہا ہوتا۔

ہم ایک مثال دیتے ہیں جس کا تعلق ہمارے موضوع سے بھی جڑتا ہے:

مؤطا امام مالک میں ہے، امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا عورت نامحرم آدمی کے ساتھ، یا اپنے غلام کے ساتھ کھانا کھا سکتی ہے؟

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

باجی (جو فقہاء مالکیہ میں سے ہیں، اس قول پر یوں تعلیق لگاتے ہیں) امام مالک کے اس فتویٰ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ آدمی کا عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے؛ کیونکہ کھانا کھاتے وقت یہ دونوں ظاہر ہونگے۔

ابن جزی الکلبی جو مالکی فقہاء میں سے ہیں اپنی کتاب (التسھیل) میں اللہ تعالیٰ

---

[1] ابن قیم فرماتے ہیں: امام شافعی کے قول کہ: ''نماز کا معاملہ روزوں کی طرح نہیں ہے بلکہ نماز میں اللہ کے ذکر کے بغیر داخل نہیں ہوا جاتا'' سے بعض متاخرین کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ شاید امام شافعی نماز میں زبان سے نیت کے قائل ہیں، حالانکہ ''ذکر'' سے امام شافعی کی مراد تکبیر تحریمہ ہے۔ (زاد المعاد، ص: ۷۲)

کے فرمان: [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] کے تحت لکھتے ہیں: اس سے مراد عورت کے کپڑے، چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں، یہی امام مالک کا مذہب ہے؛ کیونکہ انہوں نے عورت کے چہرے اور ہاتھوں کا نماز میں کھلا رہنا مباح قرار دیا ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ نے عورت کے قدموں کے کھلا رہنے کی اباحت کا اضافہ کیا ہے، انتہی۔

گویا ان دونوں مالکی فقہاء نے امام مالک رحمہ اللہ کی طرف یہ مذہب منسوب کر دیا ہے، حالانکہ امام مالک رحمہ اللہ تو عورت کے ناخنوں کو بھی پردہ قرار دیا کرتے تھے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان سے نقل فرمایا ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماءِ متاخرین نے اپنے ائمہ کے مذہب کی عبارتوں میں بہت کچھ تصرف کر دیا ہے اور بنابریں ایسی ایسی باتیں ان کے مذہب میں شامل کر دی ہیں جو ان کے تصور میں بھی نہیں ہو سکتیں، نہ کبھی انہوں نے ایسی بات کہی ہوتی ہے، مگر ان اقوال کو مذہب بنا کر یہ علماء ایک دوسرے سے نقل کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ایسے ایسے لوازم، اختراع کر لیتے ہیں جو ان ائمہ نے کہے ہی نہیں ہوتے۔...... مزید فرماتے ہیں: وہ قول ان کے امام نے کہا ہی نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات امام کی بات، ان کی بات کے خلاف نکلتی ہے۔

بہت سے علماء، جنہیں تحقیق کا ذوق حاصل ہے، نے ذکر کیا ہے: ائمہ اربعہ کی طرف جو، عورت کا اجنبی مردوں کے سامنے اپنا چہرہ اور ہاتھ کھولنے کے جواز کا قول منسوب ہے، غلط ہے۔

انہوں نے تو یہ کہا ہے: جہاں چہرہ ڈھانپنے کی دلیل نہ ہو وہاں عورت کیلئے اپنا چہرہ کھول لینا مباح ہے، لہٰذا اس معنی میں اس کا چہرہ پردہ نہیں ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ

عورت نماز میں جبکہ اسے کوئی اجنبی نہ دیکھ رہا ہو اپنا چہرہ کھلا رکھے گی، گویا بایں صورت چہرہ کا پردہ ہونا (یا نہ ہونا) نماز کے ساتھ منسلک ہے، لیکن کسی بھی اجنبی کی موجودگی میں اس کا چہرہ پردہ ہی ہے۔[1]

جو شخص علماء کے اقوال کا تتبع کرے گا، اس پر واضح ہوگا کہ اہلِ علم نے کسی خاتون کے پردہ کے حوالے سے یہ باتیں نماز کی شرائط کے ضمن میں ذکر کی ہیں، جبکہ (عمومی حالات کے تعلق سے) امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا قول گذر چکا ہے، وہ عورت کی ہر چیز کو پردہ قرار دیتے ہیں، حتی کہ اس کے ناخن بھی۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورت شرم وحیاء کے تمام تقاضے پورا کرنے اور ان تمام چیزوں کو پردے میں کرنے کا حکم دی گئی ہے، جو مردوں کی خواہشات وشہوات کو برانگیختہ کرتی ہیں۔[2]

علامہ آلوسی نے (الزواجر) میں ذکر کیا ہے: امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ پردہ ہیں، اگرچہ یہ دونوں چیزیں نماز کے اندر پردہ نہیں ہیں۔[3]

پچھلے صفحات میں امام الحرمین اور ابن رسلان کا قول ذکر ہو چکا کہ عورت کا کھلے چہرے سے نکلنا ممنوع ہے، جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

ابن المنذر فرماتے ہیں: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ عورت اپنے پورے بدن پر سلے ہوئے کپڑے پہنے گی، نیز موزے بھی۔ اس کے علاوہ اپنا سر اور پورے بال بھی

[1] دیکھئے! سبل السلام، ص: ۲۲۹
[2] المعرفة للبیہقی: ۹۵۹۰
[3] روح المعانی: ۹/۱۴۱

چھپا کر رکھے گی، البتہ چہرے پر ہلکے انداز سے کپڑا اڈالے رکھے گی، جو اسے اجنبی مردوں کی نگاہوں سے چھپائے رکھے۔[1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عورت کے نماز کے اندر پردے اور عام مواقع میں پردے کا فرق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عورت اجنبی مردوں کی نگاہوں کے تعلق سے ساری کی ساری پردہ ہے۔[2]

امام ابن القیم رحمہ اللہ کا اس سلسلہ میں مکمل کلام پیش خدمت ہے:

ایک شبہ یوں پیدا ہوتا ہے کہ شریعت نے آزاد عورتوں کیلئے، اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو ڈھانپے رکھنا مشروع قرار دیا ہے، جبکہ لونڈیوں کیلئے ضروری نہیں بتلایا۔ اور یہ معاملہ بھی ان لونڈیوں کیلئے ہے جو خدمت کے مقصد پر مامور ہوں، لیکن وہ لونڈیاں جنہیں ہمخوابی کیلئے چنا جاتا ہے، ان کیلئے عرف وعادت، انہیں پردے میں رکھنا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے کہاں اجازت دی ہے کہ وہ بازاروں، راستوں اور لوگوں کے اکٹھ کے مقامات پر کھلے چہرے کے ساتھ آئیں، اور مردوں کو کہاں رخصت دی ہے کہ وہ انہیں دیکھنے کی لذت حاصل کرتے پھریں، یہ تو شریعت پر ایک غلط بات داخل کرنا ہے، یہ غلطی اس وقت مزید مضبوط اور مستحکم شکل اختیار کر گئی جب کچھ فقہاء کو یہ کہتے سنا گیا کہ آزاد عورت تو چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ مکمل پردہ ہے، جبکہ لونڈی کی وہ چیزیں پردہ ہیں جو عام طور پہ ظاہر نہیں ہوتیں، مثلاً: پیٹ، کمر اور پنڈلیاں وغیرہ۔

اس قول سے یہ گمان کھڑا ہو گیا کہ جو چیزیں عام طور پہ ظاہر ہو جاتی ہیں ان کا حکم،

[1] فتح الباری لابن حجر: ۳/۴۰۶
[2] الإنصاف: ۱/۴۵۲

مرد کے چہرے کی مانند ہے، حالانکہ ان چیزوں کا ظاہر ہونا نماز کے اندر ہے، نہ کہ مردوں کی نگاہوں سے متعلق؛ کیونکہ پردے دو ہیں: ایک وہ پردہ جو اجنبی مردوں کی نگاہوں کے تعلق سے ضروری ہے، دوسرا وہ پردہ جس کا اطلاق نماز کے اندر ہے۔

چنانچہ آزاد عورت نماز تو اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھول کر پڑھے گی، لیکن چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھ کر بازار وغیرہ نہیں جاسکے گی۔ (انتہی کلام ابن القیم)[1]

(۲) کچھ فقہاء عورت کے چہرے اور ہاتھ کو پردہ خیال نہیں کرتے، وجہ یہ کہ چہرے کو منگیتر کیلئے کھولنا مباح ہے، نیز نماز کے دوران، نیز احرام کی حالت میں اور قاضی کے سامنے گواہی دیتے ہوئے بھی کھولنا ضروری ہے۔

مگر یہ فقہاء بھی اجنبی مردوں کیلئے عورت کے چہرے کے پردے کے وجوب کے قائل ہیں، البتہ ان کے نزدیک وجوب کی علت یہ نہیں کہ چہرہ پردہ ہے بلکہ یہ ہے کہ چہرے کا کھلا ہونا شہوت اور فتنہ کا محل ہوتا ہے۔

اب یہ مذکورہ احوال جن میں عورت اپنے چہرے کو اجنبی مردوں کے سامنے کھول سکتی ہے، کی بناء پر بہت سے مذاہب کے پیروکاروں نے اپنے ائمہ کی طرف مطلقاً عورت کے چہرہ کے کھلا ہونے کے جواز کا قول منسوب کرڈالا۔

(۳) تمام علماء اس قاعدہ کو درست قرار دیتے ہیں کہ مفاسد کے تمام راستوں اور گھاٹیوں کا سدِ باب ایک شرعی مقصد ہے، تو بتلائیے کہ عورت کے چہرے کی بے پردگی میں جو فساد رونما ہوسکتا ہے، اس سے بڑا اور کونسا فساد ہے، خاص طور پہ ہمارے اس وبا زدہ

[1] اعلام الموقعین: ۲/۶۱

دور میں۔

اور یہ دعویٰ کہ بعض ائمہ کی طرف جو عورت کے چہرے کا اجنبی مردوں کی موجودگی میں کھلا رکھنے کا جواز منسوب ہے، (جو کہ اس شرط کے ساتھ مقید ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہ ہو) اس کا اطلاق ہمارے زمانے اور لوگوں پر بھی ہوتا ہے، یہ ایک یقینی طور پر باطل دعویٰ ہے اور علماء کی طرف ایک غلط قول کی نسبت بھی۔

علماء کا اجماع تو اس بات پر قائم ہے کہ جب فتنہ کا اندیشہ ہو تو عورت پر اپنے چہرے کو ڈھانپنا فرض ہوگا، یہ قول بہت سے علماء نے بیان کیا ہے۔

مختلف طبقات کے علماءِ متقدمین میں سے اکثریت کا کہنا ہے: آج عورت کیلئے اپنے چہرہ کا پردہ کرنا واجب ہے؛ کیونکہ زمانہ بدل چکا ہے اور لوگوں کی اخلاقی حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے، حالانکہ ان کا دور، آج کے دور کی بنسبت انتہائی خفیف الشر تھا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اب کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے دور میں بھی بہت سے علماء عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے کھلا رکھنے کے جواز کے قائل ہیں، جن میں سے سب سے بڑا نام شیخ البانی رحمہ اللہ کا ہے، بلکہ انہوں نے تو (جلباب المرأة المسلمة) کے نام سے ایک کتاب بھی لکھ رکھی ہے، جو ہر جگہ دستیاب ہے۔ تو اس بارہ میں کیا کہو گے؟

جواب: ضروری ہے کہ ہم بشری لغزشوں کا اعتراف کرتے رہیں، جس کتاب کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ اسی قسم کی بشری کوتاہی کا منہ بولتا ثبوت ہے، بہت سے علماء نے شیخ کی اس کتاب کی تالیف پر مذمت کی ہے، جو عورتیں چہرے کی بے پردگی کی دلدادہ ہیں، ان کے ہاں اس کتاب نے خوب خوب قبول حاصل کیا۔

افسوس بقول کسے: خالی دل سے ٹکرائی اور جگہ بنا کر بیٹھ گئی۔

شیخ البانی رحمہ اللہ علم سے بھرا ہوا برتن تھے اور اَعلامِ سنت میں انتہائی قد آور شخصیت تھے، لیکن اس کے باوجود، تصحیحِ احادیث میں ان سے بہت سا تساہل واقع ہوا ہے اور ہر وہ شخص اس حقیقت سے آشنا ہے جو کسی بھی طرح علمِ حدیث سے منسلک ہے، اس کے ساتھ ساتھ شیخ رحمہ اللہ کے کچھ فقہی میلانات بھی ہیں، جن سے موافقت نہیں کی جا سکتی۔

بہر حال شیخ رحمہ اللہ معصوم تو نہیں تھے اور ہر شخص کا کوئی بھی قول قابلِ قبول بھی ہو سکتا ہے اور قابلِ رد بھی، سوائے ہمارے نبی محمد ﷺ کے۔

شیخ رحمہ اللہ نے اپنی مذکورہ کتاب کی تالیف میں اور اپنی رائے کی تقویت میں بہت محنت اور کوشش فرمائی ہے، لیکن ہر مجتہد ہمیشہ درست نہیں کہہ پاتا (بلکہ کبھی نہ کبھی کوئی غلطی کر جاتا ہے)

شیخ رحمہ اللہ نے آغاز میں اپنی کتاب کو چند اچھی فصول کے ساتھ متعین فرمایا ہے، جو چہرے کے پردے کی مشروعیت کو مؤکد کرتی ہیں، مگر آگے لغزش چھپی بیٹھی تھی کہ شیخ رحمہ اللہ نے اس قول کو اختیار کر لیا جو عورت کے چہرے کے کھلا رکھنے کی اباحت پر مشتمل تھا۔

یہ شیخ رحمہ اللہ کا تفرد بھی ہے اور اس کا ایک ایسے دور میں اظہار بھی، جو فتنوں کے طوفانوں میں گھرا ہوا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ نے اپنی پسندیدہ رائے کی تائید کی خاطر نصوصِ شرعیہ کا رُخ پھیر دیا ہے اور اپنی کتاب کے اسلوب میں سیدھے راستے کے تعین میں ان سے خطا سرزد ہو گئی ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کتاب کے ظہور پذیر ہونے کا وقت انتہائی نامناسب ہے، یہ وہ دور ہے کہ اسلام کے دشمن اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ ہمارے پردے پر ٹوٹ پڑے ہیں، ان مفسدین، کہ اہلِ ایمان میں فواحش ومنکرات کا پھیلانا جن کا پسندیدہ مشغلہ ہے، نے اس کتاب کا خوب استقبال کیا اور شیخ رحمہ اللہ کا خوب شکریہ ادا کیا اور جس وادی میں وہ ایک طویل عرصہ سے ٹامکٹوئیاں مار رہے تھے، اس کتاب کو ایک فوری اور کامیاب ہدف قرار دے دیا۔ (یہی ایک نکتہ چہرہ کھلا رکھنے کے جواز کے قول کے بطلان کیلئے کافی ہے)

شیخ رحمہ اللہ کی اس تمام تر جدوجہد پر یہ شعر پوری طرح صادق آ رہا ہے:

رام نفعا فضر من غير قصد

ومن البر مايكون عقوقا

یعنی: اس نے فائدہ پہنچانے کا ارادہ کیا، مگر بلا قصد وارادہ وہ نقصان پہنچا گیا، کچھ نیکیاں بعض اوقات نافرمانی قرار پا جاتی ہیں۔[1]

عبد اللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے: دلیل پکڑتے وقت رجال کا نام لینا چھوڑ دو، بعض اوقات ایک شخص کی بڑی مناقب ہوتی ہیں، لیکن عین ممکن ہے کہ اس سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے، اب اس غلطی سے کسی کا استدلال کرنا ممکن ہے؟[2]

امام شاطبی رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے مروی ایک فرمان نقل فرمایا ہے، آپ ﷺ

---

[1] یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ایک لایعنی بحث میں اپنی بھرپور محنت ضائع کر دی کیونکہ یقیناً انہوں نے اپنا قیمتی وقت "جلباب المرأة والرد المفحم" کی تالیف میں خرچ کر دیا ہے، حالانکہ انہیں چاہئے تھا کہ وہ نفسِ مسئلہ میں اپنی رائے چہرے اور ہاتھوں کے پردہ کا استحباب، ذکر کرتے اور عزت ووقار کے ساتھ گذر جاتے اور بلاوجہ کی لمبی بحث میں نہ پڑتے کیونکہ ان کے شایانِ شان یہی طریقہ تھا، مگر محسوس ہوتا ہے کہ لمبی بحث کے شوق نے انہیں اس تالیف پر آمادہ کیا ہے جیسا کہ سفیان ثوری نے کیا لیکن انہوں نے تو زندگی کے آخری ایام میں اپنے اس فعل پر ندامت کا اظہار کیا اور اپنی اس قبیل کی کتب کے دفن کر دینے کی وصیت کر گئے۔ کاش شیخ البانی اپنی ساری محنت وجدوجہد اور اپنا قیمتی وقت امتِ مسلمہ کے کسی اہم قضیہ کے دفاع میں خرچ کرتے جو ایسے ضائع ہو رہا ہے جیسا کہ کمینوں کے دسترخواں پر یتیم۔ اور ہم جیسے طفلِ مکتب اس سے مستفید ہوتے۔

[2] الموافقات للشاطبی: ۴/۱۲۳-۱۲۴

فرماتے ہیں: میں اپنے بعد اپنی امت پر تین چیزوں سے ڈرتا ہوں، صحابہ کرام نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں عالم کی لغزش، ظالم کے فیصلے اور ایسے شخص کی خواہش یا بدعت سے ڈرتا ہوں جس کی بات مانی جاتی ہو۔[1]

امام شاطبی نے یہ باتیں امیر المؤمنین عمر، ابودرداء اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے قول سے بھی نقل فرمائی ہیں، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں اکثر فرمایا کرتے تھے: عالم کی غلطی سے بچو، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ان لوگوں کیلئے ہلاکت ہے جو عالم کی غلطی کے باوجود اس کی پیروی کرتے ہیں۔

مجاہد، حکم بن عتیبہ اور امام مالک رحمہم اللہ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ہر شخص کی بات لی بھی جاسکتی ہے اور چھوڑی بھی جاسکتی ہے، سوائے نبی ﷺ کے۔

امام شاطبی فرماتے ہیں: یہ تمام اقوال اور اس قسم کے دیگر اقوال، اس بات کی دلیل ہیں کہ عالم کی غلطی سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، اکثر اس غلطی کا ارتکاب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے اجتہادی امر میں شریعت کے مقاصد سے غفلت کا شکار ہوجائے۔[2]

جن اساطینِ علم نے اپنے کندھوں پر، شریعت پر وارد ہونے والے شبہات کے ازالہ کی ذمہ داری اٹھا رکھی ہے، انہوں نے چہرے کی بے پردگی کے قائلین پر علمی رد قائم کرکے ان کی گرفت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، ان کے اس تعاقب میں وہ علم ہے جو ہر پیاسے کی سیرابی اور ہر مریض کی شفاء کا ذریعہ بن سکتا ہے، ان کی اس مسلسل اور پیہم جدوجہد سے حق

[1] الہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۵/ ۲۳۹) کہا ہے اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں کثیر بن عبداللہ المزنی ضعیف راوی ہے اور بقیہ رواۃ ثقہ ہیں۔

[2] الموافقات للشاطبی: ۴/۱۲۱-۱۲۲۔ دیکھئے: اعلام الموقعین: ۲/۱۷۳-۱۷۶

(جسے انہوں نے گم گشتہ کرنے کی پوری کوشش کی تھی) اپنے اصل نصاب کی طرف لوٹ آیا، ویسے بھی بے پردگی کے قائل حضرات کے فتاویٰ جات، مؤمن اور معصوم عورتوں کی صفوں میں پذیرائی حاصل کرنے میں بری طرح ناکام ہوچکے ہیں۔

بعض معاصر مفتی حضرات جو حجاب کے مسئلہ میں بڑے واضح تساہل کے مرتکب ہوئے اور ان کا یہ تساہل انتہائی تلخ صورتِ حال کا ذریعہ بنا، یعنی: ان کا فتویٰ صرف اس ماحول میں مؤثر ثابت ہوا جو پہلے ہی سے بے پردگی کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا، اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ ان مفتی حضرات کے اپنے شبہ کی بناء پر بے پردگی کی معصیت کی نحوست، خود ان پر بے برکتی اور ناپسندیدگی کا خول چڑھا گئی، کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

ألا إنما العينان للقلب رائد
فما تألف العينان فالقلب يألف

یعنی: آنکھیں تو دل کا قاصد ہیں، جو کچھ آنکھیں چاہتی ہیں وہی دل بھی چاہتا ہے۔

چند اہم فوائد

(۱) تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کا اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپنا زیادہ بہتر اور خوب احتیاط کا باعث ہے، یہ بات انہوں نے اس مسئلہ میں اختلاف سے چھٹکارا حاصل کرنے اور افضل رائے پر عمل کرنے اور شبہات سے بچ کر رہنے کی خاطر کہی ہے، جب یہ بات ثابت ہوگئی تو پھر احتیاط لازم کیجئے اور مفتی حضرات کے فتاویٰ سے صرفِ نظر کیجئے۔

قاسم امام مالک رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں: ایک شخص خواہ کتنا بڑا عالم وفاضل ہو،

ضروری نہیں کہ اس کے ہر قول کو مانا جائے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:[الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ] یعنی: بشارت کے مستحق تو وہ لوگ ہیں جو (سب کی) بات سن لیتے ہیں، مگر اتباع صرف احسن کی کرتے ہیں۔[1]

پھر جو شخص اپنے واجبات کو جانتا پہچانتا ہے، مگر مستحبات پر عمل کرنے اور شبہات سے دور رہنے میں کوتاہی برتتا ہے، وہ اپنے اسلام میں برائی پیدا کرنے کا مرتکب ہو جاتا ہے؛ کیونکہ اس نے لایعنی اور بے مقصد کاموں پر توجہ دے ڈالی، ایسا شخص اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کا شمار اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اس کے متقی بندوں میں کیا جا سکے، نہ ہی اللہ رب العزت کے سابقین اور مقربین جماعت میں داخل کئے جانے کے لائق ہو پاتا ہے۔

(۲) امام شاطبی رحمہ اللہ کسی کہنے والے کا ایک قول ذکر فرما کر اس کا بطلان پیش کرتے ہیں، قول یہ ہے (جب آپ پر دو مسئلے متعارض ہو جائیں تو کسی ایک کو اختیار کر لیں) اس قول کی تردید کرتے ہوئے امام شاطبی فرماتے ہیں: ائمہ کی تقلید کرنے والوں کو ہم نے کبھی اختیار دیا ہے کہ وہ متعارض اقوال میں، اپنے نزدیک سب سے عمدہ قول کو منتخب کر لیں، دریں صورت تو وہ سوائے اپنی خواہشات کی پیروی کے اور کچھ نہ کر سکیں گے، اور یہ مقصدِ شریعت کے سراسر خلاف ہے، لہٰذا اختیار دینے والا قول قطعاً صحیح نہیں ہے۔[2]

اس کے برعکس ایک مسلمان کا فرضِ منصبی تو یہ ہے کہ وہ معرفتِ حق کیلئے پوری پوری کوشش کرے، جس کی صورت یہ ہے کہ وہ دلائل کا مقدور بھر گہری نظر سے جائزہ لے، باعتبارِ دلائل، قولِ راجح کو اپنا لے، یا اعلمیت کا پہلو مدِنظر رکھے، نیز تقویٰ کی متقاضیات بھی

[1] اعلام الموقعین لابن القیم: ۲/۱۸۰

[2] الموافقات للشاطبی: ۴/۹۴

سامنے رکھے، چنانچہ ضروری ہے کہ اس کی پوری حرص اس بات پر قائم ہو جائے کہ وہ متعارض اقوال میں، اس قول کو منتخب کرے گا جو مقاصدِ شریعت کے موافق ہو، اور ورع اور تقویٰ کا حامل ہو، اور اس میں ذاتی خواہش یا میلانِ نفس کی موافقت کا کوئی شائبہ نہ ہو۔

(۳) کیا عورت کے اپنا چہرہ کھلا رکھنے کے عمل کا انکار نہیں کیا جا سکتا؟[1]

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے اس عمل کا انکار مستحب ہوگا؛ کیونکہ عورت کا اپنے چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا، ان لوگوں کے نزدیک بھی مستحب ہے جو ڈھانپنے کے وجوب کے قائل نہیں ہیں؛ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ چہرے اور ہاتھوں کے ڈھانپے رکھنے کا استحباب دلیل سے ثابت ہے، اور یہ بات متفق علیہ ہے کہ اختلاف کی جڑ کاٹنے کیلئے، فریقین کے نزدیک جو چیز مستحب ہے، اسے اپنا لیا جائے، لہٰذا جو خاتون مستحب چھوڑ کر، مکروہ چیز کو اپنائے گی، اس کے اس فعل کا نرمی کا برتاؤ کرتے ہوئے، انکار کرنا اچھی بات متصور ہوگی۔

اگر اس بات کو آپ قدرے تفصیل سے جاننا چاہیں تو عرض ہے کہ چہرے کی بے پردگی کے مسئلہ میں انکار پر دو قضیے مرتب ہوتے ہیں:

① ایک یہ کہ بے پردگی کے جواز کے قول کا انکار کیا جائے اور خاتون پر واضح کیا جائے کہ بے پردگی کے جواز کا قول ضعیف ہے، شرعی نصوص کے خلاف ہے نیز مسلمانوں کے مسلسل عمل کے منافی بھی۔

اس سلسلہ میں ٹھوس ادلہ و براہین کا اظہار بھی قرینِ مصلحت ہوگا، اسی طرح جو لوگ

[1] دیکھئے! الآداب الشرعیة لابن مفلح: ۱/۱۸۷ و شرح الآداب للصالحی، ص: ۱۰۴، ۹۶

چہرے کی بے پردگی کی دعوت دیتے ہیں انہیں خاموش رکھنے کے عمل کی بھی ضرورت ہے، نہ تو وہ اپنی زبان سے کچھ کہیں نہ اپنے ہاتھوں سے کچھ لکھیں۔

(۲) جو عورت عملاً اپنا چہرہ کھلا رکھتی ہے، اس کے اس عمل کا انکار۔

جس کی صورت یہ ہے کہ یہ عورت جو حجاب کے مسئلہ میں، بے پردگی والے قول کی تقلید کرتے ہوئے، ایسے شہر میں بے پردگی کی روش پر قائم ہے جہاں سارا معاشرہ بے پردہ گھومتا پھرتا ہے، اسے حق بات بتلائی جائے۔

اور اگر وہ عورت ایسے شہر میں ہے جہاں خواتین اپنے چہرے اور ہاتھوں کے پردے کی محافظ ہیں اور پورا معاشرہ بے پردگی والے قول کو ٹھکرا دینے والا ہے، تو پھر وہ عورت، اس کا پردہ کے تعلق سے کچھ بھی مذہب ہو ایسے علاقے میں مصلحتِ عامہ کا اعتبار کرتے ہوئے اور فساد اور بگاڑ کی بیخ کنی کرنے کیلئے، پورا حجاب اپنے لئے ضروری قرار دیدے۔

مسلمان حکام پر بھی فرض ہے کہ وہ اپنے رعیت کی اصلاح وارشاد کے تعلق سے اپنی مسئولیت، بطریقِ احسن نبھاتے رہیں اور ایک خاتون کیلئے چہرہ ڈھانپنے کے تعلق سے جو اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے اس کی پوری طرح تنفیذ کریں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: عورتوں کا اپنے چہرے کھلے رکھنا، اس طرح کہ ان پر اجنبی مردوں کی نظریں پڑتی ہوں، جائز نہیں ہے، اور اس سلسلہ میں حاکمِ وقت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سارے تقاضے پورے کرنے چاہئیں، نیز یہ کہ جو اس توجیہ کو قبول نہ کرے اسے قرارِ واقعی سزا کا مستحق ٹھہرائیں۔[1]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

[1] الصارم مشہور للتویجری، ص: ۷۳

دسویں فصل

(ایسے شبہات سے استدلال جو کسی طرح بھی ان کے موقف پر دلالت نہیں کرتے)

پینتیسواں شبہ

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا سہارا لینے کی کوشش کی ہے: [قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ][1]

یعنی: مؤمنین سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔

نیز چند احادیث کا بھی سہارا لیا ہے:

(۱) جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک پڑ جانے والی نظر کے بارہ میں سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فوراً نظر پھیر لینے کا حکم دیا۔[2]

(۲) بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اے علی! کسی عورت پر بار بار نظر نہ ڈالو، پہلی نظر قابل معافی ہوگی، دوسری قطعاً نہیں۔[3]

[1] النور: ۳۰

[2] صحیح مسلم

[3] مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی

(۳) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت، جس میں رسول اللہ ﷺ نے راستے میں بیٹھنے کے دوران، نظریں جھکائے رکھنے کا حکم دیا ہے۔

جواب: ان شبہات کا جواب کئی وجوہ سے ممکن ہے:

(۱) ان تمام نصوص میں ایسی کوئی دلالت نہیں ہے جو عورت کیلئے، اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھلا رکھنے کا جواز فراہم کر سکے، بلکہ چہرہ کھلا رکھنا ایک وادی میں ہے اور ان نصوص سے استدلال دوسری وادی میں۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نصوص اس امر کے متقاضی ہیں کہ عورتوں کے جسم کی کوئی نہ کوئی چیز تو مکشوف ہوگی، جسے دیکھنا ممکن ہو (اور اسے دیکھنے سے منع کر دیا گیا ہو) اور وہ مکشوف چیز چہرے اور ہاتھ کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے؟

یہ زعم باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔ یہ نصوص نہ اپنے منطوق کے ساتھ، نہ اپنے مفہوم کے ساتھ ان کے دعویٰ کو کسی بھی طرح ثابت نہیں کر رہے ہیں، تعجب کی بات ہے کہ چہرے کی بے پردگی کے اکثر قائلین نے (بزعمِ خویش) ان دلائل سے اشارۃ النص کے طور پر، چہرہ کھلا رکھنے کی اباحت کیسے لے لی، جبکہ اجنبی عورت کے چہرے کو دیکھنے کی حرمت تو منطوقاً (کتاب وسنت کی ادلہ سے) ثابت ہے۔ انہوں نے اس حرمت کو مطلقاً اباحت اور اجازت میں بدل دیا۔ پچھلے صفحات میں بیان ہو چکا کہ نبی ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اجنبی عورت کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا تھا اور ان کے اس فعل کا انکار کیا تھا، اگر دیکھنا جائز ہوتا تو آپ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا دیکھنا برقرار رکھتے۔

بہت سی صورتیں اور حالتیں ہیں جن میں مسلمان مرد کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنا واجب ہوتا ہے، نیز اچانک پڑ جانے والی نظر کو پھیرنے کی بھی اتنی شکلیں بن سکتی ہیں جن کا حصر ممکن

نہیں۔ (یعنی شریعت نے جو مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے ان سے یہ ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے کہ عورتوں کے چہرے کھلے ہوتے ہیں، بلکہ اور بھی بہت سے احوال ہیں جن کے تعلق سے نظریں جھکائے رکھنا ضروری ہے، جو آگے ذکر کی جاتی ہیں)

بعض اوقات عورت کی کوئی زینت خود بخود، بلا قصد وارادہ ظاہر ہو جاتی ہے (جس کیلئے مردوں کو ہمیشہ نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا) اس کی کچھ مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے، جس میں فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے اور ہم بھی ساتھ روانہ ہوئے، صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے سواری کی پشت پر سوار تھیں، آپ ﷺ کی اونٹنی جس کا نام عضباء تھا کا پاؤں الجھ گیا، جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ گر گئے اور صفیہ رضی اللہ عنہا بھی گر گئیں (دونوں کے جسم کا کچھ حصہ نمایاں ہو گیا) رسول اللہ ﷺ فوراً کھڑے ہو گئے اور صفیہ کو ستر سے چھپا لیا۔[1]

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیاہ فام عورت کا قصہ بیان فرمایا ہے، جس میں اس عورت نے نبی ﷺ سے کہا: مجھے مرگی کے دورے پڑتے ہیں اور (بسا اوقات) میں برہنہ ہو جاتی ہوں۔[2]

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، کچھ صحابہ بھی خدمتِ اقدس میں موجود تھے، اچانک ایک عورت آئی جو کچھ برہنہ تھی، ایک شخص نے اٹھ کر اس پر اپنا کپڑا ڈال دیا اور اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا، اس کے

---

[1] بخاری ومسلم

[2] بخاری ومسلم

کچھ ساتھیوں کا کہنا ہے کہ وہ عورت اس کی بیوی تھی۔ [1]

حارث الغامدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک عورت آئی، جس کا گریبان کھلا ہوا تھا اور وہ رو رہی تھی، اس نے اپنے ہاتھ میں پیالا اور رومال اٹھا رکھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے پیالا لے کر پانی پیا اور اس میں سے وضوء بھی کیا، پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: اے میری بیٹی! اپنا گریبان ڈھانپ لو اور اپنے والد کے تعلق سے کوئی خوف یا اندیشہ نہ رکھو۔

حارث کا کہنا ہے: میں نے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ آپ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ہے۔ [2]

مجاہد کہتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک عورت اپنی سواری سے گر گئی اور اس کے جسم کے کپڑے کچھ سَرک گئے، رسول اللہ ﷺ قریب ہی تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے فوراً منہ پھیر لیا۔ [3]

ایک غیر ثابت سند سے روایت ہے، عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شادی کر دی، ایک بار رسول اللہ ﷺ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ملنے کیلئے اپنے گھر سے نکلے، دروازے پر بالوں کا پردہ تھا، ہوا نے پردہ اٹھا دیا، جس کی وجہ سے گھر کا اندرونی حصہ دکھائی دینے لگا، زینب اپنے کمرے میں ننگے سر بیٹھی ہوئی تھیں۔ [4]

---

[1] ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۴/۳۲۰) کہا ہے اسے بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں عبید بن الصباح راوی ہے جسے ابوحاتم نے ضعیف اور بزار نے ثقہ کہا ہے جبکہ بقیہ تمام راوی ثقہ ہیں۔

[2] طبرانی

[3] مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۳

[4] الطبرانی: تخریج أحادیث الکشاف: ۳/۱۱۲

دوسری بات یہ ہے کہ عورت کی زینت کا اظہار صرف چہرے یا ہاتھوں سے ہی نہیں ہوتا، بلکہ کچھ اور بھی ظاہری امور ہیں جو زینت بن سکتے ہیں، بلکہ بعض اوقات ظاہری زینت، باطنی زینت سے زیادہ، مردوں کی شہوت بھڑکانے کا سبب بن سکتی ہے، مثلاً: عورت کا دراز قد، جسم کی بناوٹ اور اچھا لباس وغیرہ۔

علاء بن زیاد فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے: عورت کے ظاہری لباس یا چادر وغیرہ کو بار بار مت دیکھو؛ کیونکہ یہ نظر بھی دل میں برانگیختگی پیدا کر سکتی ہے۔ [1]

کسی شاعر نے کہا ہے:

وما غرني إلا الخضاب بكفها
وكحل بعينيها واثوابها الصفر

یعنی: اس کے ہاتھوں کی مہندی، آنکھوں کے سرمے اور زرد لباس نے مجھے فریبِ عشق میں مبتلا کر دیا۔

تیسری بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ باہر لونڈیاں بھی چلتی پھرتی ہیں، جن کیلئے چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔ (لہذا امردوں کو نظریں جھکائے رکھنے کا حکم دیا)

پھر یہ بھی ممکن ہے کہ عجمی عورتیں (مراد غیر مسلم) اپنے برہنہ پن کے ساتھ چلتی پھرتی ہیں، چنانچہ مسلمانوں کے بہت سے شہروں میں یہودی اور عیسائی عورتیں سکونت پذیر تھیں، کچھ تو سرزمین حجاز میں بھی موجود تھیں، تا آنکہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں جزیرۂ عرب سے نکال دیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سعید بن ابی الحسن نے حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا: عجمی

---

[1] ابن ابی شیبہ، ابن المنذر بحوالہ الدر المنثور: ۶/۱۷۷

عورتیں اپنے گریبان اور سر ننگا رکھتی ہیں؟ حسن بصری نے فرمایا: تم اپنی نگاہیں پھیر کر رکھا کرو۔[1]

(یہ بھی نگاہیں نیچی رکھنے کے حکم کا ایک سبب ہوسکتا ہے)

بہت سے صحابہ تجارت کی غرض سے، بلادِ کفار کا سفر کیا کرتے تھے، ان کیلئے وہاں نظریں جھکائے رکھنا ضروری تھا، اس سلسلہ میں عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا ایک واقعہ مشہور ہے: جب وہ بغرضِ تجارت دمشق تشریف لائے تو ان کی نظر لیلیٰ بنت الجودی پر پڑ گئی، انہوں نے اس سے خوبصورت عورت نہیں دیکھی تھی، چنانچہ وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو گئے۔

پھر یہ بھی تو ممکن ہے کہ ایک فاجرہ عورت، قصداً اپنا چہرہ کھلا رکھ کر کسی مسلمان کو دعوت گناہ دے (لہذا یہ بھی وہ حالت ہے جس میں مرد کو اپنی نگاہیں جھکائے رکھنا ضروری ہے)

ابوحازم المدنی فرماتے ہیں: میں حج کے موقع پر رمیٔ جمار میں مشغول تھا، میری نگاہ ایک عورت پر پڑ گئی جس کا چہرہ کھلا تھا اور وہ انتہائی خوبصورت تھی اور رمیٔ جمار کر رہی تھی، میں نے کہا: اے اللہ کی بندی! تم اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتی؟ اس مقام پر اپنا چہرہ کھلا رکھ کر لوگوں میں فتنہ بھڑکا رہی ہو؟ اس عورت نے جواب دیا: اے شیخ! میرا تعلق ان عورتوں سے ہے جن کے بارہ میں شاعر نے کہا ہے:

من اللاء لم يحججن يبغين حسبة

ولكن ليقتلن البرئ المغفلا

یعنی: وہ تو ان عورتوں میں سے ہے جو ثواب کی نیت سے حج نہیں کرتیں، بلکہ اس لئے

[1] فتح الباری لابن حجر: ۱۱/۷

کرتی ہیں کہ معصوم اور بھولے بھالے مردوں کو قتل کرسکیں۔[1]

پھر یہ بھی ممکن ہے کہ باہر چلنے پھرنے والی خواتین، چھوٹی بچیاں ہوں جو مردوں کیلئے اجنبی ہوں، امام بخاری رحمہ اللہ ذکر فرماتے ہیں: امام زہری رحمہ اللہ سے ان بچیوں کو دیکھنے کے بارہ میں سوال ہوا جو بلوغت کی حدود کو نہیں پہنچیں؟ فرمایا: عورت کے جسم کے کسی حصے کو دیکھنا درست نہیں ہے، خواہ وہ چھوٹی بچی ہی کیوں نہ ہو۔[2]

پھر یہ بھی تو ممکن ہے کہ ایک شخص کی محرم عورتیں اس کے قریب ہوں، یا نابالغ بچے، یا مرد جن کی پردہ والے اعضاء کسی وجہ سے (یا لاشعوری طور پر) کھلے ہوں، جنہیں دیکھنا جائز نہیں ہوتا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک دن میں اپنی بہن حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا، اچانک میری نگاہ پڑی، رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت فرما رہے تھے۔[3]

جب رسول اللہ ﷺ نے حکیم رضی اللہ عنہ کو شرمگاہ کی حفاظت کا حکم دیا تو حکیم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ جہاں ایک قوم اکھٹی اور ساتھ ساتھ رہنے پر مجبور ہے وہاں کیا حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں طاقت ہو کہ کوئی تمہاری شرمگاہ نہ دیکھ سکے تو ایسا ضرور کرو۔[4]

نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم اس لئے بھی تو ہوسکتا ہے کہ لوگوں کے گھروں میں جھانکنے کی ممانعت مقصود ہو۔

[1] عیون الاخبار لابن قتیبة: ۴/۳۱۹

[2] فتح الباری لابن حجر: ۱۱/۷

[3] بخاری ومسلم

[4] صحیح بخاری

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم جس طرح دوسروں کی شرمگاہ وغیرہ دیکھنے کی حرمت کو شامل ہے، اسی طرح لوگوں کے گھروں سے بھی نگاہیں نیچی رکھنا ضروری ہے؛ کیونکہ جس طرح کسی مرد یا عورت کا لباس اس کے جسم کیلئے ساتر ہوتا ہے اسی طرح اس کے گھر کی چاردیواری بھی ساتر ہوا کرتی ہے۔[1]

جہاں تک بعض لوگوں کا آیتِ کریمہ [يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ] میں کلمۂ مِن (جو برائے تبعیض ہے) سے استدلال کا تعلق ہے، اوران کا وجہِ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے [وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ] کی طرح يَغُضُّوا أَبْصَارَهِمْ نہیں فرمایا، بلکہ [يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ] فرمایا، جو اس امر کے متقاضی ہے کہ بعض نظر کو جھکایا جائے اور بعض چیزوں کا نظر میں آنا جائز ہے، اور وہ بعض جس کا نظر میں آنا جائز ہے وہ چہرہ اور ہاتھ ہوسکتے ہیں۔

جواباً کہا جائے گا کہ یہ درست ہے کہ [يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ] میں ''مِن'' برائے تبعیض ہے، جس کی دلالت یہ ہے کہ بعض چیزوں کا دکھائی دینا درست ہے، تو وہ بعض چیزیں جنہیں دیکھنا جائز ہوگا، وہ یقیناً وہی ہوسکتی ہیں جن کی طرف نظر کرنا، اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے، نہ یہ کہ وہ چیزیں جنہیں دیکھنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔

عورت کا چہرہ کھولنا اور مرد کا اس کے چہرے کو دیکھنا اس بعض حلال کے زمرے میں نہیں آتا اور قطعی نہیں آتا، بلکہ وہ سراسر حرام کے زمرے میں آتا ہے، البتہ بعض مخصوص احوال میں چہرہ کھولنا اور مرد کا اسے دیکھنا مباح قرار دیا گیا ہے، جیسے عدالت میں گواہی کے موقع پر قاضی کا دیکھنا یا منگنی کے موقع پر منگیتر کا اسے دیکھنا وغیرہ۔

[1] مجموع الفتاوی: ۱۵/۳۷۹

کیونکہ عورت کی طرف نگاہ اٹھانے کی حرمت، کسی بھی ناجائز چیز (مثلاً زنا وغیرہ) کے وسائل کی حرمت کے باب سے ہے، لہذا اس کا اپنے چہرے کو کھولنا اور مرد کا دیکھنا کسی راجح مصلحت کی بناء پر ہی جائز ہوسکتا ہے، بلکہ مذکورہ آیتِ کریمہ [يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ] اور احادیثِ مبارکہ تو دیگر احادیث کے ساتھ ملکر، عورت کیلئے چہرہ کھلا رکھنے کی قطعی حرمت پر دال ہیں، یہ مقام کسی تفصیلی بحث کا متحمل نہیں ہے، البتہ اختصار سے عرض ہے کہ جریر رضی اللہ عنہ جن کا اسلام بہت متاخر ہے، دس ہجری میں مسلمان ہوئے تھے، کی حدیث تو عورت کیلئے اپنا چہرہ ڈھانپے رکھنے کے وجوب پر نص کی حیثیت رکھتی ہے؛ کیونکہ اگر اجنبی عورت کے چہرے کو دیکھنا جائز ہوتا تو اچانک نظر کی بابت سوال کا کوئی معنی نہ ہوتا، اور نہ رسول اللہ ﷺ اچانک نظر پڑنے کے بعد اسے پھیرنے کا حکم دیتے۔

ان واضح نصوص کی واضح دلالت کے تعلق سے لوگوں کی عقلیں کہاں کھوگئیں؟

چہرے کی بے پردگی کے قائلین کا حجاب سے متعلق نصوصِ شرعیہ کے ساتھ رویہ اور تعامل انتہائی تعجب خیز ہے، چنانچہ جن نصوص کا حق، اطلاق کا تھا، انہیں مقید کردیا اور جو نصوص عموم کے مستحق تھے انہیں خاص کردیا اور جن نصوص میں شرعی حد میں رہتے ہوئے توقف کی ضرورت تھی وہاں خوب توسع سے کام لیا، اس قسم کے اور بہت سے (انحرافات) ہیں جو شریعت مخالف رائے کا یقینی نتیجہ ہوتے ہیں، شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

دعها سماوية تمشي على قدر
لاتفسدنها برأى منك منكوس

یعنی: اسے آسمانی امر قرار دیتے ہوئے چھوڑ دو کہ وہ اپنی مقررہ حد پر چلتی رہے اور اسے اپنی الٹی سمجھ سے پراگندہ نہ کرو۔

چھتیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک اثر کا سہارا لیا ہے، انہوں نے محرم عورت کے بارے میں فرمایا تھا: اگر وہ چاہے تو اپنے چہرے پر کپڑا لٹکا لے۔[1]

وجہِ استدلال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اختیار دینا اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک چہرہ پردہ نہیں ہے۔

جواب: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں ایسی کوئی دلالت نہیں ہے کہ محرم عورت کو اجنبی مردوں کی موجودگی میں اپنا چہرہ ڈھانپنے یا نہ ڈھانپنے کا اختیار دیا گیا ہے، نہ صراحۃً نہ اشارۃً۔

معاملہ صرف اتنا ہے کہ محرم خاتون کیلئے نقاب کا استعمال ممنوع ہے، خواہ وہ اکیلی ہی کیوں نہ ہو۔لیکن وہ جب مناسب سمجھے گی اپنے چہرے پر پردہ ضرور لٹکائے گی، ان کے اس قول میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ محرم عورت کا چہرہ، محرم مرد کے جسم کی مانند ہے جسے ساتھ سلے ہوئے نقاب سے ڈھانپنا حرام ہے، یہ معنی نہیں ہے کہ اس کا چہرہ محرم مرد کے سر کی مانند ہے کہ جس کا ڈھانپنا مطلق حرام ہو، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے، بلکہ اس کی مزید وضاحت، ام المؤمنین کے مذکورہ قول کے ابتدائی حصے سے ہوجاتی ہے، چنانچہ آپ کا پورا قول یوں ہے: (لا تتبرقع ولا تلتثم وتسدل الثوب علی وجهها إن شاءت) یعنی: عورت نہ تو برقع کا نقاب کرے گی نہ کسی ڈھاٹے سے نقاب کرے گی اور اگر چاہے تو اپنے چہرہ پر کپڑا لٹکا لے۔

---

[1] بیہقی

ام اسماعیل بن خالد سے مروی ہے، فرماتی ہیں ہم یوم الترویہ (آٹھ ذی الحج) کو ام المؤمنین کے پاس حاضر ہوئیں، میں نے عرض کیا: اے ام المؤمنین! ہمارے ساتھ ایک عورت ہے جو بحالتِ احرام اپنے چہرے کو ڈھانپنے کا انکار کرتی ہے، تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سینے سے اپنا دوپٹہ اٹھایا اور اس کے ساتھ اس کے چہرے کو ڈھانپ دیا۔[1]

پھر مشیت یعنی چاہت کا معاملہ سونپنے کا اسلوب، اس امر کو مستلزم نہیں کہ مسئلہ کے دونوں پہلوؤں کے تعلق سے (کرنے یا نہ کرنے) مساوی اختیار دے دیا گیا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہ اختیار اخذ کرسکو گے؟ [لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ] حالانکہ استقامت اختیار کرنا تو واجب ہے۔

سینتیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے عمر بن عبداللہ بن ارقم سے مروی حدیث کا سہارا لیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے سبیعہ بنت حارث نے خبر دی ہے کہ وہ سعد بن خولہ کے نکاح میں تھیں، ان کا حجۃ الوداع میں انتقال ہوگیا، اس وقت وہ حاملہ تھیں، ان کی وفات کے چند دن بعد ہی اس نے اپنا حمل وضع کردیا (یعنی بچہ پیدا ہوگیا) جب وہ اپنے نفاس سے فارغ ہوئیں تو نکاح کا پیغام دینے والوں کیلئے بناؤ سنگھار کرلیا، ابوالسنابل بن بعکک ان کے پاس آئے اور کہا: یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم نے نکاح کی امید پر پیغام رسانوں کیلئے میک اپ کر رکھا ہے؟ اللہ کی قسم! تم اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتیں جب تک چار ماہ دس دن نہ گذر جائیں۔

سبیعہ فرماتی ہیں: جب اس نے یہ بات کہی تو میں نے اسی دن شام کے وقت اپنا مکمل

---

[1] ابن ابی خیثمہ (التلخیص الحبیر: ۲/۲۷۲) طبقات ابن سعد: ۸/۳۵۷، اتحاف الخیرۃ: ۳۳۳۰

لباس پہنا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس بارہ میں سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے فتویٰ ارشاد فرمایا کہ میں بچہ جننے کے بعد حلال ہوچکی ہوں اور اگر بہتر سمجھوں تو شادی کرسکتی ہوں۔[1]

جواب: اس حدیث میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ سبیعہ کا چہرہ کھلا ہوا تھا، ابوالسنابل کو ان کے بناؤ سنگھار کا علم بطریقِ خبر بھی ہوسکتا ہے، مشاہدہ ضروری نہیں۔

حافظ ابن حجر نے (الاصابۃ) میں ابوالسنابل کو فقیہ لکھا ہے، اس قسم کے لوگ سوال کر کے حقیقتِ حال جان لیتے ہیں، مسند احمد میں اسی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: کہ ابوالسنابل میرے رشتہ دار کے پاس آیا، میں نے مہندی لگا رکھی تھی اور دیگر سجاوٹ اختیار کر رکھی تھی تو اس نے مجھ سے کہا: اے سبیعہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟

الفتح الربانی میں ہے: اس حدیث میں جو لفظ (الحمو) وارد ہے، اس سے مراد شوہر کا کوئی بھی قریبی رشتہ دار ہے، مثلاً: باپ، بھائی یا چچا وغیرہ، اور بظاہر یہی لگتا ہے کہ جس رشتہ دار کے پاس ابوالسنابل آیا تھا وہ سبیعہ کے شوہر کے والد تھے۔ (واللہ اعلم)[2]

اگر آپ اس جواب کو قبول کرنے کے منکر ہیں اور مسند احمد کی روایت سے استدلال پر مصر ہیں، حالانکہ وہ کسی طرح بھی آپ کے موقف کو ثابت نہیں کر رہی؛ کیونکہ اس روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: ابوالسنابل، سبیعہ سے ملا، جبکہ وہ اپنے نفاس سے نکل چکی تھی اور سرمہ لگائے ہوئے تھی، تو اس نے کہا: توقف اور انتظار کرو۔

تو اس حدیث میں سرمہ کے ذکر سے چہرہ کھلا ہونے کا استدلال درست نہیں، زیادہ

[1] بخاری ومسلم

[2] الفتح الربانی للساعاتی: ۴۵-۴۴/۱۷

سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی ایک آنکھ ظاہر تھی، جو کہ جائز ہے، چنانچہ اسی کھلی آنکھ سے ابوالسنابل نے سرمہ دیکھ لیا۔

جہاں تک ابوالسنابل کا یہ کہنا ہے کہ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ جس سے چہرہ کھلا ہونے کی دلیل پکڑی گئی ہے، تو یہ رویت، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے قبیل سے ہوسکتی ہے:

[كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝][1]

نیز کپڑوں کے پیچھے سے بھی رویت ممکن ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا][2]

پھر نصِ حدیث سے واضح ہے کہ سبیعہ نے نکاح کا پیغام دینے والوں کیلئے بناؤ سنگھار کیا تھا، اور نکاح کا پیغام دینے والا اپنی مخطوبہ (منگیتر) کو دیکھ سکتا ہے، اور ابوالسنابل نے بھی نکاح کا پیغام دیا تھا، حافظ ابن حجر نے (الاصابۃ) میں فرمایا ہے کہ ابن سعد فرماتے ہیں: ابوالسنابل بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے سبیعہ کو نکاح کا پیغام دیا تھا، بلکہ ابن البرقی فرماتے ہیں: سبیعہ سے ابوالسنابل نے شادی کی تھی اور اس کا بیٹا سنابل اسی کے بطن سے متولد ہوا تھا۔

پھر بعض احادیث میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں کہ سبیعہ نے بناؤ سنگھار کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو خوشبو سے بھی معطر کر رکھا تھا،[3] تو کیا اجنبی مردوں کی موجودگی میں عورت کیلئے خوشبو کا استعمال جائز ہوگا؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ کی ایسی عورت کیلئے شدید وعید موجود

[1] التکاثر: ۶،۵

[2] الانبیاء: ۳۶

[3] فتح الباری لابن حجر: ۴۷۵/۹

ہے؟ بالکل نہیں، جب نہیں تو پھر ہمارا جواب درست ہوا۔

اڑتیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے بخاری و مسلم میں، عطاء بن ابی رباح سے مروی ایک حدیث کا سہارا لیا ہے، وہ فرماتے ہیں: مجھ سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تجھے ایک جنتی خاتون دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ فرمایا: یہ سیاہ فام عورت جنتی ہے، یہ خاتون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: مجھے مرگی کے دورے پڑتے ہیں اور کبھی کبھی برہنہ بھی ہوجاتی ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرلو تو تمہارے لئے جنت ہے، اور چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے تمہاری صحت وعافیت کی دعا کردیتا ہوں؟ اس نے کہا: میں صبر کرلوں گی، مزید کہا: میں کبھی کبھی برہنہ ہوجاتی ہوں، یہ دعا کردیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے برہنہ ہونے سے بچالے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے یہ دعا فرمادی: ہمیں محمد نے یہ حدیث بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں: ہمیں مخلد نے خبر دی ہے، وہ ابن جریج سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: مجھے عطاء نے بیان کیا: انہوں نے اس سیاہ عورت کو، جو دراز قامت تھی، جس کی کنیت ام زفر تھی کو غلافِ کعبہ کے ساتھ چمٹے ہوئے دیکھا۔

جواب: اس اثر میں ایسا کچھ نہیں کہ وہ عورت کھلے چہرے کے ساتھ تھی، عبداللہ بن عباس کا اسے سیاہ رنگ والا بتلانا، ان کے علمِ سابق کی بناء پر تھا، جبکہ حدیث میں یہ بات مذکور ہے کہ دورہ پڑنے سے وہ برہنہ ہوجاتی تھی، باقی اس کے قد کا دراز ہونا یا اس کے جسم کا

بھاری بھر کم ہونا[1]، اس عورت کا تمیز تھا، اور اس پہچان کیلئے چہرے کے کھلا ہونے کی ضرورت نہیں۔

جب ام رومان رضی اللہ عنہا (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی) کو ان کی قبر میں اتارا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: جسے جنت کی حور دیکھنے کا شوق ہو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔[2]

کیا اس اسلوب کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ ان کے کفن کو کھول کر ان کا چہرہ یا جسم دیکھا جائے؟

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ سیاہ فام عورت کھلے چہرے کے ساتھ تھی، تو پھر بھی یہ احتمال موجود ہے کہ وہ بوڑھی ہوچکی ہوگی، یا بڑھاپے کے حکم میں ہوگی، جبکہ بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ وہ عورت ام زفر تھی اور بوڑھی تھی، اس کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں وہ گاہے بگاہے ہمیں ملنے آتی تھی۔[3]

پھر یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ عورت لونڈی ہو، اس احتمال کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ اسے حبشیہ ذکر کیا گیا ہے، جبکہ ابن سعد اور عبدالغنی نے ذکر فرمایا ہے: یہ عورت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کنگھی کیا کرتی تھی۔[4]

(اس سے اس کے لونڈی ہونے کے احتمال کو تقویت ملتی ہے)

---

[1] فتح الباری لابن حجر: ۱۱۵-۱۱۴/۱۰

[2] طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۱۶، بخاری نے اس حدیث کو اپنی تاریخ میں ذکر کر کے اس کی صحت کو محلِ نظر کہا ہے اور حدیث مسروق جسے انہوں نے خود حصین بن مسروق عن ام رومان کی سند سے روایت کیا ہے، کو اس سے بہتر قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر (ہدی الساری، ص: ۳۷۳) نے ان کی تائید کی ہے۔

[3] الاصابة: ۱۳/۲

[4] فتح الباری لابن حجر: ۱۱۵/۱۰

انتالیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے عمر بن محمد سے مروی ایک حدیث کا سہارا لیا ہے، چنانچہ ان کے والد نے انہیں سعید بن زید سے حدیث بیان کی ہے کہ اروی نے ان (سعید بن زید) سے ان کے گھر کے کچھ حصہ پر قبضہ کے حوالے سے جھگڑا کیا، تو انہوں نے کہا: اسے اس کے حال پر چھوڑ دو؛ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سنا ہوا ہے:

(من أخذ شبرا من الأرض بغير حقه طوقه في سبع أرضين يوم القيامة)

یعنی: جس نے ناحق بالشت بھر کسی کی زمین ہتھیالی، تو قیامت کے دن اس کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق ڈال دیا جائیگا۔

اس کے بعد سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! اگر یہ خاتون جھوٹی ہے تو اسے نابینا کردے، اور اس کے گھر ہی کو اس کی قبر بنادے۔

راوی (محمد) کہتا ہے: میں نے خود دیکھا کہ وہ عورت نابینا ہوگئی تھی اور دیواریں ٹٹول ٹٹول کر چلا کرتی تھی، اور کہتی تھی: مجھے سعید بن زید کی بددعا لے ڈوبی، ایک دن وہ اپنے گھر میں چل رہی تھی، چلتے چلتے گھر کے کنویں کے پاس پہنچ گئی اور اس کے اندر گرگئی، چنانچہ وہ کنواں اس خاتون کی قبر بن گیا۔[1]

(وجہ استدلال یہ ہے کہ لوگوں نے اس عورت کو نابینا حالت میں دیکھا جو اس کے کھلے چہرے کے ساتھ پھرنے کی دلیل ہے)

جواب: اس واقعہ میں اس خاتون کے کھلے چہرے پھرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، یہ

[1] صحیح مسلم

وجہ دلالت کہاں سے اخذ ہوتی ہے؟ جہاں تک اس کے نابینا ہونے کے جاننے کا تعلق ہے، تو وہ اس کے دیواریں ٹٹول ٹٹول کر چلنے کے عمل سے ظاہر ہو رہا ہے (الاستیعاب لابن عبدالبر) میں ہے کہ اس کی ایک لونڈی تھی جو اس کا ہاتھ پکڑ کر لایا کرتی تھی (اس سے بھی اس کے نابینا ہونے کا علم ہوسکتا ہے۔)

چالیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کا سہارا لیا ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی ایک عورت پر نظر پڑ گئی، آپ فوراً اپنی بیوی زینب کے پاس تشریف لے آئے، اس وقت وہ ایک چمڑے کو رنگ رہی تھیں، چنانچہ آپ ﷺ اس سے ہم بستر ہوئے پھر صحابہ کرام کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا: بے شک عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے، اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے، جب تم میں سے کسی شخص کی، کسی عورت پر نگاہ پڑ جائے، تو وہ اپنی بیوی کے پاس آجائے، اس طرح (اس عورت کے تعلق سے) اس کے دل میں آنے والا خیال ٹل جائے گا۔[1]

سنن دارمی میں یہی روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا، جو آپ کو اچھی لگی۔

جواب: اس شبہ کا جواب کئی وجوہ سے ممکن ہے:

(۱) حدیث میں ایسا کچھ نہیں کہ وہ عورت کھلے چہرے کے ساتھ گھوم رہی تھی، کسی آدمی کا کسی عورت کو پسند کرلینے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ اس نے اس کا چہرہ ہی دیکھا ہوگا،

[1] صحیح مسلم

بعض اوقات آدمی، کسی عورت کے قد وقامت یا عمدہ کپڑوں وغیرہ سے متاثر ہو کر اسے پسند کر بیٹھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: [وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ] اگر تم انہیں دیکھو تو ان کے جسم آپ کو اچھے لگیں۔[1]

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہو رہا ہے کہ عورت کو چاہئے کہ وہ کسی شدید ضرورت کے علاوہ مردوں کے درمیان نہ جایا کرے، اور مرد کو بھی چاہئے کہ وہ اس کے کپڑوں کے تعلق سے بھی اپنی نظریں نیچی رکھے، اور اس سے مطلقاً اپنا منہ پھیر کر رکھے۔[2]

بعض اوقات کسی عورت ذات کے وجود ہی کو دیکھ لینے سے، آدمی کے جذبات برانگیختہ ہو جاتے ہیں، خواہ وہ عورت پوری طرح پردے میں ڈھکی چھپی ہو، چنانچہ وہ تصور ہی تصور میں اس عورت یا اپنی عورت کے (خفیہ گوشوں کے) متعلق سوچنے لگتا ہے۔

ہمارے مذکورہ بیان کردہ معنی کی تائید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث سے ہوتی ہے:

جو شخص کسی عورت کو دیکھے، جو اسے اچھی لگ جائے تو وہ فوراً اپنی بیوی کے پاس آجائے، کیونکہ جو کچھ اس عورت کے پاس ہے وہی کچھ اس کی بیوی کے پاس بھی ہے۔[3]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا: (جو کچھ اس عورت کے پاس ہے وہی کچھ اس کی بیوی کے پاس بھی ہے) ان کے بیان کردہ معنی کو باطل قرار دیتی ہے، چنانچہ جو کچھ اس عورت کے پاس

---

[1] المنافقون: ۴

[2] شرح صحیح مسلم للنووی: ۹/۱۷۸

[3] رواہ الدارمی

ہے سے مراد چہرہ تو ہو نہیں سکتا۔

کیونکہ بہر حال خوبصورت چہرہ، قبیح اور بدنما چہرے جیسا نہیں ہو سکتا، لیکن شہوت کے جذبات جو کسی عورت کے وجود کو دیکھنے سے بھڑکے تھے، وہ اپنی بیوی سے ہم بستر ہونے سے ہی سرد ہوں گے۔ (تو جو کچھ اس اجنبی عورت کے پاس تھا وہی اسے اپنی بیوی کے پاس حاصل ہو گیا)

(۲) اگر یہ تسلیم کرلیں کہ وہ عورت کھلے چہرے کے ساتھ پھر رہی تھی، تو یہ کسی شرعی عذر پر محمول ہو سکتا ہے۔

(۳) امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں جو یہ ذکر ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا...... اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر اچانک نظر پڑ گئی، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا کہ عورتیں آپ سے پردہ نہیں کرتی تھیں ابوالمعالی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔[1]

راقم الحروف کہتا ہے: راجح قول یہی ہے کہ عورتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسی طرح پردہ کیا کرتی تھیں، جس طرح دیگر مردوں سے کرتی تھیں۔ واللہ اعلم

اکتالیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے عون بن ابی جحیفہ سے مروی ایک حدیث کا سہارا لیا ہے، چنانچہ عون کے والد ابو جحیفہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے مابین مواخات قائم فرمائی تھی، ایک دن سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی زیارت کی

---

[1] المفہم للقرطبی: ۴/۹۰

غرض سے تشریف لائے، انہوں نے ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو بڑی پراگندہ حالت میں دیکھا، توان سے پوچھا: تم نے کیا حال بنا رکھا ہے؟ ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: تمہارے بھائی ابوالدرداء کا دنیا سے کوئی لگاؤ نہیں رہا......الخ[1]

اسی طرح ایک اور حدیث، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میرے پاس خویلہ بنت حکیم آئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خویلہ کی ہیئت کس قدر پراگندہ ہے؟......الحدیث[2]

جواب: یہ دونوں واقعات، نزولِ حجاب سے قبل کے ہیں کیونکہ خویلہ کا شوہر، عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، جنگِ بدر کے کچھ عرصہ بعد ۲ھ میں فوت ہوگیا تھا۔ (الاصابۃ) اور صحابہ کرام کے مابین مواخات کا عمل، ہجرت کے پہلے سال قائم ہوا تھا، جبکہ حجاب کی فرضیت پانچ ہجری میں نازل ہوئی تھی۔

پھر اس سے قطع نظر، دونوں حدیثوں میں ایسی کوئی دلالت موجود نہیں ہے کہ خویلہ اور ام الدرداء کے چہرے کھلے ہوئے تھے، (تبذل) یعنی پراگندہ ہیئت سے مراد، کام کاج والے کپڑے پہننا ہے، جو پراگندہ اور میلے کچیلے ہوتے ہیں۔

یہ تمام توضیحات، شروحِ حدیث، کتبِ لغت اور کتبِ غریب الحدیث میں موجود ہیں۔

بیالیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے ابو اسماء الرحبی سے مروی ایک اثر سے استدلال کیا ہے، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ وہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت وہ ربذہ میں مقیم تھے،

---

[1] صحیح بخاری

[2] مسند احمد

ان کے پاس ان کی سیاہ فام بیوی تھی جسے بھوک لگی ہوئی تھی۔

اس موقع پر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیکھو یہ سیاہ رنگت والی عورت مجھے کیا حکم دے رہی ہے؟[1]

جواب: اس حدیث میں اس کے چہرے کے کھلا ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، بصورتِ دیگر وہ بوڑھی یا بڑھیا کے حکم میں بھی ہوسکتی ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ حدیث میں اسے سیاہ رنگت والی بتایا گیا ہے، مندرجہ بالا متن میں اس کے بارہ میں (مسبغہ) کا لفظ ہے، جس کا معنی بھوکی عورت۔ جبکہ ایک اور روایت میں جسے محققین نے صحیح قرار دیا ہے، (مسبغہ) کی جگہ (مشنعہ) کا لفظ ہے، جس کا معنی ابن الاثیر کے قول کے مطابق: ایسی خاتون جو بدہیئت اور قبیح الشکل ہوچکی ہو۔[2]

(یہ اس کے بوڑھا ہونے کی دلیل ہے)

تینتالیسواں شبہ

کچھ لوگوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث کا سہارا لیا ہے، وہ فرماتے ہیں: مرد اور عورتیں، رسول اللہ ﷺ کے دور میں اکٹھے وضو کیا کرتے تھے۔[3]

جواب: اس حدیث میں مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ اکٹھا وضو کرنے کا ذکر ہے (نہ کہ اجنبی خواتین وحضرات کا) اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ کے قائم کردہ باب[4] سے بھی یہی

---

[1] مسند احمد، ابن سعد، ابونعیم

[2] النہایۃ لابن الاثیر: ۲/۵۰۵

[3] بخاری ومسلم

[4] فتح الباری: ۱/۲۹۸-۳۰۰

فقہ حاصل ہورہی ہے۔

یہ شبہ ہمارے معاصرین میں سے ایک صاحب، جن کا علم سے کوئی خاص ربط یا سابقہ نہیں ہے، کا پیدا کردہ ہے، شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ نے مسند احمد کی شرح میں ان صاحب کے اس شبہ کا خوب رد فرمایا ہے، ساتھ ساتھ انہیں بھی آڑے ہاتھوں لیا ہے۔

چوالیسواں شبہ

کچھ لوگوں کا کہنا ہے: ہم تاریخ کے صفحات میں، بہادری کے بڑے بڑے کارنامے اور بڑی بڑی معاشرتی خدمات پاتے ہیں، جو عورتوں نے انجام دی ہیں، ان خدمات کی ادائیگی میں پردے کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا۔

جواب: اس قول کا ردی پن، اس کے ظاہر ہی سے واضح ہے۔

مجھے اس شبہ کی اطلاع کتاب (جلباب المرأۃ) سے ہوئی، جس میں یہ شبہ مذکور ہے اور اس کی بنیاد پر اپنے مخالفین پر حملہ آور ہونا بھی۔

جب میں نے شیخ کی کتاب میں یہ شبہ پڑھا تو میں نے تمنا کی کہ کاش شیخ خود ہی اس شبہ کا رد فرما کر اپنے آپ کو بچالیں، مگر افسوس مذکورہ کتاب میں یہ شبہ پڑھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور دل دہل اٹھا، قریب تھا کہ اس کی گرانی سے میری پسلیاں ٹوٹ جاتیں (سبحان اللہ)

ماھکذا یاسعد تورد الابل

(اے سعد! اس طرح اونٹوں کو پانی پر وارد نہیں کیا جاتا)

اس شبہ کی بنیاد ظن اور تخمین پر ہے اور فقہ کے بازار میں نیز علمی مناظرات میں ظن اور تخمین کا معاملہ بالکل نہیں چلتا، جن خدمات کا آپ تذکرہ کرنا چاہتے ہیں، تاریخ کے صفحات

میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ وہ خواتین چہرہ کھلا رکھتی تھیں، اس کے ساتھ ساتھ کہاں لکھا ہوا ہے کہ ان کا چہرہ کھلا رکھنا نزولِ حجاب کے بعد تھا۔

[اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۸][1]

اس شبہ کو چھیڑنے والے حضرات کے پاس اٹکل پچو کے علاوہ کچھ نہیں، پھر کیا رکاوٹ ہے کہ یہ بھی کہہ دیا جائے کہ وہ عورتیں متبرجات تھیں؛ کیونکہ معاملہ رائے اور تصور پر ہی قائم ہے۔

علماءِ کرام نے دین میں رائے کی سخت مذمت کی ہے، بخوبی سمجھ لو۔

اگر ایک عورت سے عرصۂ دراز تک بار بار حدیث کا سماع اور علم کا تحمل، مکمل حجاب کے ساتھ ممکن ہے، حالانکہ یہ معاملہ بہت ہی مشکل ہے، تو اس سے چھوٹے کام کیا مکمل حجاب کے تحفظ کے ساتھ ممکن نہیں؟

امام ذہبی فرماتے ہیں: ہم نے بہت سی عورتوں سے حدیث کا سماع کیا ہے، مگر ان میں سے کسی کو دیکھا نہیں۔ اسی طرح بہت سے تابعین نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث روایت کی ہیں، لیکن کبھی ان کی صورت نہیں دیکھی۔[2]

امام مالک رحمہ اللہ پر موطا پڑھا جاتا تھا، اگر پڑھنے والا کوئی غلطی کرتا تو ان کی بیٹی دروازے کو پیٹتی تو ان کے والد (امام مالک) اس پڑھنے والے سے کہتے: دوبارہ پڑھو، غلطی تمہارے ساتھ ہے۔

پیچھے گذر چکا کہ سمراء بنت نہیک، موٹی چادر اور موٹا دوپٹہ اوڑھ کر، امر بالمعروف

---

[1] یونس: ۶۸

[2] سیر اعلام النبلاء: ۳۸/۷

اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا کرتی تھیں۔

(الاصابہ) میں ہے: صفیہ بنت عبدالمطلب ، یہودی کے قتل والے قصہ میں، قلعہ پر چڑھیں اور اپنی چادر کا ڈھاٹا باندھا (یعنی چہرہ کو ڈھانپ لیا) اور ایک لکڑی ہاتھ میں لی، پھر قلعہ سے نیچے اتریں اور اس لکڑی سے یہودی پر وار کر کے اسے قتل کر دیا۔

ام حکیم بنت حارث کا ترجمہ (الاصابہ) میں موجود ہے، اس میں ہے کہ جب رومیوں سے شدید ترین قتال شروع ہوا تو انہوں نے سختی کے ساتھ اپنے کپڑے پہن اور باندھ لیے اور خیمے کے بانس کے ساتھ، سات یہودیوں کو قتل کر دیا۔

ہم زیادہ دور نہیں جاتے، آج کے دور میں بہت سی خواتین ہیں، جن کی علمی جہود اور خاندانی خدمات اور معاشرہ میں ریلیف پر مبنی خدمات کا دائرہ انتہائی وسیع اور معترف ہے، یہ تمام خدمات وہ مکمل حجاب اختیار کر کے انجام دیتی ہیں، اس حقیقت کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دل کبر وعناد سے لبریز ہو۔

❂❂❂❂❂❂❂❂❂

گیارھویں فصل

(کچھ عقلی شبہات جو نا قابل تسلیم ہیں)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر دین کا تعلق رائے سے ہوتا تو موزوں کے اوپر کی بجائے، موزوں کے نیچے مسح کرنا بہتر ہوتا، جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ موزوں کے اوپر مسح کیا کرتے تھے۔[1]

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے لوگو! دین میں رائے کے استعمال کو متہم (معیوب) جانو۔

پینتالیسواں شبہ

(یہ لوگ کہتے ہیں) چہرے اور ہاتھوں کا، اجنبی مردوں کے سامنے کھلا رکھنا اصل ہے، لہذا جب تک کوئی ایسی دلیل نہ آجائے جو اس اصل کو منسوخ کر دے اس وقت تک یہ حکم اپنے اصل پر قائم رہے گا۔

جواب: آیاتِ حجاب (جن کا بیان ہو چکا) اس اصل کو ختم کر رہی ہیں، نیز چہرہ کا اجنبی مردوں کے سامنے کھلا رکھنے کے جواز کو منسوخ کر رہی ہیں اور (بحمد اللہ) اسے ڈھانپنے کے وجوب پر دلالت کر رہی ہیں، اور یہ ایک بالکل واضح اور کھلم کھلی حقیقت ہے۔

اب یہاں ایک بات کی طرف اشارہ کرنا انتہائی مناسبِ مقام ہوگا اور وہ یہ کہ پردہ کی

[1] ابوداؤد

فرضیت کو، بے پردگی کی ہر دلیل پر ترجیح وتقدیم حاصل ہوگی، خواہ متقدم اور متاخر دلیل کا علم نہ بھی ہو؛ کیونکہ بے پردگی کی دلیل اپنے اصل پر قائم ہے اور پردہ کے وجوب کے دلائل اس اصل کو توڑ رہے ہیں، اور جو لوگ چہرہ کی بے پردگی کے جواز کے قائل ہیں وہ اس بات سے عاجز ہیں کہ ایک ایسی دلیل پیش کرسکیں جو حجاب کی فرضیت کے حکم سے متاخر ہو اور معتبر احتمال سے خالی ہو، جب تک دنیا قائم ہے یہ لوگ عاجز ہی رہیں گے۔ (واللہ اعلم)

چھیالیسواں شبہ

(یہ لوگ کہتے ہیں) نماز میں پردہ کے وجوب پر اجماع قائم ہے، لیکن عورت کیلئے چہرہ اور ہاتھوں کا کھلا رکھنا اور بقیہ بدن کو ڈھانپے رکھنا مشروع ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ (عورۃ) یعنی پردہ نہیں ہیں۔

جواب: یہ کیسا قیاس ہے جو صحتِ قیاس کی شرائط سے خالی ہے، بلکہ یہ قیاس مع الفارق ہے، چنانچہ جس چیز کو نماز میں کھلا رکھنا مشروع ہے ضروری نہیں کہ نماز کے علاوہ بھی اسے کھلا رکھنا جائز ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض اوقات نمازی اپنی نماز میں جسم کے جن حصوں کو ڈھانپتا ہے، نماز سے باہر انہیں کھولنا جائز ہوتا ہے، اور کبھی کبھی نماز میں ان حصوں کو کھلا رکھتا ہے جنہیں عام طور پہ مردوں سے چھپائے رکھتا ہے......

(مزید فرماتے ہیں) لہذا نماز میں شرمگاہ (یعنی جسے ڈھانپنا ضروری ہے) کا معاملہ عمومی طور پر (عورۃ النظر) سے مرتبط اور منسلک نہیں ہے (یعنی جسم کے وہ حصے جو عام حالات میں اجنبیوں کی نگاہوں سے چھپائے جانے چاہئیں)[1]

[1] مجموع الفتاوی: ۲/۱۱۴-۱۱۵

سینتالیسواں شبہ

(یہ لوگ کہتے ہیں) چہرے اور ہاتھوں کو وجوباً ڈھانپے رکھنے کا قول، عند الضرورت انہیں کھولنے کے جواز کے متعارض ہے، مثلاً: کبھی کبھی خاتون کو طبیب کے سامنے یا عدالت میں قاضی کے سامنے چہرہ کھولنا پڑتا ہے (تو یہ جواز وجوباً ڈھانپنے کے متعارض ہے)

جواب: ضرورت کا معاملہ، ضرورت تک محدود ہے، لہذا عورت کیلئے اپنا چہرہ اور ہاتھ بلکہ بدن کا کوئی بھی حصہ بوقتِ ضرورت کھولنا جائز ہے۔

بعض اوقات ضرورت اس امر کی متقاضی ہوتی ہے کہ عورت اپنی شرمگاہ تک سے پردہ اٹھا دے، تو پھر کیا اس ضرورت سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہو گے کہ شرمگاہ کو مطلقاً کھولنا درست ہے؟ یہی کہا جائے گا کہ رخصت بقدرِ ضرورت ہوتی ہے (لہذا عند الضرورت جب خاتون، کسی طبیب یا قاضی کے سامنے اپنا چہرہ کھولے گی تو یہ محض جواز کی حد تک ہے، جب یہ ضرورت ختم ہوجائے گی تو فوراً چہرے کو ڈھانپ لے گی۔

اڑتالیسواں شبہ

(یہ لوگ کہتے ہیں) عورت خرید وفروخت کے موقع پر اپنے چہرے کو ظاہر کرنے کی محتاج ہوتی ہے، نیز کسی چیز کے لینے یا دینے میں بھی ہاتھوں کو باہر نکالنا پڑجاتا ہے؟

جواب: عورت لازمی نقاب کرے گی اور ہاتھوں میں دستانے پہنے گی اور اسی پردہ کے ساتھ مذکورہ تمام امور انجام دے گی، صرف ایک آنکھ کے کھلا رکھنے کا جواز ذکر ہوچکا ہے۔

واقع میں جو کچھ ہورہا ہے وہ بہترین دلیل ہے، چنانچہ خواتین، قدیماً وحدیثاً اپنے مکمل حجاب کے ساتھ خرید وفروخت اور لینے دینے کے معاملات کرتی آرہی ہیں اور کررہی ہیں۔

بارھویں فصل

(ایسے شبہات جو باطل قسم کے اعتراضات پر قائم ہیں)

جب کوئی دعویدار اپنے دعویٰ کے تعلق سے شرعی دلائل سے تہی دست و تہی دامن ہو جاتا ہے تو اس کا خبیث قرین (شیطان) اپنے ایسے اشارے القاء کرنے کی طرف لاچار ہو جاتا ہے، جو بالکل ناقابلِ اعتماد ہوتے ہیں اور ایسے ہوتے ہیں کہ کوئی بھی ماہر یا دانا انسان ان کی طرف التفات بھی گوارا نہیں کرتا۔ وہ ایسے اعتراض ہوتے ہیں جو کیڑوں مکوڑوں کی شکل میں حق کی تلوار پر منڈلاتے ہیں، درحقیقت وہ شیطان کے وہ قدم ہوتے ہیں جن کی اتباع سے ہمیں روکا گیا ہے:

[وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ١٦٨][1]

یعنی: اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی کہ بیشک وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ وہ حکم شرعی جو نصاً ثابت ہو، جیسے حجاب کا حکم ہے، تو اس میں رائے کا کوئی عمل دخل نہیں، اور جس چیز کی فرضیت کتاب وسنت کے نصوص سے ثابت ہو، اسے اس قسم کی بیمار طفل تسلیوں سے چھوڑ دینا جائز نہیں۔

[1] البقرة:١٦٨

علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ فقہی اور اصولی قواعد کی تطبیق اس بات سے مشروط ہے کہ وہ کتاب وسنت کے خلاف نہ ہوں۔

جو اعتراضات ذکر کئے جاتے ہیں ان کے رد کیلئے یہ اجماع ہی کافی ہے، حالانکہ وہ اعتراضات خود بھی مغالطات سے خالی نہیں۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سلف صالحین ان لوگوں پر شدید انکار اور غضب کا اظہار کیا کرتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا رائے، قیاس یا استحسان کے ساتھ معارضہ کیا کرتے تھے، یا کسی شخصیت خواہ وہ کوئی بھی ہو کے قول کو حدیث رسول ﷺ پر مقدم کیا کرتے تھے۔

ان کا عمل تو پوری طرح اس فرمانِ الٰہی کے ساتھ قائم تھا:

[وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِــيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ][1]

یعنی: کسی مؤمن مرد اور عورت کو یہ لائق نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ سن لینے کے بعد اپنا حکم اور اختیار پیش کرے۔

نیز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ بھی:

[فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَــرَ بَيْنَھُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِــيْمًا ٦٥][2]

یعنی: پس قسم ہے تیرے رب کی! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک

[1] الاحزاب:٣٦

[2] النساء:٦٥

اپنے اختلافات میں آپ کو حکم نہ مان لیں، پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے سے کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور پوری طرح تسلیم کرلیں۔ [1]

اب ہم ان اعتراضات کا ذکر کرتے ہیں، جن کا بطلان ہماری مذکورہ تقریر سے پہلے ہی ہو چکا ہے۔

- مشقت خود بخود آسانی پیدا کرلیتی ہے۔
- دین آسان ہے۔
- حجاب کی سختی، اسلام کو تشدد جیسے الزام کا سامنا کرنے کی باعث ہے، اور وہ معاشرے جن میں اخلاقی پستی اور بے پردگی کا رواج ہے، باپردہ عورت کو ایک الگ تھلگ، ترقی کی رفتار سے کٹی ہوئی عورت قرار دیتے ہیں۔
- حجاب مسلمانوں کیلئے، صنعتی طور پر ترقی یافتہ اقوام کے شانہ بشانہ کھڑا ہونے میں رکاوٹ ہے۔
- حجاب عورت کی مرد کے ساتھ مساوات کی نفی ہے۔
- حجاب کا مطلب یہ ہے کہ عورت اعتماد کے قابل نہیں ہے۔
- بعض اوقات ایک شخص کسی باپردہ خاتون کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ بہت خوبصورت ہوگی، لیکن جب وہ چہرے سے نقاب اٹھاتی ہے تو انتہائی بدصورت ہوتی ہے۔
- ہرممنوع چیز مرغوب ہوتی ہے، چنانچہ جب عورت حجاب کرکے اپنے چہرے کو چھپائے گی تو مرد اور زیادہ اس کی طرف دیکھنے کی رغبت رکھے گا۔

[1] اعلام الموقعین: ۳/۴۶۴

- حجاب والی عورت کا پاؤں بھی پھسل سکتا ہے۔
- حجاب سے عورت سورج کی شعاؤں سے چھپی رہتی ہے حالانکہ سورج کی شعائیں صحت کیلئے مفید ہیں۔
- حجاب عورت کی شخصیت اور پہچان کو مخفی رکھنے کا سبب ہوسکتا ہے، جس سے حقوق کے ضیاع کا امکان پیدا ہوجاتا ہے۔
- جن معاشروں میں بے پردگی عام ہے، ان میں کسی عورت کا حجاب اختیار کرنا لباسِ شہرت ہوگا۔
- جن معاشروں میں بے پردگی کو رواج حاصل ہے، ان میں ترکِ حجاب کسی فتنہ کا باعث نہیں ہوگا۔
- جن معاشروں میں بے پردگی عام ہے، ان میں بے پردگی کا معاملہ ایک اجتماعی عادت اور عرفِ عام کی حیثیت اختیار کرجاتا ہے۔
- کبھی کبھی خاتون چھپے رہنے کی غرض سے حجاب اختیار کرتی ہے، چنانچہ حجاب کی آڑ میں مجرمانہ سرگرمیاں بھی ادا ہوسکتی ہیں۔
- حجاب کے استعمال سے عورت کیلئے شک وشبہ کی جگہوں میں جانا آسان ہوجاتا ہے، وہ حجاب کی وجہ سے خاصہ امن محسوس کرے گی؛ کیونکہ حجاب اس کی شخصیت کو مخفی رکھنے میں مددگار رہوگا۔
- تقویٰ تو دل میں ہوتا ہے۔
- میں دوسروں سے بہت بہتر ہوں۔
- میں حجاب کے حوالے سے مطمئن نہیں ہوں۔

- حجاب ایک لباس ہے، اور لباس ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا تعلق شخصی حریت کے ساتھ ہے۔
- چہرے کا ڈھانپنا ایک ایسی عادت ہے جو لوگوں میں رائج ہے، جس کا اسلام نے حکم نہیں دیا۔
- بعض باپردہ عورتوں کے منفی رویوں نے مجھے پردہ سے متنفر کر دیا ہے۔
- حجاب حصولِ علم اور بیرونی کام کاج میں رکاوٹ ہے۔
- حجاب کی وجہ سے خواتین کو اغیار کے معاشروں میں زیادتیوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔

ہم نے چند اباطیل اور افتراءات کی طرف بطورِ نمونہ اشارہ کیا ہے، ورنہ اس کے علاوہ بھی اس قسم کے بے شمار افتراءات گردش کرتے رہتے ہیں، یہ ایسی باتیں ہیں جن سے عامی اور بے وقوف قسم کے لوگ دھوکہ کھا سکتے ہیں، جو ہر کس و ناکس کی بات ماننے کیلئے ہمہ وقت آمادہ رہتے ہیں:

واذا جاء نہر اللہ بطل نہر معقل

(جب اللہ کی نہر چلے گی، معقل کی نہر باطل ہو جائے گی)

کسی مسلمان کے لائق نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کا اس انداز سے تعاقب کرے، نہ ہی یہ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے امر کے مقابلے میں اپنی رائے استعمال کرے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کیلئے سمع و اطاعت اور قبول و اذعان ہی واجب ہے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محض شبہات کی بناء پر، اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء

کو حلال کرنے والوں کیلئے بربادی ہے۔[1]

ایک شاعر نے کہا ہے:

لایضر البحر امسی زاخرا

ان رمی فیہ سفیہ بحجری

(موجوں سے بھرپور سمندر میں اگر کوئی احمق پتھر پھینک دے، تو اس سے سمندر کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا)

[1] الفقیہ والمتفقہ للخطیب بغدادی: ۲/۱۴۶

دوسرا باب

ان شبہات کا بیان، جو ہاتھوں کے پردے کے وجوب پر اٹھائے گئے ہیں

اس باب کے تحت تین فصلیں ہیں

دوسرا باب

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسا کہ ابو طالب نے ان سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: عورت کا ناخن بھی پردہ ہے، جب عورت اپنے گھر سے نکلے تو کوئی ناخن ظاہر نہ ہونے دے، نہ ہی اپنے موزے منکشف کرے؛ کیونکہ موزے پاؤں کی بناوٹ ظاہر کرتے ہیں، اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ خاتون اپنی آستینوں پر اس طرح بٹن لگا دے کہ اس کے ہاتھ اندر چھپ جائیں اور ہاتھوں کی کوئی چیز ظاہر نہ ہونے پائے۔

امام احمد رحمہ اللہ کا یہ قول کوئی ہوائی بات نہیں ہے، بلکہ مقاصدِ شریعت اور مسئلہ کے مکمل دلائل کے صحیح فہم کی ترجمانی کر رہا ہے، نیز ان کے اس قول میں ان کا مشاہدہ بھی شامل ہے جو نسل در نسل عمل کی صورت میں صالحات کے اندر پایا جاتا ہے، جسے بیٹیوں نے ماؤں سے لیا اور ماؤں نے دادیوں سے لیا۔

مجاہد فرماتے ہیں: میں نے صحابیات کو دیکھا، ہر صحابی خاتون اپنی آستینوں کو بٹنوں کے ذریعے اس طرح بند رکھتی تھی کہ اس کی انگوٹھی تک دکھائی نہیں دیتی تھی۔[1]

نمیری نے کیا خوب کہا ہے:

يخمرن اطراف البنأن من التقى
ويخرجن جنح الليل معتجرات

[1] طبقات ابن سعد: ۸/۲۴۸

(وہ تقویٰ کی وجہ سے اپنی انگلیوں کے پوروں تک کو ڈھانپے رکھتی ہیں، اور رات کے اندھیرے میں بھی اپنے منہ پر چادر سے ڈھاٹا باندھ کر نکلتی ہیں)

البتہ اپنے کسی کام کی نوعیت کی بناء پر کبھی کبھی ہاتھ کا ظاہر ہونا ممکن ہے، جیسا کہ عمر بن ابی ربیعہ کے اشعار ہیں:

لقد عرضت لی بالمحصب من منی
مع الحج شمس سترت بیمان
بدالی منها معصم حیث جمرت
وکف لها مخضوبة ببنان

یعنی: وہ میدانِ منیٰ میں حاجیوں کے ساتھ، یمنی چادر سے پردہ کئے ہوئے میرے سامنے آئی، رمیٔ جمار کی وجہ سے اس کی کلائی اور ہتھیلی جس کے پوروں پر مہندی لگی ہوئی تھی، میرے لئے ظاہر ہوئی۔

پہلی فصل

(ایسے شبہات کا بیان، جن کی سند ہی ضعیف ہے)

پہلا شبہ

کچھ لوگوں نے ابوداؤد کی ایک حدیث کا سہارا لیا ہے، امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ہمیں مسلم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں: مجھے غبطہ بنت عمرو المجاشعیہ نے حدیث بیان کی، وہ کہتی ہیں: مجھے میری پھوپھی ام الحسن نے اپنی دادی سے حدیث بیان کی، انہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ہند بنت عتبہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیعت لے لیجئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس وقت تک تجھ سے بیعت نہیں لوں گا، جب تک اپنی ہتھیلیوں کو تبدیل نہ کرلے، گویا وہ کسی چوپائے کی ہتھیلیاں تھیں (تبدیل کرنے سے مراد مہندی وغیرہ لگانا ہے)

ابوداؤد فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن محمد الصوری نے حدیث سنائی، وہ کہتے ہیں: ہمیں خالد بن عبدالرحمن نے خبر دی، وہ کہتے ہیں: ہمیں مطیع بن میمون نے صفیہ بنت عصمہ سے حدیث روایت کی، وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہیں، وہ فرماتی ہیں: ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے جس میں ایک خط تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا: میں نہیں جانتا یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ اس نے کہا: میں عورت ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ہاتھ کے ناخنوں کو مہندی سے رنگا کرتی۔ (اس حدیث کو نسائی اور احمد نے بھی روایت کیا ہے)

جواب: پہلی حدیث کی سند کے بارہ میں ابن الترکمانی فرماتے ہیں: غبطہ اور ام الحسن، دونوں کے حالات میں نہیں جانتا، اس کی دادی بھی مجہول ہے۔ امام مزی اپنے اطراف میں فرماتے ہیں: اسے بشرا لجھضمی نے غبطہ سے اور اس نے اپنی پھوپھی سے اور اس نے اپنی دادی سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث کی سند میں مطیع بن میمون نامی راوی ہے، جو کہ ضعیف ہے۔[1]

نیز اس سند میں صفیہ بنت عصمہ بھی مجہول ہے۔[2]

امام مناوی فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے (العلل) میں فرمایا ہے: یہ منکر حدیث ہے، ابن عدی فرماتے ہیں: یہ حدیث غیر محفوظ ہے، جبکہ (المعارضہ) میں فرماتے ہیں: حناء (مہندی) والی تمام حدیثیں یا تو ضعیف ہیں یا مجہول۔[3]

دوسرا شبہ

کچھ لوگوں نے اس روایت کا سہارا لیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا کوئی بیٹا بلال یا انس کو پکڑایا، انس فرماتے ہیں: مجھے ان کا ہاتھ دکھائی دیا، گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

جواب: یہ روایت (المبسوط) میں کسی حوالہ کے بغیر مذکور ہے، اگر اس کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ بابرکت ہاتھ جو مسلسل چکی پیسنے کی وجہ سے آبلہ زدہ ہو چکا تھا، اچانک بلا قصد وارادہ کھل گیا ہو، اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اچانک نظر پڑ گئی ہو۔

---

[1] الکاشف للذہبی

[2] الجوہر النقی بذیل السنن الکبری: ۷/۸۶

[3] المناوی فیض القدیر: ۵/۳۳۰. ملحوظہ: حدیث اول جسے شیخ البانی نے اپنی کتاب "جلباب المرأۃ" میں دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے، گو خود انہوں نے ضعیف کہا ہے، دیکھئے: ضعیف الجامع: ۶۱۶۹، اسی طرح دوسری حدیث کو بھی انہوں نے ضعیف کہا ہے، دیکھئے: ضعیف الجامع: ۴۸۴۳۔

دوسری فصل

(ایسے شبہات کا بیان، جو محلِ نزاع ہی سے خارج ہے)

(اس کے تحت تین فروع ہیں:)

پہلی فرع: ایسے شبہات کا بیان جو آیت حجاب کے نزول سے قبل کے ہیں۔

تیسرا شبہ

کچھ لوگوں نے عبداللہ بن محمد سے مروی ایک حدیث کا سہارا لیا ہے، وہ ایک عورت کے حوالہ سے ذکر فرماتے ہیں، وہ عورت کہتی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہی تھی، میں تنگ دست خاتون تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ پر ضرب لگائی، جس سے لقمہ گر گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ، جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دایاں ہاتھ بھی دیا ہے۔[1]

جواب: اس شبہ کا جواب کئی وجوہ سے ممکن ہے:

(۱) حدیث میں ایسا کوئی ذکر نہیں کہ اس خاتون کا ہاتھ کھلا ہوا تھا، ڈھکے ہوئے ہاتھوں سے بھی کھانا ممکن ہے، اگر یہ مان لیا جائے کہ اس کا ہاتھ کھلا ہوا تھا تو اس حدیث کو نزولِ حجاب سے قبل پر محمول کیا جائے گا۔ جیسا کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

---

[1] مسند احمد وطبرانی

ہے، وہ فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک پلیٹ میں حیس (ایک قسم کا حلوہ جو گھی، کھجور اور ستو سے تیار ہوتا ہے) کھا رہی تھی، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پاس سے گذرے، تو آپ ﷺ نے انہیں کھانے کی دعوت دی، وہ بھی کھانے لگے، اچانک ان کی انگلی میری انگلی کو چھوگئی، عمر رضی اللہ عنہ کے منہ سے رنج والم سے بھری آواز نکلی، انہوں نے کہا: (اے عورتو!) اگر تمہارے بارے میں میری بات مان لی جائے تو تمہیں کوئی آنکھ نہ دیکھ سکے۔اس کے بعد حجاب کا حکم نازل ہوگیا۔[1]

(۲) اس حدیث کے راوی عبداللہ بن محمد کے بارہ میں مجمع الزوائد اور الفتح الربانی میں ہے کہ وہ عبداللہ بن زید بن عبد ربہ کا بیٹا ہے، اس عبداللہ کو ابن حبان نے (الثقات) میں ذکر کیا ہے، اور یہ ذکر ان کے اس قاعدہ کے تحت ہے جس کی علماء نے موافقت نہیں فرمائی، یعنی: مجہول راویوں کی (اپنے خاص قانون کے تحت) توثیق۔

حافظ ابن حجر نے (تقریب التہذیب) میں اسے مقبول لکھا ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ متابعت کی صورت میں اس کی حدیث قابلِ قبول ہوگی، جبکہ اس روایت میں کوئی بھی اس کی متابعت نہیں کررہا۔[2]

چوتھا شبہ

کچھ لوگوں نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کا سہارا لیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ہبیرہ کی بیٹی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی

النسائی وغیرہ: تخریج احادیث الکشاف: ۳/۱۲۶۔ سیوطی نے کہا ہے اسے نسائی، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے عائشہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۲ الثقات لابن حبان: ۷/۵۳

تھی، رسول اللہ ﷺ اس کے ہاتھ کو چھڑی سے مارنے لگے اور فرمانے لگے: کیا تم چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ میں آگ کی انگوٹھیاں ڈال دے؟[1]

جواب: یہ واقعہ بھی آیتِ حجاب کے نزول سے قبل پر محمول ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے سونے کی انگوٹھی ظاہر کی ہوئی تھی، جسے ظاہر کرنا ممنوع تھا، حتی کہ ہاتھ کھلا رکھنے کے جواز کے بعض قائلین کے نزدیک بھی۔

یہ منع اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بناء پر ہے: [غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ]

اس واقعہ کے نزولِ حجاب سے پہلے پیش آنے کی دوسری دلیل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ شروع میں عورتوں کیلئے سونا پہننا ممنوع تھا، بعد میں مباح قرار دیا گیا۔(رسول اللہ ﷺ کا اس کی سونے کی انگوٹھی دیکھ کر ناراضگی کا اظہار کرنا اور جہنم کی آگ کی وعید سنانا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ اس دور کا واقعہ ہے جب سونا حرام تھا۔)

اس حدیث پر اگرچہ ضعفِ اسناد کے حوالے سے بھی جرح کی گئی ہے، لیکن ہماری سابقہ تقریر اس دلیل کے توڑنے اور ان کے تعلق کو باطل کرنے کیلئے کافی ہے۔

دوسری فرع: ایسے شبہات کا ذکر، جن میں دیکھنے والا چھوٹا بچہ ہے یا دیکھنے کا عمل بلا قصد وارادہ ہوگیا۔

پانچواں شبہ

کچھ لوگوں نے عبدالرحمن بن عابس سے مروی ایک حدیث کا سہارا لیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے: ان سے پوچھا گیا: کیا آپ نے کبھی

۱ سنن نسائی وغیرہ

نبی ﷺ کے ساتھ عید کی نماز ادا کی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اور اگر میں چھوٹی عمر کا بچہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کے ساتھ عید میں حاضر نہ ہوسکتا ہوتا...... ۔

رسول اللہ ﷺ کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس نصب نشان کے پاس آئے، وہاں عید کی نماز کی امامت فرمائی، پھر خطبہ ارشاد فرمایا، پھر عورتوں کے اجتماع میں تشریف لے گئے اور بلال بھی آپ کے ساتھ تھے، انہیں وعظ ونصیحت فرمائی اور صدقہ ادا کرنے کا حکم دیا، میں نے دیکھا کہ عورتیں اپنے ہاتھوں کے ساتھ بلال کے کپڑے میں صدقہ ڈال رہی تھیں، پھر رسول اللہ ﷺ بلال کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے گئے۔[1]

جواب: حدیث میں عورتوں کے ہاتھوں کے کھلا ہونے کی کوئی صراحت نہیں ہے، لہذا اس کے ساتھ استدلال نامکمل ہوگا، اور ہاتھ اگرچہ دستانوں یا کپڑوں کے اطراف سے ڈھکے ہوئے ہوں ان پر دیکھنے کا اطلاق ہوسکتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ ان کے ہاتھ کھلے ہوئے تھے تو دیکھنے والے تو عبداللہ بن عباس تھے، جو اس وقت چھوٹے بچے تھے، اس وقت بلال کے ساتھ ہونے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ بلال نے بھی ان کے ہاتھ دیکھے ہوں گے۔

جیسا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں نبی ﷺ کے بحالتِ قیام پیشاب کرنے کا ذکر ہے اور حذیفہ آپ کے پیچھے کھڑے تھے، سے یہ لازم نہیں آتا کہ حذیفہ آپ کی برہنگی کو دیکھ رہے تھے۔

اگر کوئی شخص عبداللہ بن عمر کی حدیث کہ وہ حفصہ کے گھر کی چھت پہ چڑھے اور انہوں

[1] صحیح بخاری

نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ قضاءِ حاجت فرما رہے تھے۔[1] سے یہ استدلال کرے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی برہنگی دیکھی تھی، تو اس شخص کا یہ استدلال مردود ہوگا۔

اس قسم کے لوازم جو اپنے مدعٰی پر لازم نہیں آتے، سے استدلال بالکل ردی اور ساقط ہوتا ہے، جس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی، اس قسم کا استدلال وہی شخص مجبور ہوکر کرسکتا ہے، جس کا استدلال سے قبل کوئی عقیدہ بن چکا ہو، جس سے اس کا چھٹکارا پانا مشکل ہو، یا پھر اس قسم کا استدلال اسی شخص سے ممکن ہے جو کسی برے ارادے میں مبتلا ہو، جو اس کے سوءِ فہم کو مستلزم ہو۔

چھٹا شبہ

کچھ لوگوں نے قیس بن ابی حازم سے مروی ایک اثر کا سہارا لیا ہے، وہ فرماتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ہلکے بدن اور سفید رنگت والے آدمی تھے، میں نے اسماء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ اپنے گدے ہوئے ہاتھوں سے اپنے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ سے موذی چیزیں دور کررہی تھیں۔[2]

جواب: اس کا جواب کئی وجوہ سے ممکن ہے:

(۱) یحیٰ بن معین قیس بن ابی حازم کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ وہ ستانوے یا اٹھانوے ہجری میں فوت ہوئے۔[3]

[1] بخاری ومسلم
[2] ابن سعد اور ابن جریر فی تہذیب الآثار وغیرہ
[3] تہذیب الکمال للمزی: ۱۶/۲۴

جبکہ ابن حجر عسقلانی (تقریب التھذیب) میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرماتے ہیں: ان کا جمادی اولیٰ، ۱۳ ہجری میں انتقال ہوا۔

اس تفصیل سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ قیس بن ابی حازم نے جس وقت اسماء کو دیکھا، اس وقت وہ سنِ بلوغت کو نہیں پہنچے تھے، جس وقت وہ مدینہ آنے کیلئے نکلے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے، چنانچہ انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔[1]

---

[1] ابن حجر "الإصابہ" میں قیس بن ابی حازم کے ترجمہ میں کہتے ہیں: "ابن مندہ نے ایک کمزور سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ قیس بن ابی حازم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت حاصل ہے، چنانچہ ابن مندہ نے اپنی سند کے ساتھ قیس کا یہ قول ذکر کیا ہے: "میں اپنے والد کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، مجھے میرے والد نے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس وقت میری عمر ۷ یا ۸ سال تھی۔" ابن مندہ نے خود اس روایت کو غیر صحیح کہا ہے۔ خطیب نے بھی اس روایت کو اپنی سند سے روایت کیا ہے البتہ اس میں "اس وقت میری عمر ۷ یا ۹ سال تھی" کے الفاظ ہیں۔ خطیب نے بھی اس روایت پر "لا یصح" (یعنی یہ روایت صحیح نہیں ہے) کا حکم لگایا ہے۔"

اس حدیث کا اصل اگر ثابت بھی ہو جائے پھر بھی اس میں غلطی بالکل واضح ہے، چنانچہ ابن حجر کہتے ہیں: "مسند بزار میں قیس کے یہ الفاظ ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آیا لیکن جب میں مدینہ میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے، میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے پایا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے ابوبکر کا نام ہی درست ہے، البتہ اس روایت میں ۷ یا ۸ سال کے الفاظ درست نہیں ہیں، کیونکہ بسندِ صحیح مذکور ہے کہ قیس نے ۱۱۰ سال کی عمر میں وفات پائی ہے، ان کے سنِ وفات میں اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق سن وفات ستر ہجری سے اوپر ہے، اس قول کی روشنی میں ان کا سن پیدائش ہجرت سے پانچ سال پہلے بنتا ہے اور نتیجۃً وفات نبوی کے موقع پر ان کی عمر ۱۵ سال بنتی ہے، لہذا پہلے اثر میں ۷ یا ۸ سال کی عمر میں خطبہ سننے والی بات صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ قیس کی عمر سے متعلق ابن حجر کا یہ قول ایک اندازہ ہی کی حیثیت رکھتا ہے لہذا ان کی یہ بات ہمارے قول (بلوغت سے قبل اسماء کو دیکھنا) کے متعارض نہیں ہے۔ اور اگر ابن حجر کا اندازہ غلط ہے تو پھر تو قیس کی عمر وفات نبوی کے موقع پر یقیناً ۱۵ سال سے کم ہی بنتی ہے۔ (واللہ اعلم)

پھر ہم (تہذیب التہذیب) میں واردان کے ترجمہ کے حوالے سے بھی غافل نہیں رہ سکتے، جس کے مطابق ان پر جرح کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کی کچھ احادیث ہیں جو کہ منکر ہیں۔

(۲) پھر یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اسماء کے ہاتھوں کا ظاہر ہونا بلا قصد وارادہ ہو، جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مضرت رساں چیزیں دور کر رہی تھیں، اس کی تائید مجالد کی روایت سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ وہ قیس سے بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، جبکہ وہ بیمار تھے کی خدمت میں حاضر ہوا، اسماء بنت عمیس انہیں اپنے ہاتھوں سے پنکھا جھل رہی تھیں، مجھے ان کی کلائیوں میں گدنے کے نشان دکھائی دے رہے تھے۔[1]

یہ بات معلوم ہے کہ کلائیوں کا ظاہر کرنا ناجائز ہے (لہذا اسے بلا قصد وارادہ ظاہر ہونے پر محمول کیا جا سکتا ہے)

تیسری فرع: ایسی روایت سے استدلال جس میں عورت بوڑھی ہونے کی وجہ سے معذور ہے۔

ساتواں شبہ

کچھ لوگوں نے عروہ بن عبداللہ بن قشیر سے مروی ایک اثر کا سہارا لیا ہے، وہ فاطمہ بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آگے فرماتے ہیں: میں نے ان کے ہاتھوں میں دو بھاری بھاری کنگن دیکھے، ہر ہاتھ میں دو دو تھے، اس کے علاوہ میں نے

---

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر: ۴۹/۴۵۸

ان کے ہاتھ میں انگوٹھی بھی دیکھی ......الخ [1]

جواب: اس اثر اور اس جیسے دیگر آثار سے کتاب وسنت کے نصوص اور مسلمانوں کے عمل کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ ابن عساکر ہی میں ایک روایت موجود ہے جس سے اس عورت کا بوڑھا ہونا ثابت ہوتا ہے، چنانچہ عروہ بن عبداللہ بن قشیر فرماتے ہیں: میں فاطمہ بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کی گردن میں موتیوں کا ہار تھا اور ان کے دونوں ہاتھوں میں دو کنگن تھے اور وہ بہت ہی بڑھاپے کی عمر میں داخل تھیں۔ [2]

یہ بھی احتمال ہے کہ عروہ چھوٹی عمر کے بچے ہوں، جس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ مذکورہ تمام زینتیں، اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرنا حرام ہے۔

[1] ابن سعد، ابن عساکر

[2] تاریخ دمشق لابن عساکر: ۷۰/۳۶

تیسری فصل

(ایسے شبہات کا بیان، جو ردی اور فاسد قسم کے استنباطات پر قائم ہیں)

آٹھواں شبہ

کچھ لوگوں نے عطاء بن ابی رباح سے مروی ایک اثر کا سہارا لیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا وہ (حج میں) ہدی کے طور پر لے جائی جانے والی بکریوں کے قلادوں کو بٹ دے رہی تھیں۔ [1]

جواب: تمام اہل علم، جیسا کہ قاضی عیاض وغیرہ نے نقل فرمایا ہے، اس بات پر متفق ہیں کہ امہات المؤمنین کیلئے، اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپے رکھنا فرض تھا۔

پھر عطاء نے یہ کہاں ذکر کیا ہے کہ ان کے ہاتھ ظاہر ہو رہے تھے، جبکہ قلادوں کو بٹ دینے سے ہاتھوں کا کھلا ہونا لازم نہیں آتا۔ چادر کے اندر چھپے ہوئے یا دستانے پہنے ہوئے ہاتھوں سے بھی بٹ دینا ممکن ہے۔

پھر یہ احتمال بھی ممکن ہے کہ عطاء بن ابی رباح اس وقت صغیر السن ہوں۔

نواں شبہ

کچھ لوگوں نے محمد بن عقیل سے مروی ایک حدیث کا سہارا لیا ہے، وہ کہتے ہیں مجھے علی

[1] مصنف عبدالرزاق

بن حسین نے ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تا کہ میں ان سے رسول اللہ ﷺ کے وضوء کی بابت سوال کروں؛ اور رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی اس کے پاس وضوء فرمایا کرتے تھے، چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے ایک برتن نکالا جس کی مقدار ایک مد کے برابر تھی اور فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے وضوء کیلئے اس برتن میں پانی پیش کیا کرتی تھی۔[1]

جواب: اس حدیث میں قطعی طور پر ایسی کوئی دلالت نہیں ہے کہ ربیع بنت معوذ کے ہاتھ کھلے ہوئے تھے، نہ کوئی ایسا اشارہ ہے جس سے یہ لازم آتا ہو، یہ احتمال بھی ممکن ہے کہ محمد بن عقیل صغیر السن ہوں، یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے ہاتھ دستانوں میں چھپے ہوں۔

دسواں شبہ

کچھ لوگوں نے عیسیٰ بن عثمان رحمہ اللہ سے مروی ایک اثر کا سہارا لیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، ایک شخص نے آکر ان کے سامنے ان کے والد کی تعریف شروع کردی، انہوں نے خاک لیکر اس کے چہرے پر اڑادی۔[2]

جواب: اس اثر میں ایسی کوئی دلالت نہیں کہ ان کے ہاتھ ظاہر ہوں، نہ ایسا کوئی اشارہ ہے جس سے یہ لازم آتا ہو، پھر ان کا خاک اڑانے کا عمل ہاتھوں میں دستانے پہنے ہوئے بھی ممکن ہے۔

---

[1] مسند حمیدی، طبرانی کبیر

[2] ابن سعد، ابن عساکر

خاتمہ

ہماری سابقہ بحث سے بہت سے نتائج برآمد ہو رہے ہیں، جن میں سے کچھ اہم نتائج اور فوائد کا الگ سے ذکر کرنا مناسب معلوم ہو رہا ہے:

○ اسلامی سلطنتیں اور بالخصوص بلادِ حرمین شریفین، اسلام کے دشمنوں اور ان کے ہمنواؤں کی گمراہ کن دعوت کا خصوصی ہدف ہیں۔

○ مسلمان عورت اسلامی آداب کے ساتھ مزین ہوتی ہے، یہ آداب بہ بانگِ دہل اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان عورت اپنے پردے اور عزت ووقار کے اہتمام میں خوب مبالغے سے کام لے۔

○ ہمارا یہ زمانہ فتنے کا زمانہ ہے، ان حالات میں علماءِ اسلام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان ضروری احتیاطات کو اختیار کریں جو ان تمام ذرائع کا سدِ باب کر سکیں جو شر کا دروازہ کھولتے ہیں، ان ذرائع میں سرفہرست چہرہ کی بے پردگی کی اباحت کا فتویٰ ہے۔

○ چہرے کا اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرنا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا حرام ہونا جمہور علماء کے قول سے ثابت ہے، اور یہی قول صحیح ہے، تمام شرعی ادلہ اور اصولی قواعد اسی قول کی تائید کرتے ہیں۔

○ جو شخص ائمۂ اربعہ میں سے کسی امام کی طرف یہ قول منسوب کرے کہ وہ اس زمانے

میں عورت کیلئے کھلے منہ راستوں اور بازاروں میں گھومنا پھرنا جائز قرار دیتے ہیں، تو اس نے اس امام پر افتراء باندھا ہے اور اس کی طرف ایک ایسا قول منسوب کیا ہے جو انہوں نے نہیں فرمایا۔

○ چہرہ کھلا رکھنے کے جواز کے قائلین نے جن دلائل سے استدلال کیا ہے، وہ ان کے موقف کو ثابت کرنے کیلئے قابل استدلال نہیں، ان کے استدلالات کی نوعیت یہ ہے کہ یا تو وہ صحیح ہیں لیکن موقف کے اثبات کیلئے صریح نہیں ہیں، یا پھر صریح تو ہیں لیکن باعتبارِ ثبوت صحیح نہیں ہیں، یا پھر کسی عذرِ شرعی کی بناء پر محلِ نزاع ہی سے خارج ہیں۔

○ جبکہ اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث (عورت جب بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے......الخ) باعتبارِ سند ضعیف ہے اور باعتبارِ متن منکر ہے۔ (یہ ان حضرات کی سب سے اظہر دلیل شمار ہوتی ہے)

○ (سفعاء الخدین) والی حدیث اور وہ حدیث جس میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا خثعمی عورت کی طرف دیکھنا مذکور ہے، میں ایسے طرح طرح کے احتمال قائم ہیں جن کی بناء پر ان سے استدلال باطل ہوجاتا ہے۔

○ عبداللہ بن عباس کی آیت کریمہ [اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا] کی ہاتھ اور چہرے کے ساتھ تفسیر، آیتِ حجاب کے نزول سے قبل پر محمول ہے، جبکہ قاضی نے عبداللہ بن عباس کا وہ قول بھی نقل کیا ہے جو عورت کے چہرے کے ڈھانپنے کے وجوب پر منتج ہوتا ہے اور جمہور علماء کے قول کے موافق ہے۔

○ ائمہ اربعہ کی طرف جو یہ قول منسوب ہے کہ انہوں نے چہرے اور ہاتھ کو (عورۃ) یعنی پردہ قرار نہیں دیا، تو بہت سے محققین کے نزدیک یہ نماز کے پردہ پر محمول ہے نہ کہ نظر کے پردہ پر۔

○ قدیماً وحدیثاً تمام علماء عورت کے اجنبی مردوں کی موجودگی میں چہرے اور ہاتھوں کے ڈھانپے رکھنے کی مشروعیت پر متفق ہیں، اختلاف صرف وجوب میں ہے، استحباب میں نہیں۔

○ شرعاً وعرفاً خمار سے مراد وہ کپڑا ہے جو عورت کے چہرے، گردن، گریبان اور سینے کو ڈھانپ لے، جس کی صورت یہ ہے کہ عورت خمار اپنے سر پہ ڈال کر گردن پر لپیٹ لے اور بقیہ کپڑا اپنے چہرے، سینے اور گریبان پر ڈال لے۔

○ راسخین فی العلم علماء کا منہج یہ ہے کہ وہ متشابہ کو محکم پر پیش کرتے ہیں، نیز مؤمنین کا طریقہ اور منہج یہی ہے کہ وہ اختلافی مسائل کو کتاب وسنت کے ظاہر پر پیش کرتے ہیں۔

○ پردہ کا حکم دینے والے کتاب وسنت کے نصوص کا، ذہنی آراء اور عقلی افتراضات کے ساتھ معارضہ جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ] یعنی: اللہ تعالیٰ کیلئے اپنی عقل اور رائے سے مثالیں بیان مت کرو۔

لہذا شرعی نصوص کے سامنے جھک جانا اور انہیں تسلیم کرلینا ہی اصل فریضہ ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں کہ وہ میری اس کوشش کو اپنی رضاء کیلئے خالص بنادے اور مسلمانوں کیلئے نافع بنادے، اس رسالہ میں جو جو درست باتیں ہیں وہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اور جو غلط باتیں ہیں وہ میری نفس کی طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے بری ہیں۔ وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین.

کتبہ/علی بن عبداللہ النمی

مصادر ومراجع

(الآداب الشرعية والمنح المرعية): أبوعبدالله محمد بن مفلح المقدسی (ت:۲٦۳ھ) مؤسسة قرطبة۔

(إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة): احمد بن أبي بكر البوصيری(ت:۸۴۰ھ) تحقيق عادل بن سعد والسيد بن محمود،مكتبة الرشد۔ الرياض،الطبعة الأولى۱۴۱۹ھ۔

(إتقان فی علوم القرآن): عبدالرحمن أبي بكر السيوطی (ت:۹۱۱ھ)دار المعرفة۔بيروت،مصفى البابی الحلبی۔ مصر،الطبعة الرابعة۱۳۹۸ھ۔

(الأحاديث المختارة): أبوعبدالله محمد بن عبدالواحد المقدسی (ت:٦۴۳) تحقيق د۔عبدالملك بن عبدالله بن دهيش ،دار خضر۔ بيروت،الطبعة الأولى۱۴۱۰ھ۔

(الإحسان فی تقريب صحيح ابن حبان): ترتيب علی بن بلبان الفارسی (ت:۷۳۹ھ) تحقيق شعيب الأرناؤط،مؤسسة الرسالة۔ بيروت،الطبعة الأولى۱۴۰۸ھ۔

(الاستذكار): أبوعمر يوسف بن عبدالله بن عبدالبر(ت:۴٦۳ھ) تحقيق د۔ عبدالعطی قلعجی،دار قتيبة۔بيروت ،دار الوعی۔ القاهره، الطبعة الأولى ۱۴۱۴ھ۔

(أسد الغابة فی معرفة الصحابة): أبوالحسن علی بن محمد الجزری

(ت:٦۳۰ھ) تحقيق علی محمد معوض وعادل أحمد عبدالموجود،دار الكتب العلمية۔بيروت۔

(الإصابة فی تمييز الصحابة): أبوالفضل أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (ت:۸۵۲ھ)،وبذيله (الاستيعاب فی معرفة الأصحاب)،تحقيق د۔ طه محمد زينی،مكتبة الكليات الأزهرية۔مصر،الطبعة الأولى۔

(أضواء البيان فی إيضاح القرآن بالقرآن): محمد الأمين بن محمد المختار الشنقيطی،عالم الكتب۔بيروت۔

(إعلام الموقعين عن رب العالمين): أبوعبدالله محمد بن أبي بكر المعروف بابن قيم الجوزية(ت:۷۵۱ھ)تحقيق محمد عبدالحميد،المكتبة العصرية۔بيروت،۱۴۰۷ھ۔

(الأغانی): أبوالفرج علی بن الحسين الأصفهانی (ت:۳۵٦) شرح... مهنا وسمير جابر،دار الفكر۔بيروت،الطبعة الثالثة ۱۴۱۵ھ۔

(الأم): أبوعبدالله محمد بن إدريس الشافعی(ت:۲۰۴ھ) إشراف محمد زهری النجار،دار المعروفة۔بيروت۔

(الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف): أبوالحسن علی بن سليمان المرداوی،(ت:۸۸۵ھ) تصحيح محمد حامد الفقی،دار السنة المحمدية۔ القاهره، الطبعة الأولى ۱۳۷۵ھ۔

(البحر المحيط فی تفسير القرآن الكريم): أبوحيان محمد بن يوسف الأندلسی(ت:۷۴۵ھ)تحقيق عادل الموجود وآخرون ،دار الكتب العلمية۔ بيروت،الطبعة الأولى۱۴۲۲ھ۔

(بدائع الفوائد):ابن القيم،محمد بن أبي بكر،(ت:۷۵۱ھ) دار الكتب

العربی۔بیروت۔

(البدر المنیر): أبوحفص عمر بن علی الأنصاری المعروف بابن الملقن (ت:۸۰۴ھ) تحقیق مصطفی أبو الغیط واثنان معه،دار الهجرة۔الریاض،الطبعة الأولی۱۴۲۵ھ۔

(بذل المجهود فی حلّ أبی داود): خلیل أحمد السّهار نفوری(ت:۱۳۴۶ھ) تعلیق محمد الکاندهلوی،دار الریان للتراث۔ القاهرة،الطبعة الأولی۱۴۰۸ھ۔

(بیان الوهم والإیهام فی کتاب الأحکام): أبوالحسن علی بن محمد المعروف بابن القطان (ت:۶۲۸ھ) تحقیق د۔الحسین آیت سعید،دار طیبة۔ الریاض،الطبعة الأولی۱۴۱۸ھ۔

(تاریخ بغداد): ابوبکر أحمد بن علی الخطیب البغدادی(ت:۴۶۳ھ) دار الکتب العلمیة۔بیروت۔

(تاریخ مدینة دمشق): أبوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر (ت:۵۷۱ھ) تحقیق أبی سعید عمر العمروی،دار الفکر۔بیروت،۱۴۱۵ھ۔

(تخریج الأحادیث والآثار الواقعة فی تفسیر الکشاف للزمخشری): أبومحمد عبدالله بن یوسف الزیلعی(ت:۷۶۲ھ)،ومعه مختصر تخریج أحادیث الکشاف لابن حجر،عنایة سلطان بن فهد الطبیشی،،دار ابن خزیمة۔ الریاض، الطبعة الأولی ۱۴۱۴ھ۔

(تفسیر البحر المحیط): أبوحیّان محمد بن یوسف الأندلسی (ت:۷۴۵ھ) تحقیق عادل أحمد عبدالموجود وآخرون ،دار الکتب العلمیة۔بیروت،الطبعة الأولی ۱۴۲۲ھ۔

(تفسیر القرآن): أبوبکر عبدالرزاق بن همام الصنعانی(ت:۲۱۱ھ)

مکتبة الرشد۔الریاض،الطبعة الأولی،۱۴۱۰ھ۔

(تفسیر القرآن العظیم): أبوالفداء إسماعیل بن کثیر القرشی (ت:۷۷۴ھ) دار الفکر ۔بیروت،۱۴۰۷ھ۔

(تفسیر القرآن العظیم): أبومحمد عبدالرحمن بن محمد الرازی ابن أبی حاتم(ت:۳۲۷ھ)تحقیق أسعد الطیب،مکتبة نزار مصطفی الباز۔مکة المکرمة،الطبعة الثانیة۱۴۱۹ھ۔

(التفسیر الکبیر): أبوالعباس أحمد بن عبدالحلیم بن تیمیة (ت:۷۲۸ھ) تحقیق د۔عبدالرحمن عمیرة،دار الکتب العلمیة ۔بیروت،الطبعة الأولی۱۴۰۸ھ۔

(التلخیص الحبیر): أبوالفضل أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (ت:۸۵۲ھ)عنایة عبدالله هاشم،دار المعرفة۔بیروت۔

(تهذیب السنن): ابن القیم؛محمد بن أبی بکر (ت:۷۵۱ھ) بذیل عون المعبود۔

(تهذیب الکمال فی أسماء الرجال): أبوالحجاج یوسف المزی (ت:۷۴۲ھ) تحقیق د۔بشار عواد معروف،مؤسسة الرسالة۔ بیروت،الطبعة الثالثة۱۴۱۳ھ۔

(الثقات): أبوحاتم محمد بن حبان البستی(ت:۳۵۴ھ)مجلس دائرة المعارف۔الهند،الطبعة الأولی۔

(ثلاث رسائل فی الحجاب): ابن باز،ابن عثیمین،السندی) طبعة التوعیة الإسلامیة۔

(جامع البیان عن تأویل القرآن): أبوجعفر محمد بن جریر الطبری (ت:۳۱۰ھ)مصطفی البابی الحلبی مصر،الطبعة الثالثة۱۳۸۸ھ۔

(الجامع لأحكام القرآن): أبوعبدالله محمد بن أحمد القرطبي (ت:٦٧١هـ) مطابع الهيئة المصرية العامة للكتاب، الطبعة الثالثة عن الطبعة الثانية بدار الكتب المصرية.

(جلباب المرأة المسلمة): أبوعبدالرحمن محمد ناصر الدين الألباني، المكتبة الإسلامية- الأردن، الطبعة الأولى للطبعة الجديدة ١٤١٣هـ.

(الجوهر النقي- بذيل السنن الكبرى): أبوالحسن علي بن عثمان المارديني المشهير بابن التركماني (ت:٧٤٥هـ) دار المعرفة- بيروت.

(الحاوي الكبير): أبوالحسن علي بن محمد الماوردي (ت:٤٥٠هـ) حققه د. محمد مطرجي وآخرون، دار الفكر- بيروت ١٤١٤هـ.

(حراسة الحجاب)

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء): أبونعيم أحمد بن عبدالله الأصفهاني (ت:٤٣٠هـ) دار أم القرى- القاهرة.

(الدر المنثور في التفسير المأثور): عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي (ت:٩١١هـ) دار الفكر- بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٣هـ.

(دروس وفتاوى في الحرم المكي): الشيخ أبو عبد الله محمد بن صالح بن عثيمين، إعداد بهاء آل دحروج، دار شمس- الرياض، دار البشر- طنطا، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

(ذكريات): الشيخ علي الطنطاوي، مراجعة مجاهد مأمون، دار المنارة، جدة، الطبعة الخامسة.

(روضة المحبين ونزهة المشتاقين): ابن القيم؛ محمد بن أبي بكر (ت:٧٥١هـ) تحقيق د- سيد الجميلي، دار الهدى- الرياض.

(روح المعاني في تفسير القرآن): أبوالثناء محمود بن عبدالله الآلوسي (ت:١٢٧٠هـ) دار الفكر- بيروت، ط ١٤٠٨هـ.

(زاد المسير في علم التفسير): أبوالفرج عبدالرحمن بن علي بن محمد الجوزي، (ت:٥٩٧هـ) المكتب الإسلامي- بيروت، الطبعة الرابعة ١٤٠٧هـ.

(زاد المعاد في هدى خير العباد): ابن القيم؛ محمد بن أبي بكر (ت:٧٥١هـ) تحقيق شعيب الأرناؤوط وعبدالقادر الأرناؤط، مؤسسة الرسالة ومكتبة المنار- بيروت، الطبعة الثالثة عشر ١٤٠٦هـ.

(سبل السلام شرح بلوغ المرام): أبوإبراهيم محمد بن إسماعيل الصنعاني (ت:١١٨٢هـ) دار ابن عفان- القاهرة، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ.

(سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد): أبوعبدالله محمد بن يوسف الصالحي (ت:٩٤٢هـ) تحقيق عادل أحمد وعلي محمد، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤هـ.

(سنن ابن ماجه): أبوعبدالله محمد بن يزيد القزويني (ت:٢٧٣هـ) تحقيق محمد فؤاد عبدالباقي، دار إحياء الكتب العربية- فيصل عيسى البابي الحلبي- مصر.

(سنن أبي داؤد): أبوداؤد سليمان بن الأشعث السجستاني (ت:٢٧٥هـ) تعليق عزت عبيد الدعاس، مكتبة الحنفاء، الطبعة الأولى، ١٣٩١هـ.

(سنن الترمذي): أبوعيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي (ت:٢٧٩هـ) تحقيق أحمد شاكر ومحمد فؤاد وإبراهيم بن عطوة، مكتبة مصطفى الحلبي- مصر، الطبعة الثانية ١٣٩٨هـ.

(سنن الدار القطني): أبوالحسن علي بن عمر الدار قطني (ت:٣٨٥هـ) عالم

الکتب۔بیروت۔

(السنن الکبری): أبوبکر أحمد بن الحسین البیهقی(ت:۴۵۸ھ) دار المعرفة۔ بیروت۔

(السنن الکبری): أبوعبدالرحمن أحمد شعیب النسائی(ت:۳۰۳ھ) تحقیق د۔عبدالغفار سلیمان البنداری وسید کسروی حسن،دار الکتب العلمیة بیروت،الطبعة الأولی ۱۴۱۱ھ۔

(سنن النسائی): أبوعبدالرحمن أحمد بن شعیب النسائی (ت:۳۰۳ھ) عنایة عبد الفتاح أبو غدة،دار البشائر الإسلامیة۔بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۰۹ھ۔

(سیر أعلام النبلاء): محمد بن أحمد الذهبی(ت:۷۴۸ھ) تحقیق شعیب الأرناؤط وجماعة،مؤسسة الرسالة۔بیروت۔

(شرح منظومة الآداب): أبوالنّجا موسی بن أحمد الحجاوی الصالحی (ت:۹۶۸ھ) تحقیق۔د عبدالسلام الشویعر،دار ابن الجوزی۔الریاض الطبعة الأولی ۱۴۲۶ھ۔

(شرح صحیح مسلم): أبوزکریا یحیی بن شرف النووی(ت:۶۷۶ھ) دار الکتب العلمیة۔بیروت۔

(الصارم المشهور علی أهل التبرج والسفور): التویجری حمود بن عبدالله،دار السلام۔بیروت،الطبعة الثانیة ۱۳۹۹ھ۔

(صحیح ابن خزیمہ): أبوبکر محمد بن إسحاق بن خزیمة (ت:۳۱۱ھ) تحقیق د۔ محمد مصطفی الأعظمی، المکتب الإسلامی۔بیروت،الطبعة الأولی ۱۳۹۵ھ۔

(صحیح البخاری): أبوعبدالله محمد بن إسماعیل البخاری(ت:۲۵۶ھ)

تحقیق د۔مصطفی دیب البغا،مطبعة الهندی۔

(صحیح مسلم): أبوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری(ت:۲۶۱ھ) تحقیق محمد فؤاد عبدالباقی،مطبعة الحلبی۔مصر۔

(ضعیف الجامع الصغیر وزیادته): أبوعبدالرحمن ناصر الدین الألبانی، إشراف زهیر الشاویش،المکتب الإسلامی۔بیروت،الطبعة الثالثة ۱۴۱۰ھ۔

(الطبقات الکبری): محمد بن سعد بن منیع (ت:۲۳۰ھ) تحقیق محمد عبد القادر عطا،دار الکتب العلمیة۔بیروت،الطبعة الأولی ۱۴۱۰ھ۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری): أبومحمد محمود بن أحمد العینی (ت:۸۵۵ھ) دار إحیاء التراث العربی ومؤسسة التاریخ العربی۔بیروت

(عون المعبود شرح سنن أبی داؤد): أبوالطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی،ضبط وتحقیق عبدالرحمن محمد عثمان،(ومعه تهذیب السنن لابن القیم)الطبعة الثانیة ۱۳۸۸ھ۔

(عیون الأخبار): أبومحمد عبدالله بن مسلم بن قتیبة(ت:۲۷۶ھ) تحقیق د۔محمد الإسکندرانی،دار الکتاب العربی۔بیروت،الطبعة الأولی ۱۴۱۴ھ۔

(فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء): جمع وترتیب أحمد بن عبد الرزاق الدویش ،طبع رئاسة إدارة البحوث العلمیة والإفتاء۔ الریاض،الطبعة الثانیة ۱۴۲۱ھ۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری): أبوالفرج ابن رجب (ت:۷۹۵ھ) تحقیق محمود بن شعبان وآخرون،مکتبة الغرباء الأثریة۔المدینة النبویة، الطبعة الأولی ۱۴۱۷ھ۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری): أبوالفضل أحمد بن علی بن حجر

العسقلانی(ت:۸۵۲ھ) (ومعه صحيح البخاری) الطبعة الأولى بالمطبعة السلفية۔

(الفتح الربانی): أحمد بن عبدالرحمن البنا۔ الساعاتی، دار إحياء التراث العربی۔ بيروت۔

(الفقيه والمتفقه): أبوبكر أحمد بن علی الخطيب البغدادی (ت:۴۶۲ھ) تحقيق عادل يوسف، دار ابن الجوزی۔ الدمام، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ۔

(فيض القدير شرح الجامع الصغير): محمد المدعو بعبد الرؤف المناوی(ت:۱۰۳۱ھ) دار إحياء السنة النبوية، الطبعة الأولى ۱۳۵۶ھ)

(الكامل فی ضعفاء الرجال): أبوأحمد عبدالله بن عدی(ت:۳۶۵ھ) دار الفكر۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ۔

(الكشاف عن حقائق التنزيل): أبوالقاسم جارالله محمود بن عمر الزمخشری(ت:۵۳۸ھ) تحقيق محمد الصادق، مصطفى البابی الحلبی۔ مصر الطبعة الأخيرة ۱۳۹۲ھ۔

(المبسوط): أبوبكر محمد بن أحمد السرخسی(ت:۴۹۰ھ) دار المعرفة۔ بيروت، ۱۴۰۹ھ۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد): أبوالحسن علی بن أبی بكر الهيثمی، دار الكتب العلمية۔ بيروت، ۱۴۰۸ھ۔

(مجموع الفتاوى): أبوالعباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية (ت:۷۲۸ھ) جمع عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، دار عالم الكتب۔ الرياض، ۱۴۱۲ھ۔

(مجموع فتاوى ومقالات متنوعة): أبوعبدالله عبدالعزيز بن عبدالله

بن باز، جمع د۔ محمد الشويعر، إشراف رئاسة إدارة البحوث العلمية۔ الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۲۱ھ۔

(المحلى): أبومحمد علی بن أحمد بن حزم(ت:۴۵۶ھ) تحقيق لجنة إحياء التراث العربی، دار الآفاق۔ بيروت۔

(مختصر زوائد مسند البزاز): أبوالفضل أحمد بن علی بن حجر العسقلانی، تحقيق صبری عبدالخالق أبوذر، مؤسسة الكتب الثقافية۔ بيروت الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ۔

(مختصر سنن أبی داود): أبومحمد عبدالعظيم بن عبد القوی المنذری (ت:۶۵۶ھ) تحقيق محمد حامد الفقی، دار المعرفة۔ بيروت۔

(مدارك التنزيل وحقائق التأويل): أبو البركات عبد الله بن أحمد النسفی(ت:۷۱۰ھ) مطبعة السعادة۔ مصر، ۱۳۲۶ھ۔

(مسائل الإمام أحمد): أبوداود سليمان بن أشعث السجستانی (ت:۲۷۵ھ) تحقيق طارق بن عوض الله، مكتبة ابن تيمية۔ القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔

(المستدرك على الصحيحين): أبوعبدالله محمد بن عبدالله الحاكم، ومعه (تلخيص المستدرك) للذهبی، دار المعرفة۔ بيروت۔

(المسند): أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل(ت:۲۴۱ھ) تحقيق أحمد بن محمد بن شاكر، دار المعارف۔ مصر، الطبعة الثالثة ۱۳۶۸ھ۔

(المسند): أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل(ت:۲۴۱ھ) دار الفكر۔

(المسند): أبوعبدالله محمد بن ادريس الشافعی(ت:۲۰۴ھ) تحقيق (المعروف بشفاء العی) مجدی بن محمد، مكتبة ابن تيمية۔ القاهرة، الطبعة

الأولى ۱۴۱۶ھ۔

(مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجة): أبو العباس أحمد بن أبی بکر البوصیری (ت:۸۴۰ھ) تحقیق موسی محمد علی ود۔عزت علی عطیة، مطبعة حسان۔ القاهره۔

(المصنف): أبوبکر عبدالرزاق بن همام الصنعانی، تحقیق حبیب الرحمن الأعظمی، المکتب الإسلامی ۔بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۰۳ھ۔

(معالم التنزیل): أبو محمد الحسین بن مسعود البغوی، تحقیق خالد العک ومروان سوار، دار المعرفة ۔بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۰۷ھ۔

(معرفة السنن والآثار): أبوبکر أحمد بن الحسین البیهقی (ت:۴۵۸) تحقیق د۔عبدالمعطی القلعجی، دار الوفاء۔ المنصوره، الطبعة الأولی ۱۴۱۲ھ۔

(المعین علی تفهم الأربعین): أبوحفص عمر بن علی الأنصاری المعروف بابن الملقن (ت:۸۰۴ھ) تحقیق عبد العال مسعد، الفاروق الحدیثیة۔ القاهرة، الطبعة الأولی ۱۴۲۶ھ۔

(المغنی): أبو محمد عبدالله بن أحمد بن قدامة (ت:۶۲۰ھ) تحقیق د۔ عبد الله الترکی ود۔عبدالفتاح الحلو۔ القاهرة، الطبعة الأولی ۱۴۰۹ھ۔

(مغنی المحتاج إلی معرفة معانی ألفاظ المنهاج): محمد بن أحمد الشربینی الخطیب (ت:۹۷۷ھ) دار الفکر۔

(المفهم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم): أبوالعباس أحمد بن عمر القرطبی (ت:۶۵۶ھ) حققه محی الدین دیب مستو وثلاثة آخرون، دار ابن کثیر ۔بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۲۰ھ۔

(المنهج المبین فی شرح الأربعین): أبوحفص عمر بن علی الفاکهانی

(ت:۷۳۱ھ) تحقیق شوکت بن رفقی، دار الصمیعی ۔الریاض، الطبعة الأولی ۱۴۳۸ھ۔

(الموافقات فی أصول الشریعة): أبو إسحاق إبراهیم بن موسی الشاطبی (ت:۷۹۰ھ) تحقیق عبدالله دراز وآخرون، دار الکتب العلمیة۔ بیروت۔

(الموطأ): أبو عبدالله مالك بن أنس الأصبحی (ت:۱۷۹ھ) روایة یحیی بن یحیی، تحقیق محمد فؤاد بن عبدالباقی، دار إحیاء الکتب۔بیروت۔

(النهایة فی غریب الحدیث والأثر): أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد المعروف بابن الأثیر، تحقیق محمود الطناحی والطاهر الزاوی، أنصار السنة المحمدیة ۔باکستان۔

(نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار): أبو عبدالله محمد بن علی الشوکانی (ت:۱۲۵۰ھ) تخریج خلیل مأمون شیحا، دار المعرفة ۔بیروت ، الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ۔

(هدی الساری مقدمة فتح الباری): أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (ت:۸۵۲ھ) إخراج محب الدّین الخطیب إشراف قصی الدین الخطیب، دار المعرفة ۔بیروت۔